قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)
روزنامہ
الفضل
لندن
مدیر: ابو سعید
Online Edition
سوموار 23 مارچ 2020ء 27 رجب 1441 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ: 71

فرمانِ رسول ﷺ

فارسی الاصل کی آمد

آنحضرت ﷺ نے ایک مجلس میں حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:
اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی چلا گیا تو ایک فارسی الاصل شخص یا اشخاص اس ایمان کو دوبارہ دنیا میں قائم کریں گے۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

حضرت مسیح موعودؑ کی قوت قدسیہ کے عظیم الشان نظارے حضورؑ کے اپنے قلم سے

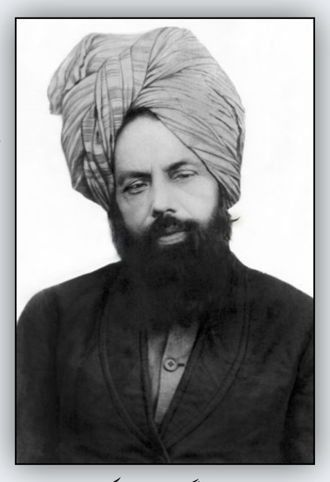

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

• ’’ہزارہا آدمیوں نے میرے ہاتھ پر اپنے طرح طرح کے گناہوں سے توبہ کی ہے اور ہزارہا لوگوں میں بعد بیعت میں نے ایسی تبدیلی پائی ہے کہ جب تک خدا کا ہاتھ کسی کو صاف نہ کرے ہرگز ایسا صاف نہیں ہوسکتا اور میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرے ہزارہا صادق اور وفادار مرید بیعت کے بعد ایسی پاک تبدیلی حاصل کرچکے ہیں کہ ایک ایک فرد ان میں بجائے ایک ایک نشان کے ہے۔‘‘ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد22 ص249)

• ’’ہزارہا انسان خدا نے ایسے پیدا کئے کہ جن کے دلوں میں اس نے میری محبت بھر دی۔ بعض نے میرے لئے جان دے دی اور بعض نے اپنی مالی تباہی میرے لئے منظور کی اور بعض میرے لئے اپنے وطنوں سے نکالے گئے اور دکھ دیئے گئے اور ستائے گئے اور ہزار ہا ایسے ہیں کہ وہ اپنے نفس کی حاجات پر مجھے مقدم رکھ کر اپنے عزیز مال میرے آگے رکھتے ہیں اور میں ہوں کہ ان کے دل محبت سے پُر ہیں اور بہتیرے ایسے ہیں کہ اگر میں کہوں کہ وہ اپنے مالوں سے بکلی دستبردار ہو جائیں یا اپنی جانوں کو میرے لئے فدا کریں تو وہ طیار ہیں جب میں اس درجہ کا صدق اور ارادت اکثر افراد اپنی جماعت میں پاتا ہوں تو بے اختیار مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اے میرے قادر خدا! درحقیقت ذرہ ذرہ پر تیرا تصرف ہے تو نے ان دلوں کو ایسے پُرآشوب زمانہ میں میری طرف کھینچا اور ان کو استقامت بخشی۔ یہ تیری قدرت کا نشان عظیم الشان ہے۔‘‘
(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد22 ص239-240)

• ’’میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم ازکم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں جو سچے دل سے میرے پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور باتیں سننے کے وقت ایسے روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے ہزارہا بیعت کنندگان میں اس قدر تبدیلی دیکھتا ہوں ... اور ان کے چہرہ پر ... اعتقاد اور صلاحیت کا نور پاتا ہوں۔ ہاں شاذونادر کے طور پر اگر کوئی اپنے فطرتی نقص کی وجہ سے صلاحیت میں کم رہا ہو تو وہ شاذونادر میں داخل ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے یہ بھی ایک معجزہ ہے ... پھر بھی میں ہمیشہ ان کو اور ترقیات کے لئے ترغیب دیتا ہوں اور ان کی نیکیاں ان کو نہیں سناتا۔ مگر دل میں خوش ہوں‘‘
(سیرت المہدی جلداول ص150)

• ’’میں دیکھتا ہوں کہ میری بیعت کرنے والوں میں دن بدن صلاحیت اور تقویٰ ترقی پذیر ہے... میں اکثر کو دیکھتا ہوں کہ سجدہ میں روتے اور تہجد میں تضرع کرتے ہیں۔ ... لوگ ان کو کافر کہتے ہیں اور وہ اسلام کا جگر اور دل ہیں ... ہندوستان کے شہروں کی مخلص جماعتیں وہ نور اخلاص اور محبت اپنے اندر رکھتی ہیں کہ اگر ایک بافراست آدمی ایک مجمع میں ان کے منہ دیکھے تو یقیناً سمجھ لے گا کہ یہ خدا کا ایک معجزہ ہے جو ایسے اخلاص ان کے دل میں بھردیئے۔ ان کے چہروں پر ان کی محبت کے نور چمک رہے ہیں۔ وہ ایک پہلی جماعت ہے جس کو خدا صدق کا نمونہ دکھلانے کے لئے تیار کررہا ہے۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم، روحانی خزائن جلد11 ص315)

ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیۡ لِلۡاِیۡمَانِ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّکُمۡ فَاٰمَنَّا ٭ۖ رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَ کَفِّرۡ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ ﴿۱۹۴﴾ۚ

(اٰل عمران:194)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! یقیناً ہم نے ایک منادی کرنے والے کو سُنا جو ایمان کی منادی کر رہا تھا کہ اپنے ربّ پر ایمان لے آؤ۔ پس ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے ربّ! پس ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دور کردے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ موت دے۔

ایم ٹی اے پر حضور انور کا خطبہ اور یوم مسیح موعود کے پروگرام سننے کی تلقین

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ 20 مارچ 2020ء میں فرمایا۔
اس سال شاید اکثر ملکوں اور مقامات میں جو آج کل وائرس کی وباء پھیلی ہوئی ہے اس کی وجہ سے جلسے نہ ہو سکیں اس لئے میرے خطبہ کے علاوہ ایم۔ٹی۔اے پر بھی اس حوالے سے پروگرام پیش ہوں گے،انہیں ہر احمدی کو اپنے گھر میں سننے کی کوشش کرنی چاہیئے، اپنے بچوں کے ساتھ ۔

فرمان خلیفہ وقت

کرونا وائرس کے متعلق ہدایات خطبہ جمعہ 13مارچ2020ء

سیدنا حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
اب جیسا کہ میں نے گزشتہ خطبہ میں ذکر کیا تھا کہ جو وباء آجکل پھیلی ہوئی ہے یہ وائرس کی کرونا کی اس کے لئے احتیاطی تدابیر کرتے رہیں اور مسجدوں میں بھی جب آئیں تو احتیاط کر کے آئیں بخار وغیرہ ہلکا سا ہو تکلیف ہو جسم کی تو لوگوں ایسی جگہوں پے نہ جائیں جہاں پبلک جگہیں ہیں اور خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں اور دعاؤں کی طرف بہت توجہ دیں اللہ تعالیٰ دنیا کو آفات سے بچائے۔

اس شمارہ میں

● الہامی کتب میں آخری زمانہ کی پیشگوئیاں
● صحبت امام کی تاثیرات از مولانا عبدالکریمؓ سیالکوٹی
● مسیح موعودؑ کے خلق عظیم کے درخشاں پہلو
● مسیح موعودؑ کی صداقت کے نشانات
● حضرت مصلح موعودؓ کے بیان فرمودہ واقعات
● مسیح موعودؑ برصغیر کے حاذق اور ماہر طبیب
● 23مارچ بیعت اولیٰ اور جماعت احمدیہ کا قیام
● مسیح موعودؑ کا منظوم اردو کلام
● قرارداد لاہور اور چودھری سر ظفر اللہ خان

اداریہ

أَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ

جماعت احمدیہ کی روزافزوں ترقیات کی وجہ سے ہم اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ سورۃ ابراہیم آیات6تا8 میں حضرت موسیٰؑ کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ جب ہم نے موسیٰ کو اس کی قوم کی طرف مبعوث کیا تو اسے حکم دیا وَذَكِّرۡهُمۡ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ کہ انہیں اللہ کے دن یاد کرا۔اور ساتھ ہی قوم کو ان نعمتوں کی یاددہانی کروا کر شکرِ الٰہی کی تلقین کی جو فرعون کے مظالم سے نجات میں ملی تھیں اور فرمایا لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ کہ اگر تم شکرادا کروگے تو میں ضرور تمہیں (نعمتوں میں) بڑھاؤں گا۔

یہی سبق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ تمام روحانی و مذہبی قوموں،امتوں،گروہوں اور جماعتوں کو دیا ہے۔جن میں ہم عالمگیر جماعت احمدیہ کے لوگ شامل ہیں۔آج سے131سال قبل 23مارچ1889ء کو حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اِذن پاکر اس موعود مسیح اور معہود مہدی کا اعلان فرمایا اور بیعت لینے کا آغاز فرمایا جس کی سیدنا حضرت محمد مجتبیٰ ﷺ نے آخری زمانہ میں آنے کی نشاندہی فرمائی تھی۔ایک طرف اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اس مردِ مجاہد کے ساتھ تھی تو دوسری طرف دشمنوں اور معاندین کی صفحۂ ہستی سے مٹاڈالنے کی دھمکیاں تھیں کہ ہم تمہیں پھلنے پھولنے نہیں دیں گے،ہم قادیان کا نام ونشان مٹاڈالیں گے،تمہاری آواز قادیان سے باہر نہ نکلنے دیں گے۔جبکہ یہ موعود مسیح و مہدی ایسے سخت اور تیز مخالفت کی آندھیوں میں یہ اعلان کرتا نظر آتا ہے کہ

”میں نامرادی کے ساتھ ہرگز قبر میں نہیں اُتروں گا کیونکہ میرا خدا میرے ہر قدم پر میرے ساتھ ہے اور میں اس کے ساتھ ہوں“ اور پھر اس جگہ فرمایا کہ میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔

اس حقیقت پر ہمارے آباءواجداد،ہم اور ہماری اولادیں گواہ ہیں کہ یہ سلسلہ 131سال قبل ایک نفس سے شروع ہوا تھا۔جو پہلے ہی دن40سے زائد مخلص افراد پر مشتمل ایک قافلہ کی صورت اختیار کرگیا تھا۔اب131سالوں کے قلیل عرصہ میں جو قوموں کی تاریخ میں آنکھ جھپکنے کے برابر بھی نہیں ہوتا کیا ایشیا،کیا یورپ، کیا آسٹریلیا،کیا وسط ایشیا،کیا عرب ممالک،کیا افریقہ اور کیا برّاعظم امریکہ میں بڑی سرعت سے پھیلتا اور اس ننھے منے درخت کی جڑوں کو زمین میں مضبوطی کے ساتھ پیوسط ہوتے اور شاخوں کو آسمانوں سے باتیں کرتے دیکھا۔اور ہاں ہاں اس درخت کے شیریں اور مزیدار پھلوں سے دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے لوگ فائدہ اٹھاتے اور اس کے پھلوں کے مزے سے لطف اندوز نظر آرہے ہیں۔اور ہر طرف سے یہ صدا بلند ہوتی سنائی دیتی ہے۔۔

اِسۡمَعُوۡا الصَّوۡتَ السَّمَاء جَاءَ الۡمَسِيۡح جَاءَ الۡمَسِيۡح
نیز بشنو از زمیں آمد کامگار

اس دوران جماعت کی مخالفت عالمی حیثیت اختیار کرگئی۔ملکوں، ملکوں اس ننھے سے پودے کو اپنے پاؤں تلے ملنے کی کوشش جاری رکھی اور ابھی بھی بعض جاری رکھے ہوئے ہیں۔احمدیت پر ایمان لانے والوں کو جان سے مار کر شہید کیا گیا۔ان کی جائیدادوں کو مالِ غنیمت سمجھ کر لوٹا گیا۔ان کے مکانوں کو آگ لگا کر جلادیا گیا۔ان کو قرآنی حکم کے مطابق ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کرنی پڑی جو بابرکت ثابت ہوئی اور جماعت بہت تیزی کے ساتھ دنیا میں پھیلی اور اپنی عالمی حیثیت اختیار کرگئی۔سرکاری، نجی دفاتر،سیاست دانوں اور مذہبی دنیا میں اپنا ایک اثرورسوخ اختیار کرگئی۔ان معاندین نے اس زمین پر احمدیوں کو ختم کرنے کا اعادہ کیا۔ان کے راستے مسدود کرنے کی کوششیں کیں مگر اللہ تعالیٰ نے MTA کے ذریعہ آسمان کی بلندیوں سے پیغام کو دنیا بھر کے تمام ممالک تک پہنچایا۔جن میں سے212ممالک تو ایسے ہیں جن میں جماعت احمدیہ کا پودا لگ چکا ہے اور اکثر میں افرادِ جماعت کی تعداد لاکھوں میں پہنچ چکی ہے۔الحمدللہ علیٰ ذٰلك

میں اس مختصر سے اداریہ میں 212ممالک میں سے صرف 2ممالک میں جماعت احمدیہ کی ترقیات اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کا نقشہ مختصر طور پر پیش کرنا چاہتا ہوں۔ان میں ایک تو برطانیہ ہے۔ گو اس ملک میں احمدیت کا پیغام حضرت مسیح موعودؑ کے دَور میں پہنچ چکا تھا اور سفید پرندوں نے احمدیت کو قبول کرنا شروع کردیا تھا مگر ترقی کی رفتار اتنی تیز نہ تھی۔

مکرم بشیر احمد رفیق سابق امام مسجد فضل لندن ایک جگہ لکھتے ہیں کہ

ہم دوہی یعنی میں اور حضرت سرچوہدری محمد ظفراللہ خان لمبے عرصہ نماز پڑھ لیا کرتے تھے مگر آج پورے برطانیہ میں مساجد اور مشن ہاؤسز کا ایک جال بچھ چکا ہے۔احمدیوں کی تعداد لاکھوں میں ہے۔لندن چلے جائیں،مسجد فضل،مسجد بیت الفتوح یا مسجد مبارک کے احاطہ میں داخل ہوجائیں تو آپ کو ہزاروں کی تعداد میں فدائی اور ایسے مخلص جو اپنی زندگیوں کا ایک ایک لمحہ اسلام احمدیت کی خاطر قربان کرتے نظر آتے ہیں۔ہر طرف اسلامی اصطلاحات الحمدللہ،ماشاءاللہ،ان شاءاللہ،السلام علیکم، وعلیکم السلام کا استعمال ہوتا دکھلائی اور سنائی دیتا ہے۔ہر فردِ جماعت کے اندر ایک روحانی تبدیلی و ترقی نظر آتی ہے۔ہمارے قابلِ قدر و قابلِ احترام امام حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ وہاں موجود ہیں۔جن کی امامت اور اطاعت میں نہ صرف برطانیہ بلکہ تمام دنیا کی جماعتیں منظّم ہوتی چلی جارہی ہیں۔

دوسری مثال میں براعظم افریقہ کے مغربی ممالک میں سے ایک چھوٹے سے ملک سیرالیون کی دینا چاہتا ہوں جہاں مجھے کچھ عرصہ قبل بطور نمائندہ جاکر جلسہ سالانہ میں شمولیت،مساجد کے افتتاح اور ملک کے پانچوں صوبوں میں احمدیت کے پھیلاؤ کو دیکھنے کا موقع ملا۔زبان الحمدللہ کے الفاظ سے تَر تھی اور دِل اپنے اس خدا کے آگے سجدہ ریز رہا جس نے اس زمانہ کے امام حضرت مرزا غلام احمدؑ کو بھیجا اور جس کی ایک آواز کو لاکھوں آوازوں میں تبدیل کیا۔سیرالیون کی صرف40لاکھ کی آبادی والے ملک میں احمدیوں کی تعداد6لاکھ ہے۔جن میں2لاکھ فعال احمدی ہیں جو باقاعدہ چندہ کے نظام میں شامل ہیں۔1400کے قریب مساجد ہیں جہاں روزانہ اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی ہیں اور اپنے اور غیر بھی نمازیں ادا کرتے ہیں۔ملک میں سڑکوں کا خاطر خواہ انتظام نہ ہونے کے باوجود جلسہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد25ہزار سے زائد نفوس تک پہنچ چکی ہے۔سرکاری و غیر سرکاری دفاتر، سیاسی و مذہبی حلقوں میں جماعت اپنا ایک نام پیدا کرچکی ہے۔اس کا اپنا اثرورسوخ ہے اور100سے زائد مرکزی و مقامی مبلغین و معلمین اعلائے کلمہ اسلام کے لئے سرگرم ہیں اور صرف امسال جلسہ سالانہ پر بیعت کرنے والوں کی تعداد180 تھی۔

یہی کیفیت کم و بیش دنیا کے ہر گوشے میں دکھائی دیتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے تو گو اپنی جسمانی و مادی اولاد کی بڑھوتی کیلئے یہ دعا کی تھی کہ

اک سے ہزار ہوویں بابرگ و بار ہوویں

آج یہ دعا ہر دو پہلوؤں یعنی جسمانی و روحانی اولاد کی صورت میں پوری ہوتی دکھائی دیتی ہے۔

جماعت احمدیہ کے اس پھیلاؤ اور ترقی کے تناظر میں ہمارا یہ اوّلین فرض بنتا ہے کہ ہم اپنے خدائے واحد عزّوجل کے فرمانبردار اور شکر گزار بندے بن جائیں اور اپنی اولادوں میں بھی یہ پیغام کوٹ کوٹ کر بھر دیں کہ لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ کہ اگر تم اپنے شکر گزاری کے پیمانے بڑھاؤ گے تو میں تمہیں ضرور مزید دیتا چلا جاؤں گا اس مضمون کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے متعدد مقامات پر بیان فرمایا ہے۔جیسے فرمایا وَأَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ کہ جہاں تک تیرے رب کی نعمتوں کا تعلق ہے اسے بکثرت بیان کیا کر۔ (الضحیٰ:12)

نعمتوں کا ذکر اور شکرِ الٰہی ایک مومن کی صرف غذا ہی نہیں بلکہ ایک ایسا(Tonic) ہے کیونکہ ہم جب یہ دیکھتے ہیں کہ جماعت کہاں سے اٹھی،کن مشکل حالات اور کیفیات میں کہاں جاپہنچی، کس سرعت سے اس کے آگے بڑھنے کے امکانات روشن سے روشن تر ہیں تو یقیناً یہ بات ہمارے ایمانوں کے ازدیاد کیلئے ایک ٹانک کا رنگ رکھتی ہے۔

ادارہ روزنامہ الفضل لندن آن لائن اپنے تمام قارئین کو جماعت احمدیہ کے اس سالگرہ کے دن جہاں مبارکباد پیش کرتا ہے وہاں شکرِ الٰہی بجا لاتے ہوئے پنجوقتہ نمازوں کی ادائیگی اور دوسرے حقوق اللہ و حقوق العباد پوری حضوری سے ادا کرنے کی درخواست کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر فرد سے راضی ہو۔ہم سے ایسے کام کروائے،ایسی خدمت لے جس کے انعامات نہ صرف ہم پر بلکہ پوری جماعت پر نازل ہوتے رہیں۔

باسل احمد بشارت

23مارچ ،بیعت اولیٰ اور جماعت احمدیہ کا قیام

رسول اللہ ﷺ صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے کہ آپؐ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی۔ آیت وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ (الجمعۃ:4)کی تلاوت فرمائی تو ایک صحابی نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! وہ دوسرے کون لوگ ہوں گے (جن کی طرف بھی آپؐ کو مبعوث کیا گیاہےاورجو) ابھی ملے بھی نہیں۔ آپؐ خاموش رہے۔سائل نےاپناسوال دو تین دفعہ دہرایا۔حضرت سلمان فارسیؓ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک حضرت سلمان فارسیؓ پر رکھا اور فرمایا:

’’اگر ایمان ثریا ستارہ کی بلندی تک بھی چلا گیا تو ان لوگوں یعنی حضرت سلمانؓ کی قوم میں سے کچھ لوگ یا ایک مرد اسے واپس لے آئے گا۔‘‘

(صحیح بخاری کتاب التفسیر بَابُ قَوۡلِهٖ: وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ)

انیسویں صدی کے وسط میں اسلام کی جو دگرگوں حالت تھی وہ بھی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئیوں کے پوراہونے کا وقت تھا۔ہندوستان میں تمام مذاہب کی طرف سے اسلام اور بانیٔ اسلام پر توہین آمیز حملے کئے جارہے تھےاور کوئی مرد مجاہد ایسا نہ تھا جو ان حملوں کے آگے سینہ سپرہوکر اسلام کا دفاع کرتا۔مسلمان زندہ مذہب کو چھوڑ کرجوق در جوق دیگر مذاہب خصوصاً عیسائیت کی آغوش میں گرتے چلے جارہے تھے اور کوئی ان کو بچانے والا نہ تھا۔اسلام ایک ایسا قلعہ رہ گیا تھا جس کا کوئی حاکم نہ تھا اور فوج بغیر کمانڈر کے دشمنوں کے سامنے نہتی شکستہ دل کھڑی تھی۔اوریہ وہ پُرآشوب زمانہ تھا جو قرآنی آیت ظَھَرَ الۡفَسَادُ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ(الروم:42) اور رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی لَا یَبۡقٰی مِنَ الۡاِسۡلَامِ اِلَّا اسۡمُهٗ، وَلَا یَبۡقٰی مِنَ الۡقُرۡاٰنِ اِلَّا رَسۡمُهٗ(شعب الایمان جزء3ص318) کا مصداق تھا۔

اس زمانہ کے لوگ بھی اس صورتحال سے بخوبی آگاہ تھے۔ چنانچہ الطاف حسین حالی نے 1879ء میں اپنی مشہور مسدّس میں لکھا:

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

(مسدّس حالی بند نمبر 108)

پھر اسلام کو ایک باغ سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں:

پھر اک باغ دیکھے گا اجڑا سراسر
جہاں خاک اڑتی ہے ہر سو برابر
نہیں زندگی کا کہیں نام جس پر
ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر
نہیں پھول پھل جس میں آنے کے قابل
ہوئے راکھ جس کے جلانے کے قابل

(مسدّس حالی بند نمبر 111)

مسلمان کی اخلاقی و روحانی حالت بیان کرتے ہوئے علامہ اقبال لکھتے ہیں:

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا براہیم پدر اور پسر آذر ہیں

(بانگ درا۔زیر عنوان جواب شکوہ)

پھر مسلمانوں کی عملی حالت کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں کہ

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

پس وہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں تھااورعلماء سمیت تمام مسلمان کسی مسیحا کے متلاشی تھے۔ایسے وقت میں رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی کے عین مطابق قوم سلمانؓ سے ایک رجل فارس میدان میں آیا جس نے ایمان کو ثریا سے لا کر دنیا میں قائم کیااور زندہ مذہب اسلام کی حقانیت اور صداقت کو تمام ادیان باطلہ پر ثابت کردکھایااور دشمنان اسلام کو چاروں شانے چت کردیا۔وہ جری اللہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی موعودؑ ہیں۔جنہوں نے1882ء کے اوائل میں بیت اقصیٰ میں ایک کشف دیکھا کہ ایک باغ لگایا جارہا ہے اور آپؑ اس کے مالی مقرر ہوئے ہیں۔

(حیات احمد جلد اول حصہ دوم صفحہ 305)

یہ ماموریت کی پہلی بشارت تھی۔پھر آپؑ نے براہین احمدیہ جیسی معرکۃ الآراء تصنیف میں اسلام کی صداقت کے سینکڑوں ثبوت پیش کیے اور زندہ خدا کے زندہ نشانات دکھانے کی تمام اہل دنیا کو دعوت دی۔جس پر جہاں اہل اسلام میں خوشیوں کی لہر دوڑی وہاں مخالفین کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی۔آپؑ نے کیا ہندو،کیا آریہ،کیا عیسائی،سب مخالفین کو چیلنج دیا کہ وہ اسلام پر اپنے مذہب کی برتری ثابت کردکھائیں۔لیکن کسی کو اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ آپؑ کے اس چیلنج کو قبول کرتا۔مسلمانوں کو تو ایک ناخدا مل گیا جو اسلام کی ڈوبتی ناؤ کو کنارہ پر لے آیا۔

براہین احمدیہ حصہ سوم کا حاشیہ تحریر فرمانے کے دوران حالت کشف میں رسول اللہ ﷺ سے زیارت و معانقہ کا شرف پایا اور دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک سے نور کی کرنیں نکل نکل کر آپؑ کے اندر داخل ہورہی ہیں۔اس کے بعدآپؑ پرالہام الٰہی کا سلسلہ بکثرت شروع ہوگیا۔اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ماموریت کا پہلا الہام نازل ہوا جو کم و بیش ستر فقرات پر مشتمل تھا،جس کا آغاز یا احمد بارک اللہ فیک سے ہوا۔

آپؑ کی اسلام کے لیے ان خدمات جلیلہ کی وجہ سے آپؑ کے معتقدین یہ بات جانتے تھے کہ اس زمانہ میں اگر کوئی اسلام کو دوبارہ قائم کرسکتا ہے تو وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہی ہیں۔اگرچہ مخلصین کے دلوں میں آپ کی بیعت کی تحریک جاری تھی۔لدھیانہ کے ایک بزرگ حضرت صوفی احمد جان صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ پر حسن اعتقاد رکھتے تھے نے فرمایا:

ہم مریضوں کی ہے تمہی پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

اسی طرح مولوی عبد القادر صاحب نے حضرت اقدسؑ سے بیعت لینے کا کہامگر آپؑ کا یہی جواب ہوتا: لَسۡتُ بِمَاۡمُوۡرٍ۔ (یعنی میں مامور نہیں ہوں)

آپؑ نے بیعت نہ لینے کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

’’چونکہ بیعت کے بارے میں اب تک خداوند کریم کی طرف سے کچھ علم نہیں۔ اس لئے تکلف کی راہ میں قدم رکھنا جائز نہیں۔ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحۡدِثُ بَعۡدَ ذٰلِکَ اَمۡرًا۔‘‘

(حیاتِ احمد جلد دوم نمبر دوم صفحہ 150)

لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؑ کوبیعت لینے کا واضح حکم ملا تو یکم دسمبر 1888ء کو آپ نے ’’تبلیغ‘‘ کے نام سے اشتہار میں بیعت کا اعلان عام کرتےہوئے فرمایا:

’’مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدّارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ188)

اس اشتہار میں آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ استخارہ کے بعد بیعت کے لیے حاضر ہوں۔اس اعلان میں حضرت مسیح موعودؑ نے بیعت کے لیے معین رنگ میں کوئی خاص شرائط تحریر نہیں فرمائی تھیں۔مگر جب حضرت مصلح موعودؓ کی 12 جنوری 1889ء کو ولادت ہوئی تو آپ نے 12 جنوری 1889ء کو تکمیل تبلیغ کا اشتہار تحریر فرمایا اور اس میں دس شرائط بیعت تجویز فرمائیں۔اس لحاظ سے جماعت احمدیہ اور پسر موعود حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش توام(جڑواں) ہے۔

دس شرائط بیعت

حضرت بانی جماعت احمدیہ نے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کے لیے جو دس شرائط بیعت تجویز فرمائیں وہ یہ ہیں:

اوّل:۔بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم:۔یہ کہ جھوٹ اور زنااور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجوراور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گااور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہو گا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم:۔یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریمؐ پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم:۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم:۔یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گااور بہر حالت راضی بقضاء ہو گا اور ہر ایک ذِلّت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم:۔ یہ کہ اتباعِ رسم اور متابعت ہواوہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قَالَ اللّٰہ اورقَالَ الرَّسُوۡل کو اپنے ہر یک راہ میں

دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم :۔یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم :۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردئ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم :۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خدا داد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم :۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گااور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہو گا کہ اس کی نظیردنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(اشتہار تکمیل تبلیغ 12جنوری 1889ء)

مذکورہ بالا دس شرائط سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کے لیے لازمی قرار دی گئیں اوربیعت کرتے وقت ان پر حتی الوسع کاربند رہنے کا عہد لیاجاتا۔

بعدہ حضرت مسیح موعودؑ لدھیانہ تشریف لے گئے اور حضرت صوفی احمد جان کے مکان واقع محلہ جدید میں رہائش اختیار فرمائی۔اسی دوران آپ نے 4 مارچ 1889ء کوبیعت کے مقاصد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متّقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے ۔ تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو۔ اور وہ بہ برکت کلمۂ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ ان نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ و نا اتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں۔ اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ بھی غرض نہیں اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں ۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی ء بندگانِ خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آئے۔۔۔ خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا دے۔ سو یہ گروہ اس کا ایک خاص گروہ ہو گا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا۔ اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ اور وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشینگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آب پاشی کرے گا اور اس کو نشوونما دے گا ۔ یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کے چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے۔ وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر یک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی اس ربِ جلیل نے یہی چاہا ہے وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہر یک طاقت اور قدرت اسی کو ہے۔''

(اشتہار''گزارش ضروری بخدمت ان صاحبوں کے جو بیعت کرنے کے لئے مستعد ہیں''،مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 196تا 198)

اسی اشتہار میں ہی آپ نے بیعت کرنے والوں کو لدھیانہ محلہ جدید میں 20مارچ کے بعدبیعت کے لیے تشریف لانے کا فرمایا۔

23مارچ کا دن نہایت اہم دن ہے کیونکہ آج سے 130سال قبل23مارچ 1889ء کوقادیان جیسی گمنام بستی کے خدا کےایک عاجز بندے حضرت اقدس مسیح موعودؑنے حکم الٰہی کے تحت ایک عظیم جماعت کی بنیاد رکھی جس نے ایمان کو ثریا سے لے کر دوبارہ احیائے اسلام کا موجب بنا تھا۔پس خدائی منشاء کے مطابق مہینہ بھی ایسا چناگیا جس میں زمین کی ظاہری حالت کَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ شَطۡـَٔہٗ کی مانند تھی اور روحانی تخم ریزی اورایمان کی کونپلیں بھی مارچ کی 23 تاریخ کوپھوٹنی شروع ہوئیں۔جنہوں نے آئندہ فَاٰزَرَہٗ فَاسۡتَغۡلَظَ فَاسۡتَوٰی عَلٰی سُوۡقِہٖ یُعۡجِبُ الزُّرَّاعَ(الفتح:30)کا مصداق بننا تھا۔چنانچہ حضرت صوفی احمد جان کے مکان کی کچی کوٹھری جو اب ''دار البیعت''کہلاتی ہے میں اس موعودہ روحانی جماعت کی بنیاد رکھی گئی۔

حضرت عبداللہ سنوریؓ کی روایت کے مطابق بیعت کے ریکارڈ کے لئے ایک رجسٹر ''بیعت توبہ برائے تقویٰ و طہارت''تیار کیا گیا۔جس میں بیعت کنندگان کے نام درج کئے گئے۔

بیعت کاطریق اور الفاظ

حضرت مسیح موعودؑ نے بیعت لینے کا طریق کار یہ مقرر فرمایا کہ ہر ایک کو الگ الگ کمرے میں بلایا جاتا اور ان سے بیعت لی جاتی۔

حضرت مسیح موعودؑ نے بیعت لینے والے کمرے کے دروازے پر حافظ حامد علیؓ کو مقرر کرکے ہدایت فرمائی کہ جس کا میں نام لیتا جاؤں،اسے بلاتے جائیں۔مردوں میں سے سب سے پہلے حضرت حکیم مولوی نور الدینؓ کانام بولا گیا۔ حضرت مسیح موعودؑنے مولوی صاحب کاہاتھ کلائی سے پکڑکر بڑی لمبی بیعت لی۔پھردیگر احباب کی بیعت لینے کے بعد گھر میں عورتوں میں سے سب سے پہلے حضرت مولوی نور الدینؓ کی اہلیہ محترمہ حضرت صغریٰ بیگمؓ کی بیعت لی اور یوں اس روزچالیس افراد کو حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت مرزا بشیر احمدؓ پہلی بیعت کے الفاظ اور اس کے طریق کے بارہ میں یہ روایت بیان فرماتے ہیں کہ

''بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ سنوریؓ نے کہ جب حضرت صاحب نے پہلے دن لدھیانہ میں بیعت لی تو اس وقت آپ ایک کمرہ میں بیٹھ گئے تھے اور دروازہ پر شیخ حامد علی کو مقرر کر دیا تھا۔اور شیخ حامد علی کو کہہ دیا تھا کہ جسے میں کہتا جاؤں اسے کمرہ کے اندر بلاتے جاؤ چنانچہ آپ نے پہلے حضرت خلیفہ اوّلؓ کو بلوایا ان کے بعد میر عباس علی کو پھر میاں محمد حسین مراد آبادی خوش نویس کو اور چوتھے نمبر پر مجھ کو اور پھر ایک یادو اور لوگوں کو نام لیکر اند ربلایا پھر اس کے بعد شیخ حامد علی کو کہہ دیا کہ خود ایک ایک آدمی کو اند ر داخل کرتے جاؤ۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ اوائل میں حضورؑ ایک ایک کی الگ الگ بیعت لیتے تھے لیکن پھربعد میں اکٹھی لینے لگ گئے ۔اور میاں عبداللہ صاحب نے بیان کیا کہ پہلے دن جب آپؑ نے بیعت لی تو وہ تاریخ 20رجب1306ھ مطابق 23مارچ 1889ء تھی اور اس وقت بیعت کے الفاظ یہ تھے :

'' آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں میں مبتلا تھا اور سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت او ر سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کے لذات پر مقدم رکھونگا اور 12جنوری کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند ہونگا اور اب بھی اپنے گذشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں ۔

اَسۡتَغۡفِرُاللّٰہَ رَبِّیۡ اَسۡتَغۡفِرُاللّٰہَ رَبِّیۡ اَسۡتَغۡفِرُاللّٰہَ رَبِّیۡ مِنۡ کُلِّ ذَنۡبٍ وَّاَتُوۡبُ اِلَیۡہِ۔اَشۡھَدُاَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡکَ لَہٗ وَاَشۡھَدُاَنَّ مُحَمَّدًاعَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ۔رَبِّ اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ وَ اعۡتَرَفۡتُ بِذَنۡبِیۡ فَاغۡفِرۡلِیۡ ذُنُوۡبِیۡ فَاِنَّہٗ لَایَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اَنۡتَ ۔''

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عام طور پر مصافحہ کے طریق پر بیعت کنندگان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے تھے لیکن بعض لوگوں سے آپؑ نے پنجہ کے اوپر کلائی پر سے بھی ہاتھ پکڑ کر بیعت لی ہے ۔چنانچہ حضرت خلیفہ اوّلؓ فرماتے تھے کہ میری بیعت آپ نے اسی طرح لی تھی ۔نیز خاکسار عرض کرتاہے کہ میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے تھے کہ بیعت اولیٰ کے دن مولوی عبدالکریم صاحب بھی وہیں موجود تھے مگر انہوں نے اس دن بیعت نہیں کی ۔

(سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر 98صفحہ70,71)

حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کنندگان کو قیمتی نصائح

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں :

''یہ بیعت جو ہے اس کے معنے اصل میں اپنے تئیں بیچ دینا ہے۔ اس کی برکات اور تاثیرات اسی شرط سے وابستہ ہیں جیسے ایک تخم زمین میں بویا جاتا ہے تو اس کی ابتدائی حالت یہی ہوتی ہے کہ گویا وہ کسان کے ہاتھ سے بویا گیا اور اس کا کچھ پتہ نہیں کہ اب وہ کیا ہو گا۔ لیکن اگر وہ تخم عمدہ ہوتا ہے اور اس میں نشوونما کی قوت موجود ہوتی ہے تو خدا کے فضل سے اور اس کسان کی سعی سے وہ اُوپر آتا ہے اور ایک دانہ کا ہزار دانہ بنتا ہے۔ اسی طرح سے انسان بیعت کنندہ کو اوّل انکساری اور عجز اختیار کرنی پڑتی ہے اور اپنی خودی اور نفسانیت سے الگ ہونا پڑتا ہے تب وہ نشوونما کے قابل ہوتا ہے لیکن جو بیعت کے ساتھ نفسانیت بھی رکھتاہے اسے ہرگز فیض حاصل نہیں ہوتا۔ '' (ملفوظات جلد سوم صفحہ 454,455)

حضرت اقدسؑ بیعت لینے کے بعد بیعت کنندگان کو کچھ نصائح

فرمایا کرتے تھے۔جو حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے اپنی کتاب ذکر حبیب کے تیئسویں باب میں بھی درج فرمائی ہیں۔

آپؑ فرمایا کرتے تھے:

’’اس جماعت میں داخل ہو کر اوّل زندگی میں تغیر کرنا چاہئے کہ خدا پر ایمان سچا ہو اور وہ ہر مصیبت میں کام آئے۔ پھر اس کے احکام کو نظرِ خفّت سے نہ دیکھا جائے بلکہ ایک ایک حکم کی تعظیم کی جائے اور عملاً اس تعظیم کا ثبوت دیا جائے۔‘‘

’’ہمہ وجوہ اسباب پر سرنگوں ہونا اور اسی پر بھروسہ کرنا اور خدا پر توکل چھوڑ دینا یہ شرک ہے اور گویا خدا کی ہستی سے انکار۔ رعایت اس حد تک کرنی چاہئے کہ شرک لازم نہ آئے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہم رعایت اسباب سے منع نہیں کرتے مگر اس پر بھروسہ کرنے سے منع کرتے ہیں۔ دست درکار دل بایار والی بات ہونی چاہئے۔‘‘ (البدر 8دسمبر1903ء)

نیز فرمایا:

’’اگر کوئی شخص بیعت کرکے یہ خیال کرتا ہے کہ وہ ہم پر احسان کرتا ہے تو یاد رہے کہ ہم پر کوئی احسان نہیں۔بلکہ یہ خدا کا اس پر احسان ہے کہ اس نے یہ موقعہ اسے نصیب کیا۔سب لوگ ایک ہلاکت کے کنارہ پر پہنچے ہوئے تھے۔دین کا نام ونشان نہ تھا اورتباہ ہورہے تھے۔خدا نے ان کی دستگیری کی کہ یہ سلسلہ قائم کیا۔اب جو اس فائدہ سے محروم رہتا ہے وہ بے نصیب ہے لیکن جو اس کی طرف آوے اسے چاہئے کہ اپنی پوری کوشش کے بعد دعا سے کام لیوے۔جو شخص اس خیال سے آتا ہے کہ آزمائش کرے کہ فلاں سچا ہے یا جھوٹا۔وہ ہمیشہ محروم رہتا ہے۔آدم سے لے کر اس وقت تک کوئی ایسی نظیر نہ پیش کرسکو گے۔کہ فلاں شخص فلاں نبی کے پاس آزمائش کے لیے آیا اور پھر اسے ایمان نصیب ہوا ہو۔پس چاہیے کہ انسان خدا کے آگے روئے اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر گریہ و زاری کرے۔کہ خدا اسے حق دکھاوے۔وقت خود ایک نشان ہے اور وہ بتلارہا ہے کہ اس وقت ایک مصلح کی ضرورت ہے۔‘‘ (البدر)

’’نرا بیعت کا اقرار کوئی شے نہیں۔دعا کرو اور سستی ہر گز نہ کرو۔جو تعلیم تم کو دی جاتی ہے اس کے موافق اپنے آپ کو بناؤ۔پھر یہ چند روزہ زندگی ہے ایک دن آنا ہے کہ نہ ہم ہوں گے اور نہ تم۔‘‘

’’دیکھو تم لوگوں نے جو بیعت کی ہے اور اس وقت اقرار کیا ہے اس کا زبان سے کہہ دینا تو آسان ہے لیکن نباہنا مشکل ہے۔کیونکہ شیطان اسی کوشش میں لگا رہتا ہے کہ انسان کو دین سے لاپرواہ کر دے۔ دنیا اور اس کے فوائد کو تو وہ آسان دکھاتا ہے اور دین کو بہت دور۔ اس طرح دل سخت ہو جاتا ہے اور پچھلا حال پہلے سے بدتر ہو جاتا ہے۔ اگر خدا کو راضی کرنا ہے تو اس گناہ سے بچنے کے اقرار کو نبھانے کے لئے ہمت اور کوشش سے تیار رہو۔‘‘

فرمایا :

’’فتنہ کی کوئی بات نہ کرو۔ شر نہ پھیلاؤ۔ گالی پر صبر کرو۔ کسی کا مقابلہ نہ کرو۔ جو مقابلہ کرے اس سے بھی سلوک اور نیکی کے ساتھ پیش آؤ۔ شیریں بیانی کا عمدہ نمونہ دکھلاؤ۔ سچے دل سے ہر ایک حکم کی اطاعت کروکہ خدا راضی ہو جائے۔ اور دشمن بھی جان لے کہ اب بیعت کر کے یہ شخص وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔ مقدمات میں سچی گواہی دو۔ اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کو چاہئے کہ پورے دل ، پوری ہمت اور ساری جان سے راستی کا پابند ہو جائے۔‘‘

29مارچ 1904ء کو فرمایا:

’’استقامت کے یہ معنے ہیں کہ جو عہد انسان نے کیا ہے اسے پورے طور پر نبھائے۔یادرکھو کہ عہد کرنا آسان ہے مگر اس کا نبھانا مشکل ہے۔اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ باغ میں تخم ڈالنا آسان ہے مگر اس کی نشونما کے لیے ہر ایک ضروری بات کو ملحوظ رکھنا اور آبپاشی کے اوقات پر اس کی خبرگیری کرنی مشکل ہے۔ایمان بھی ایک پودا ہے جسے اخلاص کی زمین میں بویا جاتا ہے اور نیک اعمال سے اس کی آبپاشی کی جاتی ہے۔اگر اس کی ہروقت ہر موسم کے لحاظ سے پوری خبرگیری نہ کی جائے تو آخرکار تباہ اور برباد ہوجاتا ہے...ایمان کا پودا اپنے نشونما کے لیے اعمال صالحہ کو چاہتا ہے...بیعت توبہ اور بیعت تسلیم جو تم نے آج کی ہے اور اس میں جو اقرار کیا ہے اسے سچے دل سے بہت مضبوط پکڑو اور پختہ عہدکرو کہ مرتے دم تک تم اس پر قائم رہو گے۔سمجھ لو کہ آج ہم نفس کی خودرویوں سے باہر آگئے ہیں اور جو جو ہدایت ہوگی اس پر عمل کرتے رہیں گے۔‘‘

نیزبیعت کی حقیقت بیان کرتے ہوئےفرمایا:

’’خدا تعالیٰ یا اس کے رسول پر صرف زبانی ایمان لے آنا یا ایک ظاہری رسم کے طور پر بیعت کرلینا بالکل بے سود ہے۔جب تک کہ انسان پوری طاقت سے خدا تعالیٰ کی راہ میں نہ لگ جائے۔میں نصیحت کرتا ہوں کہ آپ نے جو تعلق مجھ سے پیدا کیا ہے اس کو بڑھانے اور مضبوط کرنے کی فکر میں ہروقت لگے رہیں۔جس شاخ کا تعلق درخت سے قائم نہیں رہتا۔وہ گرکر خشک اور بیکار ہوجاتی ہے اور یاد رہے کہ صرف اقرار ہی کافی نہیں جب تک کہ عملی رنگ سے اپنے آپ کو رنگین نہ کیا جائے۔بیعت سے مراد خدا تعالیٰ کو جان سپرد کرنا ہے کہ آج ہم نے اپنی جان خدا تعالیٰ کے ہاتھ بیچ دی۔یہ بالکل غلط ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں چل کر انجام کار کوئی شخص نقصان اٹھائے۔جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدق سے قدم اٹھاتا ہے۔اس کو عظیم الشان طاقت اور خارق عادت قوت دی جاتی ہے۔مومن کے دل میں جذب ہوتا ہے۔اس جذب کے ذریعہ وہ دوسروں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔‘‘

(ذکر حبیب جلد اول صفحہ 436تا 438)

حضرت مسیح موعودؑ نے جس عظیم الشان جماعت کی بنیاد رکھی اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہوجاتا ہے کہ اسی جماعت نے آخرین کو اوّلین سے ملانا تھااورایمان کو دوبارہ دنیا میں قائم کرکے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا ذریعہ بننا تھا۔چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ بیعت کرنے والوں نے اپنے ان عہدوں کو نبھایا اوردور اولین کے صحابہ رسولﷺ کی طرح اپنی جانوں و مالوں اور عزتوں کو دین اسلام کی خاطر قربان کردیااورزمانہ نبویؐ کی یاد تازہ کردی۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا

ان قربانیوں کے ثمرات ہی ہیں کہ یہ جماعت جس کا بیج ایک چھوٹی سی بستی قادیان میں بویا گیا آج دنیا کے 212ممالک میں اپنی شاخیں پھیلائے بابرگ و بار ہے اورمخالفین کی شدید مخالفت کے باوجود ہر چڑھتے دن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سےجماعت احمدیہ کوغیرمعمولی ترقیات عطا فرماتاچلاجا رہا ہے کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات پر عمل کرنے اور ان کی روشنی میں اپنے عہد بیعت کو نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

******

بقیہ از صفحہ 41۔قرارداد لاہور

قرارداد پاکستان کے مرکزی مصنف

(الف) روزنامہ ڈان (انگریزی) نے اپنی 18 جون 2017ء کی اشاعت کا پوراصفحہ نمبر 4 مطالبہ پاکستان کی تاریخی ’’قرار داد لاہور‘‘ (’’پاکستان‘‘)23مارچ 1940ء سے معَنون کیاہے۔ اس صفحہ پرسب سے اوپر والی لائن میں قائد اعظم کی نمایاں تصویر دی گئی ہے۔ جس کے متعلق تحریر کیا گیا ہے کہ وہ 22 مارچ 1940 کو منٹو پارک لا ہور (موجودہ اقبال پارک) میں ایک جم غفیر سے مخاطب ہیں .... درمیان والی لائن کی بائیں جانب پہلے نمبر پر چوہدری سرمحمد ظفر اللہ خان کی تصویر ہے جس کے متعلق صفحہ کے آخری حصے میں یہ الفاظ درج ہیں ۔ (ترجمہ):سرظفر اللہ خان (فوٹو۔ درمیان والی لائن بائیں جانب پہلے نمبر پر) کو ’’قرار داد ‘‘(پاکستان) کا اولین و بنیادی مسودہ تیار کرنے کا کریڈٹ حاصل ہے۔ بعد میں اس کے اہم نکات ایک میمورنڈم (یادداشت) کی شکل میں دہلی میں وائسرائے لارڈ لنلتھگو کو پیش کئے گئے ۔ اس کے بعد لاہور میں(مسلم لیگ ۔ مترجم) ورکنگ کمیٹی نے اسے مزید سنوارا (اور آخری شکل دی)۔(ڈان (انگریزی) مورخہ 18 جون 2017ء)

(ب)انگریزی اخبار ڈان نے اپنی 23 مارچ 2018ء کی اشاعت میں قرار داد لاہور (پاکستان) پر اہم مضامین شائع کئے ہیں اخبار کے صفحہ 3 پر مضمون نگار علی محمد صدیق کا ایک تاریخی اور معلوماتی مضمون شائع ہوا ہے جس کے پہلے کالم کے ایک اہم اقتباس کا ترجمہ نذر قارئین ہے:۔

یہ قرار داد کئی زعماء پر مشتمل ٹیم کی کاوش کی عکاسی کرتی تھی۔ ان زعماء میں سر ظفر اللہ خان جن کے متعلق یقین کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اس قرار داد کا مسودہ تیارکرنے میں خاطر خواہ حصہ لیا اور ابوالقاسم فضل الحق جنہوں نے اس قرارداد کو پیش کیا شامل تھے۔‘‘

(اقتباس از مضمون مطبوعہ ڈان مورخہ23مارچ 2018ء)

(ج)ڈاکٹررمیش کمار(ممبر قومی اسمبلی)کاایک حقیقت افروز مضمون ’’تحریک پاکستان‘‘میں ڈاکٹر موصوف اپنے مضمون مطبوعہ روزنامہ جنگ کے کالم نمبر 2 میں تحریر کرتے ہیں:۔

’’میں اپنے گزشتہ کالموں میں تفصیل سے روشنی ڈال چکا ہوں کہ قائداعظم ہندومسلم اتحاد کے سفیر کے نام سے جانے جاتے تھے۔ انڈین کانگرس کے غیر ضروری مسلمان مخالف اقدامات کی بدولت مسلمانوں میں یہ تاثر تقویت پا گیا تھا کہ انگریزوں کے ہندوستان چھوڑ دینے کے بعد وہ کانگریس کے رحم و کرم پر ہوں گے۔یہی وہ خدشات تھے جنہوں نے آگے چل کر تقسیم ہند کی راہ ہموار کی ۔‘‘ (کالم نمبر 2)

قرارداد پاکستان کا متن تیار کرنے والے

ڈاکٹر رمیش کمار آگے چل کر تحریر کرتے ہیں:۔

بہت کم پاکستانی اس حقیقت سے واقف ہوں گے کہ قرارداد پاکستان کا متن تیار کرنے والے جماعت احمدیہ کے سرظفر اللہ خان تھے۔

(ازمضمون مطبوعہ روزنامہ جنگ مورخہ 26 مارچ2018ءکالم نمبر5)

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل واحسان ہے کہ 23 مارچ 1940ء کی قرارداد پاکستان کے صرف 7 سال بعد اللہ تعالیٰ نے قائداعظم اور ان کے مخلص ساتھیوں کی انتھک اور بے لوث کوششوں اور کاوشوں کے نتیجہ میں مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جانے والے مسلمانان ہند کی مددفرمائی اور 14 اگست 1947ء کو بفضل اللہ تعالیٰ پیارا پاکستان دنیا کے نقشے پر روشن سورج کی مانند طلوع ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنا خاص فضل فرمائے اور وطن عزیز کو ہمیشہ سلامت و سرفراز رکھے۔ آمین

یہ دیس ہمارا ہے اسے ہم نے سنوارا ہے
اس کا ہر اک ذرہ ہمیں جان سے پیارا ہے
رنگ اس کو دیئے ہم نے اسے ہم نے نکھارا ہے

****

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام
اپنے بیٹے صاحبزادہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے ساتھ

حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹیؓ

حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت نے میری روح کو صاف کردیا اور سینہ دھو دیا

صحبت امام کی تاثیرات اور پیدا کردہ انقلاب کے متعلق دلگداز داستان

حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹیؓ نے خطبہ جمعہ 6اکتوبر 1899ء میں فرمایا:۔

میں نے بہت غور کی ہے اور میری عمر کا بہت بڑا حصہ اسی غوروفکر میں گزرا ہے اور اللہ علیم اس بات کا گواہ ہے کہ مجھے ہوش کے زمانہ سے یہی شوق دامنگیر رہا کہ خدا کی رضا کی راہیں حاصل کروں اور میری بڑی خواہش اور سب سے بڑی آرزو یہی رہی ہے کہ کسی طرح پر اپنے مولیٰ کریم کو راضی کروں۔

حضرت مولوی نورالدین (خداتعالیٰ ان پر اپنا بے حد فضل کرے) سے مجھے اللہ تعالیٰ نے ملا دیا اور اس طرح پر مجھے دین کی طرف اور قرآن کریم کے معارف اور حقائق کی طرف توجہ ہوئی۔ مگر بایں ہمہ بعض اخلاق ردیہ کی اصلاح نہ ہوئی اور طبیعت معاصی کی طرف اس طرح جاتی جیسے ایک سرکش جانور رسا تڑا کر بے اختیار دوڑتا ہے اور قابو سے نکل جاتا ہے اور میری روح میں وہ سیری اور لذت نہ ہوئی جس کا میں جویاں تھا۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم کے حقائق و معارف میں نے حضرت مولانا صاحب کے منہ سے سنے اور بہت فیض اٹھایا اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ پختہ … اور غیور بن گیا لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ کیا بات تھی جس سے روح میں ایک بیقراری اور اضطراب محسوس ہوتا تھا اور سکون اور جمعیت خاطر جس کے لئے صوفی تڑپتے ہیں میسر نہ آتی تھی اور اس اثنا میں، میں ایک بڑی ناسزا بات اور ناشدنی گردن زدنی عقیدہ کی پرورش میں بڑا متوجہ تھا اور گو یا بغل میں ایک بعل اور لات کو رکھتا تھا اور دل میں سمجھتا تھا کہ یہ خدا کی رضا کی راہ ہے مگر خداتعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس کے اختیار کرنے میں بھی نیت نیک تھی۔ ابھی میں 17یا18 برس کی عمر کا سادہ لڑکا تھا کہ سید احمد خان کے خیالات کے پڑھنے کا مجھے موقع ملا یعنی تہذیب اخلاق جو سید کے خیالات اور معتقدات کا آئینہ تھا میں اسے شروع اشاعت سے پڑھنے لگا اور تیس برس کی عمر تک اس میں متوغل رہا۔ سید صاحب کے قلم سے کوئی ایسا لفظ نہیں نکلا الاماشاء اللہ جو میں نے نہ پڑھا ہو ان کی تفسیر کو بڑے عشق سے پڑھتا برابر بیس بائیس برس کا زمانہ تھوڑا نہیں ایک بڑی مدت ہے۔ اس عرصہ میں بھی میری روح کو طمانیت اور سکینت حاصل نہ ہوئی اور وہی اضطراب اور بیقراری دامنگیر رہتی بلکہ بعض بعض اوقات میں اپنی تنہائی کی گھڑیوں میں ہلاک کرنے والی بے چینی محسوس کرتا اور میں آخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہنوز اگر خدا تعالیٰ کو خوش کیا ہوتا اور واقعی خداتعالیٰ سے سچا تعلق پیدا ہوگیا ہوتا تو ضرور تھا کہ سکینت اور طمانیت کا سرد پانی میرے ابلتے ہوئے کلیجہ کو ٹھنڈا کرتا۔ اس خیال سے تردد، تذبذب اور پریشانی اور بھی بڑھتی گئی۔

میرے مخدوم مولوی صاحب بھی سید صاحب کی تصانیف منگواتے اور صفات الٰہی کے مسئلہ میں ہمیشہ سید صاحب سے الگ رہے اور میں ان کے ساتھ ہو کر بھی سید صاحب کی ہر بات کی پیچ کرتا اور کبھی مولوی صاحب مجھ سے الجھ بھی پڑتے مگر میں اقرار کرتا ہوں کہ وہ میرے اس جن کے نکالنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ فتوحات ابن عربی اور امام غزالی کی احیاء العلوم کو میں نے کئی بار پڑھا اور خوب غور اور تدبر سے پڑھا مگر میں سچ کہتا ہوں کہ

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

کا ہی معاملہ رہا شاید میری روح ہی ایسی تھی کہ تسلی نہ پاسکتی تھی یا وہ خیالات واقعی طمانیت کا موجب نہ تھے۔ مگر اب کہوں گا کہ وہ خیالات ہی یقیناً یقیناً تسلی بخش راہ نہ دکھا سکتے تھے۔

بہرحال میں اس کو گناہ نہ سمجھتا تھا دل بیقرار رہتا تھا اور ایک دھڑکا لگا ہوا تھا۔ میں نے کئی بار رؤیا میں دیکھا کہ بڑے جلتے ہوئے شعلے مارتی ہوئی آگ کے بھٹوں میں اور کوندتی ہوئی بجلیوں میں ڈالا گیا ہوں اور پھر کئی بار بصیرت کی آنکھ سے دیکھا کہ بہشت میں ڈالا گیا ہوں۔ مگر میں وجوہات اور اسباب کو نہ سمجھتا تھا۔ اسی بیقراری اور اضطراب میں میری عمر کا ایک بڑا حصہ گزر گیا یہاں تک کہ حضرت مولوی نورالدین کے طفیل سے امام الزمان، نورٌ مرسل اور خلیفۃ اللہ کی صحبت نصیب ہوئی۔ حضرت مولانا نورالدین کو تو بہت برس پیشتر براہین احمدیہ کے اشتہار کے ایک پرچہ نے اس نور کا پتہ دے دیا تھا اور اس وقت ہمارے آقا حضرت مسیح موعودؑ ابھی گوشہ گزیں تھے اور کجدار و مریز دنیا میں ہنوز قدم نہ رکھا تھا۔

غرض مولوی صاحب نے مجھے امام الزمان کے متعلق فرمایا چونکہ مولوی صاحب کے ساتھ ایک خاص محبت اور ان پر اعلیٰ درجہ کا حسن ظن تھا میں نے مان لیا۔ مگر وہ بصیرت اور معرفت نصیب نہ ہوئی۔

مارچ 1889ء کا ذکر ہے کہ حضرت امام نے بیعت کا اشتہار شائع کیا اور مولوی صاحب لدھیانہ تشریف لے گئے اور مجھے بھی ساتھ لے گئے میں صاف کہوں گا کہ میں اپنی خوشی سے نہیں گیا بلکہ زور سے ساتھ لے گئے۔ ان دنوں میں بیعت کرنے کا اول فخر مولوی صاحب کو ہوا۔ مگر میں اس وقت بھی اڑ گیا اور روح میں کشائش اور سینہ میں انشراح نہ دیکھ کر رکا۔ مولوی صاحب کے اصرار اور الحاح سے بیعت کرلی۔ یہ سچا اظہار ہے شاید کسی کو فائدہ پہنچے اس کے بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ میری دل و روح میں ایک تبدیلی پیدا ہونی شروع ہوئی۔ میں نے اس دوا کو جس کا میں ایک عرصہ دراز سے جویاں تھا قریب یقین کیا۔ میرے دل میں ایک سکینت اترتی ہوئی محسوس ہوتی تھی اور دل میں ایک طاقت اور لذت آتی معلوم ہونے لگی۔ یہاں تک کہ 1890ء میں مسیح موعودؑ کے دعوے کا اعلان ہوا اور اس سال کے آخر میں حضور نے مجھے خط لکھا کہ میں ازالہ اوہام تصنیف کررہا ہوں اور بیمار ہوں کاپیاں پڑھنی، پروف دیکھنے، خطوط لکھنے کی تکلیف کا متحمل نہیں ہوسکتا جس طرح بن پڑے آجائیں۔ ادھر سے مولوی نورالدینؓ کا خط

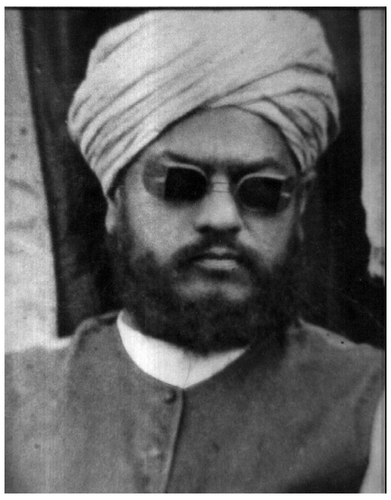

آیا کہ حضرت کو تکلیف بہت ہے لدھیانہ جلدی جاؤ۔ اس وقت میں مدرسہ میں مدرس تھا وہاں سے رخصت لے کر لدھیانہ پہنچا اور میں اقرار کرتا ہوں کہ ہنوز دنیا اور ہوائے دنیا سے میرا دل سیر اور نوکری سے قطعاً بیزار نہ ہوا تھا اور جو دس پندرہ روپے ملتے تھے انہیں غنیمت سمجھتا تھا اور عزم تھا کہ اختتام پر پھر اس سلسلہ کو اختیار کروں گا۔

مگر جب میں تین ماہ تک حضرت اقدس کی صحبت میں رہا اور یہ پہلا موقعہ اتنی دراز صحبت کا ملا۔ میں نہیں جانتا کہ وہ خیال اور وہ آرزو کدھر گئی۔ اس قسم کے خیالات سے میری روح کو صاف کردیا گیا اور میرا سینہ دھو دیا گیا اور اندر سے آواز آئی کہ تو دنیا کے کام کا نہیں۔ بس پھر کیا تھا۔ تین ماہ کی رخصت کے پورے ہوتے ہوتے یہ سب خیالات جاتے رہے اور پھر نہ واپس نہ استعفٰی خداتعالیٰ نے دنیا کی دلدل سے مجھے بالکل نکال دیا اس وقت سے لے کر 1893ء تک مجھ کو 6،6 مہینے اور برس تک بھی حضرت اقدس کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا اور اب تو ایک سیکنڈ اور طرفۃ العین کے لئے بھی میری روح جدائی گوارا نہیں کرتی اور ایک خوبصورت امید میرے سینہ میں ہے کہ انشاء اللہ میرا جینا میرا مرنا ان ہی پاؤں میں ہوگا اور اگر میں اب یہاں سے چند روز کے لئے کہیں جاتا ہوں تو دل کی آرزو کے خلاف مجبوراً پکڑا جاتا ہوں۔

غرض پھر مجھے آپ کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا اور اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ وہ بڑا ایمان جس کو سید احمد خان کے خیالات سے اقتباس کیا تھا وہ روح کو تقویٰ و طہارت بخشنے والی اور سچی سکینت دینے والی شے نہ تھی وہ ایک فلسفیانہ اور متردانہ اور متوہمانہ خوابہائے پریشان کا سرجوش ایمان یا جذبہ تھا ایک ایک وقت میں ان خیالات پر غور کرنے سے میری روح تڑپ تڑپ گئی ہے اور جسم پر لرزہ پڑ گیا ہے کہ میں کبھی جس کو صراط مستقیم سمجھتا تھا وہ خدا سے دور ڈالنے والی خطرناک راہ تھی میں راستی سے کہتا ہوں اور خدا گواہ ہے کہ ان خیالات کے متعلق حضرت اقدس سے کبھی کوئی مباحثہ نہیں ہوا بلکہ صرف اس کے منہ سے پاک باتیں سنتا رہا اور صفات الٰہی اور قرآن کریم کی عظمت اور خوبیوں کے تذکرے سنتا رہا۔ پھر آپ کی زندگی اور تعلیم و عمل نے بتایا کہ خدا کا متصرف اور زندہ ہونا اور متکلم خدا ہونا نہ کسی پہلے زمانہ میں تھا بلکہ اب بھی اسی طرح پر وہ حی، قیوم، متکلم اور متصرف خدا ہے۔ ان باتوں کو جب سنا، نہیں نہیں دیکھا تو جیسے ایک گھٹا ٹوپ اندھیرے میں چراغ کے آجانے سے ہر ایک چیز قرینہ سے رکھی ہوئی اور سجی ہوئی نظر آتی ہے۔ میں نے اپنے اندرایک روشنی دیکھی اور معرفت کا نور اور بصیرت کا چراغ میرے سینہ میں نظر آنے لگا۔ میں سمجھتا تھا کہ سید احمد خان کے خیالات میرے دل سے نہ نکل سکیں گے لیکن آخر خداتعالیٰ نے محض

اپنے فضل سے ان کو ایسا نکالا کہ گویا کبھی تھے ہی نہیں اور اب میں خداتعالیٰ کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ محض امام الزمان کی صحبت کے طفیل سے ان خیالات سے، مجھے اس سے کہیں زیادہ نفرت اور بیزاری ہے جیسے اور مردار کھانے سے۔

اور میں پھر کہتا ہوں کہ یہ شہادت اپنی تبدیلی کی محض اس لئے پیش کی ہے کہ تاکہ کسی سوچنے والے دل اور غور کرنے والی طبیعت کو ہدایت اور نور کی طرف رہبری کرسکے اور یہ بتلایا جاوے کہ ... شرک سے شدید بغض اور نفرت جو ایمانی غیرت کا تقاضا اور نور اور توحید سے محبت یہ اس ایک ہاں اسی ایک انسان کے پاک انفاس کا نتیجہ ہے۔ میں اللہ کے لئے یقین دلاتا ہوں کہ کفر اور لوازم کفر سے بغض رکھنا اور اسے دل میں مردار اور سور سمجھنا یہ ہر ایک انسان کا خاصہ اور ہر ایک کا دل گردہ نہیں اور جب تک ایک ہادی اور مرشد ایسا نہ ہو کہ اسے قلباً شرک سے بیزاری ہو اور اس کے انفاس طیبہ میں کفر سے بیزاری بخشنے والی پوری تاثیر نہ ہو جب تک انسان معاصی اور کفر اور فسق کی راہوں سے بچ نہیں سکتا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے آقا مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعودؑ ...کی صحبت اور آپ کے کلام سے مستفید ہونے والا بھی کفر سے واقعی بیزار ہو جاتا ہے اور کوئی گدی اور کوئی سلسلہ ایسا نہیں جو گناہ سے سچی نفرت دلاسکے اور جسے کفر و شرک سے لڑائی رہتی ہو اگر کوئی ہے تو ازراہ کرم بتاؤ۔

میرے دوستو ایک ہی انسان ہے جس کی صحبت میں آج گناہ سے نفرت، خدا سے الفت، رسول سے الفت پیدا ہوسکتی ہے۔ یہ ہے میرا حال اور اس کو اس لئے بیان کیا ہے تاکہ میرے دوستوں اور بھائیوں کو فائدہ اور دوسروں کو سبق ملے۔ باوجود اس کے کہ میں تا باستطاعت قرآن، فقہ، حدیث اور دین کی ضروری کتابیں پڑھتا مگر خودبخود بلا مدد دستگیرے اس منزل تک نہ پہنچ سکا جہاں مجھے پہنچنا تھا اور جو میری روح کی تسلی اور اطمینان کے لئے ضروری تھی جب تک کہ مجھے صحبت کا شرف حاصل نہیں ہوا۔

اکثر کہتے ہیں کہ قرآن اور حدیث کے ہوتے ہوئے کس امام کی ضرورت تھی۔ وہ احمق ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ باوجودیکہ آنکھوں میں نور اور کانوں میں شنوائی کے پردے موجود ہیں لیکن پھر بھی آفتاب اور ہوا کے بدوں وہ سن نہیں سکتے اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔ لاریب قرآن کریم ایک نور اور معرفت کی شمع روشن ہے لیکن ایک زندہ نمونہ درکار ہے جو قرآن کی طرف لے جاسکے اور قرآن سمجھا سکے۔ ... تقویٰ اللہ اور ایمان کی حقیقت معلوم کرنی چاہئے بلکہ اپنی زندگی اور روح میں اس کے اثروں کو محسوس اور اس کی کیفیتوں سے محظوظ ہونا چاہتے ہو تو امام کی صحبت کا شرف حاصل کرو اور چونکہ سب کے سب نہیں آسکتے اس لئے ایسا ہونا چاہئے کہ ہر محلہ اور ہر شہر میں سے ایک یا دو آدمی جو سمجھدار اور فراست اور ملکہ رکھتے ہوں اور خدا کی پاک باتوں کے سننے کا مذاق رکھتے ہوں وہ آئیں اور آسمانی علوم سے حصہ لیں۔

عزیزو! بڑی ضرورت ہے امام کے پاس بیٹھنے کی اور اس کی باتوں کو سننا بڑی بات ہے اگرکوئی اس امر سے بے نیازی ظاہر کرتا ہے تو وہ یاد رکھے کہ خداتعالیٰ اس سے بے نیاز ہے بے نیاز ہے۔

(الحکم 31۔اکتوبر 1899ء)

****

براہین احمدیہ کا اثر

حضرت سید ولی اللہ شاہؓ تحریر فرماتے ہیں:۔

’’والد حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ سابقہ تحصیل رعیہ ضلع سیالکوٹ (حال تحصیل وضلع نارووال) کے شفاخانہ میں انچارج ڈاکٹر تھے جن دنوں کا واقعہ بیان کرنے لگا ہوں ان دنوں میری عمر چھ سات برس سے زیادہ نہ تھی۔ تحصیل کے افسران تحصیلدار، نائب تحصیلدار ناظر اور انچارج تھانہ سبھی حضرت والد صاحب کی بہت عزت کرتے اور ان سے حسن عقیدت رکھتے۔ ان کی مستورات کا ہمارے گھر آنا جانا تھا۔ خواہ مسلم ہوں یا ہندو یا عیسائی۔ ان میں سے ایک ناظر حضرت والد صاحب کے بڑے عقیدت مند تھے۔ لیکن ان کا اپنا حال یہ تھا کہ راگ و ساز کے شیدائی اور ان کے لوازمات میں کھوئے ہوئے تھے۔ ایک دن ان کے بچوں سے ملنے ان کے ہاں گیا۔ ڈھولکی اور سارنگی کی آواز سن کر باہر کے ایک کمرے میں جھانکا۔ ساری مجلس مست ومگن تھی۔ لیکن ناظر صاحب کچھ شرمائے۔ سیدوں کی بڑی قدر کرتے تھے۔ گانا بجانا تو کچھ دیر کیلئے بند ہو گیا اور مجھے اندرون خانہ بھجوا دیا۔ ان کی دنیا کی رنگ رلیوں سے شغف میں ان کی ہر خاص و عام میں شہرت تھی۔ اب تک ان کی شکل نہیں بھولتی۔ بڑی بڑی مونچھیں اور داڑھی صاف۔ جب میں قادیان آیا تو ایک دن کیا دیکھتا ہوں کہ ایک صاحب سجدہ میں سرنگوں ہیں اور نہ معلوم اپنے مولا سے کس قسم کے رازونیاز کی کیفیت میں غائب۔ ان کے لمبے سجدوں اور طول طویل نماز کو دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔چہرے پر داڑھی تھی میں پہچان نہ سکا۔ نماز سے فارغ ہونے پر انہوں نے مجھے خود ہی گلے لگا لیا اور بتایا کہ وہ وہی مولا بخش بھٹی ہیں جو رعیہ میں ناظر تھے اور جس کی شہرت جیسی تھی سب کو معلوم ہے اور مجھے ان سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کوئی کتاب غالباً براہین احمدیہ پڑھنے کے لئے والد صاحب نے انہیں دی اور جب وہ رعیہ سے تبدیل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی توفیق بخشی اور یہ وہ مشہور صحابی ہیں جن کی اولاد سے ہمارے نہایت مخلص دوست ڈاکٹر شاہ نواز ہیں جنہوں نے ملازمت کے بعد اپنے آپ کو خدمت دین اور اشاعت اسلام کے لئے وقف کیا۔‘‘

(حضرت سید ولی اللہ شاہ، ص77)

****

جو کہا اُس نے پورانشاں ہو گیا

جو کہا اُس نے پورا نشاں ہو گیا
اک نئے دور کا پاسباں ہو گیا
وہ کڑی دھوپ میں سائباں ہو گیا
اُس کی خاطر زمیں نے دکھائے نشاں
اُس کی خاطر گواہ آسماں ہو گیا
جو کہا اُس نے پورا نشاں ہو گیا

اُس کی راہوں میں کانٹے بچھائے گئے
جبر کے پینترے آزمائے گئے
لاکھ سوچوں پہ پہرے بٹھائے گئے
لوگ آتے گئے کارواں ہو گیا
جو کہا اُس نے پورا نشاں ہو گیا

اُس کا دشمن ہوا جو کوئی معتبر
دیکھتے دیکھتے ہو گیا دربدر
جو فضاؤں میں تھا آ گیا خاک پر
حکمراں تھا کوئی بے اماں ہو گیا
جو کہا اُس نے پورا نشاں ہو گیا

اُس کے کوچے سے پھر ریگزاروں تلک
ریگزاروں سے پھر مرغزاروں تلک
اُس کی تبلیغ پہنچی کناروں تلک
مرجع خاص پھر قادیاں ہو گیا
جو کہا اُس نے پورا نشاں ہو گیا

دل شکستہ تھے اور حالت زار تھی
جبکہ طاعون کی ایک یلغار تھی
ہر گلی میں جنازوں کی بھرمار تھی
اُس کا گھر ایک دارالاماں ہو گیا
جو کہا اس نے پورا نشاں ہو گیا

دشمنوں پہ ملی اُس کو فتح مبیں
اُس کو اس بات کا بھی تھا کامل یقیں
مار سکتی نہیں ہے اُسے یہ زمیں
آسماں جس پہ ہو مہرباں ہو گیا
جو کہا اُس نے پورا نشاں ہو گیا

وہ محبت کے نغمات گاتا ہوا
دلفگاروں کو دل سے لگاتا ہوا
دلربا، دلنشیں، مسکراتا ہوا
عاشقوں کے لئے جانِ جاں ہوگیا
جو کہا اُس نے پورا نشاں ہوگیا

مبارک صدیقی۔لندن

حضرت مرزا بشیر احمدؓ

تبرکات

حضرت مسیح موعودؑ کے خُلقِ عظیم کے تین درخشاں پہلو

مؤرخہ 23 جنوری 1960ء کو جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ میں حضرت مرزا بشیر احمدؓ نے اپنا جو نہایت قیمتی اور بصیرت افروز مضمون پڑھا وہ احباب کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔سب سے پہلے یہ مضمون روزنامہ الفضل ربوہ میں9تا11فروری1960ءتین اقساط میں شائع ہوا۔اب60سال کے بعد ایک قسط میں اس شمارے کی شان میں اضافہ کررہاہے (ایڈیٹر)

آج حضرت میرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام، مقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی وفات پر نصف صدی سے کچھ اوپر گزرتا ہے۔ میں اس وقت قریباً پندرہ سال کا تھا اور یہ وقت پورے شعور کا زمانہ نہیں ہوتا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاقِ فاضلہ کے تین خاص پہلو اس قدر نمایاں ہو کر میری آنکھوں کے سامنے پھر رہے ہیں کہ گویا میں اب بھی اپنی ظاہری آنکھوں اور اپنے مادی کانوں سے ان کے بلند وبالا نقوش کو دیکھ رہا اور ان کی دلکش دلآویز گونج کو سن رہا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلقِ عظیم کے یہ تین پہلو (اول) محبتِ الٰہی (دوم) عشقِ رسول اور (سوم) شفقت علیٰ خلق اللہ سے تعلق رکھتے ہیں اور انہی تین پہلوؤں کے چند جستہ جستہ واقعات کے متعلق میں اس جگہ کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ میرا یہ بیان ایک طرح سے گویا دریا کو کوزے میں بند کرنے کی کوشش کا رنگ رکھتا ہے اور کوزہ بھی وہ جو بہت چھوٹااور بڑی تنگ سی جگہ میں محصور ہے۔ مگر خدا چاہے تو ایک مختصر سے بیان میں ہی غیر معمولی برکت ڈال سکتا ہے۔

وَمَا تَوۡفِيۡقِيۡ اِلَّا بِاللّٰهِ الۡعَظِيۡمِ۔ وَهُوَالۡمُسۡتَعَانُ فِيۡ كُلِّ حَالٍ وَّ حِيۡنٍ۔

محبت الٰہی

سب سے پہلے اور سب سے مقدم محبت الٰہی کا نمبر آتا ہے۔ کیونکہ یہ وہ چیز ہے جو خالق و مخلوق کے باہمی رشتہ کا مضبوط ترین پیوند اور فطرتِ انسانی کا جزوِ اعظم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اس روحانی پیوند کا بہت عجیب و غریب رنگ میں آغاز ہوا۔ اس کا تصور ایک صاحبِ دل انسان میں وجد کی سی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا جوانی کا عالم تھا جبکہ انسان کے دل میں دنیوی ترقی اور مادی آرام و آسائش کی خواہش اپنے پورے کمال پر ہوتی ہے۔ اور حضور کے بڑے بھائی صاحب ایک معزز عہدہ پر فائز ہو چکے تھے اور یہ بات بھی چھوٹے بھائی کے دل میں ایک گونہ رشک یا کم از کم نقل کا رجحان پیدا کر دیتی ہے۔ ایسے وقت میں حضرت مسیح موعودؑ کے والد صاحب نے علاقہ کے ایک سکھ زمیندار کے ذریعہ جو ہمارے دادا صاحب سے ملنے آیا تھا حضرت مسیح موعودؑ کو کہلا بھیجا کہ آج کل ایک ایسا بڑا افسر برسرِ اقتدار ہے جس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں۔ اس لئے اگر تمہیں نوکری کی خواہش ہو تو میں اس افسر کو کہہ کر تمہیں اچھی ملازمت دلا سکتا ہوں۔ یہ سکھ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہمارے دادا صاحب کا پیغام پہنچا کر تحریک کی کہ یہ ایک بہت عمدہ موقع ہے اسے ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے جواب میں بلاتوقف فرمایا حضرت والد صاحب سے عرض کر دو کہ میں ان کی محبت اور شفقت کا ممنون ہوں مگر ’’ میری نوکری کی فکر نہ کریں۔ میں نے جہاں نوکر ہونا تھا ہو چکا ہوں ‘‘

(سیرت المہدی جلد اول)

یہ سکھ زمیندار حضرت داداصاحب کی خدمت میں حیران و پریشان ہو کر واپس آیا اور عرض کیا کہ آپ کے بچے نے تو یہ جواب دیا ہے کہ’’ میں نے جہاں نوکر ہونا تھا ہو چکا ہوں۔ ‘‘ شائد وہ سکھ حضرت مسیح موعودؑ کے اس جواب کو اس وقت اچھی طرح سمجھا بھی نہ ہوگا۔ مگر دادا صاحب کی طبیعت بہت نکتہ شناس تھی۔ کچھ دیر خاموش رہ کر فرمانے لگے کہ اچھا غلام احمد نے یہ کہا ہے کہ میں نوکر ہو چکا ہوں تو پھر ٹھیک ہے اللہ اسے ضائع نہیں کرے گا۔ اور اس کے بعد کبھی کبھی حسرت کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ ’’سچا رستہ تو یہی ہے جو غلام احمد نے اختیار کیا ہے۔ ہم تو دنیاداری میں الجھ کر اپنی عمریں ضائع کر رہے ہیں۔‘‘ مگر باوجود اس کے وہ شفقتِ پدری اور دنیا کے ظاہری حالات کے ماتحت اکثر فکر مند بھی رہتے تھے کہ میرے بعد اس بچہ کا کیا ہوگا ؟ اور لازمیٔ بشری کے ماتحت حضرت مسیح موعودؑ کو بھی والد کے قربِ وفات کے خیال سے کسی قدر فکر ہوا۔ لیکن اسلام کا خدا بڑا وفادار اور بڑا قدر شناس آقا ہے۔ چنانچہ قبل اس کے کہ ہمارے دادا صاحب کی آنکھیں بند ہوں خدا نے اپنے اس نوکرِ شاہی کو جس نے اپنی جوانی میں اس کا دامن پکڑا تھا اس عظیم الشان الہام کے ذریعہ تسلی دی کہ :

اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبۡدَهٗ،

(تذکرہ صفحہ 20ایڈیشن چہارم)

یعنی اے میرے بندے! تو کس فکر میں ہے؟ کیا خدا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے اور بعض اوقات قسم کھا کر بیان فرماتے تھے کہ یہ الہام اس شان اور اس جلال کے ساتھ نازل ہوا کہ میرے دل کی گہرائیوں میں ایک فولادی میخ کی طرح پیوست ہو کر بیٹھ گیا۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس رنگ میں میری کفالت فرمائی کہ کوئی باپ یا کوئی رشتہ دار یا کوئی دوست کیا کر سکتا تھا ؟ اور فرماتے تھے کہ اس کے بعد مجھ پرخدا کے وہ متواتر احسان ہوئے کہ ناممکن ہے کہ میں ان کا شمار کر سکوں۔

(خلاصہ کتاب البریّہ جلد 13صفحہ194-195حاشیہ)

بلکہ ایک جگہ اس خدائی کفالت کا ذکر کرتے ہوئے انتہائی شکر کے انداز میں فرماتے ہیں کہ :

لُفَاظَاتُ الۡمَوَائِدِ كَانَ اُكۡلِيۡ وَصِرۡتُ الۡيَوۡمَ مِطۡعَامَ الۡاَهَالِيۡ

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5صفحہ 596)

یعنی ایک زمانہ تھا کہ دوسروں کے دسترخوانوں سے بچے ہوئے ٹکڑے میری خوراک ہوا کرتے تھے۔ مگر آج خدا کے فضل سے میرے دسترخوان پر خاندانوں کے خاندان پل رہے ہیں۔

یہ اس زمانہ کی بات ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام باہر مسجد میں یا اپنے چوبارے میں نماز اور روزہ اور تلاوتِ قرآن مجید اور ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور اندر سے ہماری تائی صاحبہ جن کے ہاتھ میں سارا انتظام تھا بچا ہو ا روکھا سوکھا کھانا آپ کو بھجوایا کرتی تھیں۔ خدا ئی نصرت اور خدائی کفالت کے اس عجیب و غریب واقعہ میں ہماری جماعت کے نوجوانوں اور خصوصاً واقف زندگی نوجوانوں کے لئے بھاری سبق ہے کہ اگر وہ بھی پاک و صاف نیت اور توکل علی اللہ کے خالص جذبہ کے ساتھ خدا کے نوکر بنیں گے تو وہ رحیم و کریم آقا جو سب وفاداروں سے بڑھ کر وفادار اور سب قدر شناسوں سے زیادہ قدر شناس ہے وہ انہیں بھی کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص اپنا ہاتھ خدا کے ہاتھ میں دے اور وہ اس کے ہاتھ کو تھامنے سے انکار کرتے ہوئے اسے بے سہارا چھوڑ دے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے کہ : ؎

تجھے دنیا میں ہے کس نے پکارا
کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا
تو پھر ہے کس قدر اس کو سہارا
کہ جس کا تُو ہی ہے سب سے پیارا

(اپنے بچوں کی آمین)

غالباً یہ بھی اسی سکھ زمیندار کا بیان ہے جس نے حضرت مسیح موعودؑ کو ہمارے دادا کی طرف سے نوکری کا پیغام لا کر دیا تھا کہ ایک دفعہ ایک بڑے افسر یا رئیس نے ہمارے دادا صاحب سے پوچھا کہ سنتا ہوں کہ آپ کا ایک چھوٹا لڑکا بھی ہے مگر ہم نے اسے کبھی دیکھا نہیں۔ دادا صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ہاں میرا ایک چھوٹا لڑکا تو ہے مگر وہ تازہ شادی شدہ دلہنوں کی طرح کم ہی نظر آتا ہے۔ اگر اسے دیکھنا ہوتو مسجد کے کسی گوشہ میں جاکر دیکھ لیں۔ وہ تو مسیتڑ ہے اور اکثر مسجد میں ہی رہتا ہے اور دنیا کے کاموں میں اسے کوئی دلچسپی نہیں۔ ہماری تائی صاحبہ کبھی کبھی بعد میں حضرت مسیح موعودؑ کی خداداد ترقی کو دیکھ کر اس روایت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کرتی تھیں کہ میرے تایا (یعنی ہمارے دادا صاحب) کو کیا علم تھا کہ کسی دن غلام احمد کی خوش بختی کیا پھل لائے گی۔

(سیرۃ المہدی و تذکرۃ المہدی مصنفہ پیر سراج الحق صاحب و سیرۃ مسیح موعودؑ مصنفہ عرفانی صاحب مخلوطاً)

خاکسار جب بھی یہ روایت سنتا ہے تو مجھے لازماً رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث یاد آجاتی ہے جس میں آپؐ فرماتے ہیں کہ :

رَجُلٌ كَانَ قَلۡبُه، مُعَلَّقاً بِالۡمَسۡجِدِ اِذَا خَرَجَ مِنۡهُ حَتّٰى يَعُوۡدَ اِلَيۡهِ

(سنن ترمذی کتاب الزھد عن رسول اللہ)

یعنی وہ شخص خدا کے خاص فضل و رحمت کے سایہ میں ہے جس کا دل ہر وقت مسجد میں لٹکا رہتا ہے۔

مسجد میں دل لٹکے رہنے سے یہ مراد ہے کہ ایسا شخص خدا کی محبت اور اس کی عبادت میں اتنا منہمک رہتا ہے کہ اس کا زیادہ وقت مسجد میں ہی گزرتا ہے اور اگر وہ کسی کام وغیرہ کی غرض سے مسجد سے باہر آتا ہے تو اس وقت بھی وہ گویا اپنا دل مسجد میں ہی چھوڑ آتا ہے کہ کب یہ کام ختم ہو اور کب میں اپنے نشیمن میں واپس پہنچوں۔ ہونے والے مامورین کی یہ بات ایسے حالات سے تعلق رکھتی ہے کہ جب وہ اپنے دعویٰ سے قبل ریاضات اور عبادات میں مشغول ہوتے ہیں ورنہ دعویٰ کے بعد تو ان کی زندگی

مجسم جہاد کا رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ جس کا ہر لمحہ باطل کا مقابلہ کرنے اور ڈوبتے ہوئے لوگوں کو بچانے میں گزرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں خدا کی محبت اتنی رچی ہوئی اور اتنا غلبہ پائے ہوئے تھی کہ اس کے مقابل پر ہر دوسری محبت ہیچ تھی اور آپ ارشاد نبویؐ کا کامل نمونہ تھے کہ :

اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ

(سنن ابو داؤد کتاب السنۃ باب مجانب اھل الاھواء و بُغْضُھُمْ)

یعنی سچے مومن کی ہر محبت اور ہر ناراضگی خدا کی محبت اور خدا کی ناراضگی کے تابع اور اسی کے واسطے سے ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ اپنی ایک فارسی نظم میں خدا کی حقیقی محبت کا پیمانہ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ :

ہرچہ غیرے خدا بخاطر تست
آں بتِ تُست اے بایماں سست
پُر حذر باش زیں بتانِ نہاں
دامنِ دل زِ دستِ شاں بُرہاں

(براہین احمدیہ حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 127-128)

یعنی جو چیز بھی خدا کے سوا تیرے دل میں ہے وہ (اے سست ایمان والے شخص) تیرے دل کا ایک بُت ہے۔ تجھے چاہئے کہ ان مخفی بتوں کی طرف سے ہوشیار رہ اور اپنے دل کے دامن کو ان بتوں کی دست بُرد سے بچا کر رکھ۔

یہ ایک عجیب نظارہ ہے کہ اِدھر حضرت مسیح موعودؑ نے خدا کی خاطر دنیا سے مُنہ موڑا اور اُدھر خدا نے آپ کو دین و دنیا کی نعمتیں عطا کرنی شروع کر دیں۔ بلکہ حق یہ ہے کہ اس نے دونوں جہان آپ کی جھولی میں ڈال دیئے۔ مگر آپ کی نظر میں خدا کی محبت اور اس کے قرب کے مقابل پر ہر دوسری نعمت ہیچ تھی۔ چنانچہ ایک جگہ خدا کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں :

اے سر و جان و دل و ہر ذرہ ام قربانِ تو
بر دِلم بکشا زِ رحمت ہر درِ عرفانِ تو
فلسفی کز عقل مے جوید تُرا دیوانہ ہست
دُور تر ہست از خرِدہا آں رہِ پنہانِ تو
از حریمِ تو ازیناں ہیچ کس آگہ نشد
ہر کہ آگہ شُد شُد از احسانِ بے پایانِ تو
عاشقانِ روئے خود را ہر دو عالم مے دہی
ہر دو عالم ہیچ پیشِ دیدہ غِلمانِ تو

(چشمۂ مسیحی، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 391-392)

یعنی اے وہ کہ تجھ پر میرا سر اور میری جان اور میرا دل اور میرا ہر ذرہ قربان ہے تو اپنے رحم و کرم سے میرے دل پر اپنے عرفان کا ہر رستہ کھول دے۔ وہ فلسفی تو دراصل عقل سے کورا ہے جو تجھے عقل کے ذریعہ تلاش کرتا ہے کیونکہ تیرا پوشیدہ رستہ عقلوں سے دور اور نظروں سے مستُور ہے۔ یہ سب لوگ تیری مقدّس بارگاہ سے بے خبر ہیں۔ تیرے دروازہ تک جب بھی کوئی شخص پہنچا ہے تو صرف تیرے احسان کے نتیجہ میں ہی پہنچا ہے۔ تو بے شک اپنے عاشقوں کو دونوں جہان بخش دیتا ہے مگر تیرے غلاموں کی نظر میں دونوں جہانوں کی کیا حقیقت ہے؟ وہ تو صرف تیرے منہ کے بھوکے ہوتے ہیں۔

دوست ان شعروں پر غور کریں۔ حضرت مسیح موعودؑ کس ناز سے فرماتے ہیں کہ اے میرے آسمانی آقا ! تو نے بے شک مجھے گویا دونوں جہانوں کی نعمتیں دے دی ہیں مگر مجھے ان نعمتوں سے کیا کام ہے؟ مجھے تو بس تُو چاہئے۔ یہ وہی بات ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو خدا نے نبوت دی۔ فرعون جیسے جبّار بادشاہ پر غلبہ بخشا۔ ایک قوم کی سرداری عطا کی مگر پھر بھی ان کی پُکار یہی رہی کہ ’’ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ‘‘(الاعراف:144) یعنی خدایا تیرے احسانوں کے نیچے میری گردن دبی ہوئی ہے مگر ذرا اپنا چہرہ بھی دکھا دیجئے! یہی حال اپنے محبوب آقا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ظلّیت میں حضرت مسیح موعودؑ کا تھا۔ چنانچہ دوسری جگہ فرماتے ہیں :

در دو عالم مرا عزیز توئی
وآنچہ میخواہم از تو نیز توئی

(دیباچہ براہین احمدیہ حصہ اول صفحہ 16 روحانی خزائن جلد 1)

یعنی دونوں جہانوں میں میرا تو بس تُو ہی محبوب ہے اور میں تجھ سے صرف تیرے ہی وصال کا آرزو مند ہوں۔

قرآن مجید سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس کے بے نظیر معنوی اور ظاہری محاسن کی وجہ سے بے حد عشق تھا۔ مگر باوجود اس کے قرآنی محبت کی اصل بنیاد بھی خدا ہی کی محبت پر قائم تھی۔ فرماتے ہیں:

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم)

یعنی قرآن کی خوبیاں تو ظاہروعیاں ہیں مگر اس کے ساتھ میری محبت کی اصل بنیاد اس بات پر ہے کہ اے میرے آسمانی آقا! وہ تیری طرف سے آیا ہوا مقدس صحیفہ ہے جسے بار بار چومنے اور اس کے گرد طواف کرنے کے لئے میرادل بے چین رہتا ہے۔

ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیاکہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیل گاڑی میں بیٹھ کر قادیان سے بٹالہ تشریف لے جا رہے تھے (اور یہ سفر بیل گاڑی کے ذریعہ قریباً پانچ گھنٹے کا تھا) حضرت مسیح موعودؑ نے قادیان سے نکلتے ہی اپنی حمائل شریف کھول لی اور سورہ فاتحہ کو پڑھنا شروع کیا اور برابر پانچ گھنٹے تک اسی سورۃ کو استغراق کے ساتھ پڑھتے رہے کہ گویا ایک وسیع سمندر ہے جس کی گہرائیوں میں آپ اپنے ازلی محبوب کی محبت و رحمت کے موتیوں کی تلاش میں غوطے لگا رہے ہیں۔

(سیرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ 106)

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کو اس کثرت اور اس تکرار کے ساتھ اپنی وفات کے قرب کے بارے میں الہام ہوئے کہ کوئی اور ہوتا تو اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ جاتے۔ مگر چونکہ آپ کو خدا کے ساتھ کامل محبت تھی اور اُخروی زندگی پر ایسا ایمان تھا کہ گویا آپ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ آپ ان پے در پے الہاموں کے باوجود ایسے شوق اور ایسے انہاک کے ساتھ دین کی خدمت میں لگے رہے کہ گویا کوئی بات ہوئی ہی نہیں۔ بلکہ اس خیال سے اپنی کوششوں کو تیز تر کر دیا کہ اب میں اپنے محبوب سے ملنے والا ہوں اس لئے اس کے قدموں میں ڈالنے کے لئے جتنے پھول چُن سکوں، چُن لوں۔

یہ اسی طرح کی کیفیت تھی جس کے ماتحت آپ کے آقا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں شوق کے ساتھ فرمایاتھا کہ :

اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

یعنی خدایا! اب میں تیرے قدموں میں حاضر ہو رہا ہوں اور تیری قریب ترین معیت کا آرزو مند ہوں۔

خدا نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس محبت کو ایسی قدر شناسی سے نوازا تھا کہ جو اسی کی بے پایاں رحمت کا حق اور اس کی بے نظیرقدر شناسی کے شایانِ شان ہے۔ چنانچہ آپ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے :

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ تَوْحِیْدِیْ وَ تَفْرِیْدِیْ۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ وَلَدِیْ۔
اِنِّیْ مَعَكَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ

(تذکرہ صفحہ 490،442،53ایڈیشن چہارم)

یعنی چونکہ اس زمانہ میں تُو میری توحید کا علم بردار ہے اور توحید کے کھوئے ہوئے متاع دنیا میں دوبارہ قائم کر رہا ہے۔اس لئے اے مسیح محمدی! تُو مجھے ایسا ہی پیارا ہے جیسے کہ میری توحید اور تفرید۔ اور چونکہ عیسائیوں نے جھوٹ اور افتراء کے طور پر اپنے مسیح کو خدا کا اصلی بیٹا بنا رکھا ہے اس لئے میری غیرت نے تقاضا کیا کہ میں تیرے ساتھ ایسا ہی پیار کروں کہ جو اولاد کا حق ہوتا ہے۔ تاکہ دنیا پر ظاہرہوکہ محمد رسول اللہ کے شاگرد تک اطفال اللہ کے مقام کو پہنچ سکتے ہیں۔اور چونکہ تو میرے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خدمت میں دن رات مستغرق اور اس کی محبت میں محو ہے۔ اس لئے میں تجھے اپنے اس محبوب کے روحانی فرزند کی حیثیت میں اپنی لازوال محبت اور اپنی دائمی معیت کے تمغہ سے نوازتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ کی اس محبت اور اس معیت اور اس غیرت پر ناز تھا۔ چنانچہ جب آپ کو 1904-05ء میں مولوی کرم دین والے مقدمہ میں یہ اطلاع ملی کہ ہندو مجسٹریٹ کی نیت ٹھیک نہیں اور وہ آپ کو قید کرانے کی داغ بیل ڈال رہا ہے تو آپ اس وقت ناسازی طبع کی وجہ سے لیٹے ہوئے تھے۔ یہ الفاظ سنتے ہی جوش کے ساتھ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور بڑے جلال کے ساتھ فرمایاکہ :

وہ خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے

(سیرۃ المہدی حصہ اول)

چنانچہ اپنے ایک شعر میں بھی فرماتے ہیں کہ : ؎

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زارونزار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

اور اسی نظم میں دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ : ؎

سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے میرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

دوستو! میں خدا کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی بے نظیر محبت اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ خدا کی لازوال محبت کی ایک بہت چھوٹی سی جھلک آپ کو دکھا رہا ہوں۔ اب اس بیج کو اپنے دلوں میں پیدا کرنا اور پھر اس پودے کو خدائی محبت کے پانی سے پروان چڑھانا آپ لوگوں کا کام ہے۔ قرآن کے اس زرّیں ارشاد کو کبھی نہ بھولو کہ :

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (البقرہ:166)

یعنی مومنوں کے دلوں میں خدا کی محبت سب دوسری محبتوں پر غالب ہونی چاہئے

محبتِ الٰہی کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ ایک جگہ ایسے رنگ میں گفتگو فرماتے ہیں کہ گویا آپ اس محبت کی شراب طہور میں مخمور ہوکر اپنے خدا سے ہمکلام ہو رہے ہیں۔ فرماتے ہیں :

’’میں ان نشانوں کو شمار نہیں کر سکتا جو مجھے معلوم ہیں (مگر دنیا انہیں نہیں دیکھتی لیکن اے میرے خدا) میں تجھے پہچانتا ہوں کہ تُو ہی میرا خدا ہے۔ اس لئے میری روح تیرے نام سے ایسی اُچھلتی ہے جیسا کہ ایک شیر خوار بچہ ماں کے دیکھنے سے لیکن اکثر لوگوں نے مجھے نہیں پہچانا اور نہ قبول کیا۔‘‘

(ضمیمہ تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 511)

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کو گواہ رکھ کر فرماتے ہیں :

’’دیکھ ! میری روح نہایت توکّل کے ساتھ تیری طرف ایسی پرواز کر رہی ہے جیسا کہ پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے۔سو میں تیری قدرت کے نشان کا خواہش مند ہوں۔ لیکن نہ اپنے لئے اور نہ اپنی عزت کے لئے بلکہ اس کے لئے کہ لوگ تجھے پہچانیں

اور تیری پاک راہوں کو اختیار کریں۔“

(ضمیمہ تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 511)

پھر اسی محبت الٰہی کے جوش میں اپنے اور اپنے مخالفوں کے درمیان حق و انصاف کا فیصلہ چاہتے ہوئے اپنی جان اور اپنے مال و متاع اور اپنی عزت و آبرو اوراپنے جمیع کاروبار کی بازی لگاتے ہوئے خدا کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں اور کس جذبہ اور ولولہ سے فرماتے ہیں : ؎

اے قدیر و خالق و ارض و سما
اے رحیم و مہربان و رہنما
اے کہ میداری تو بر دلہا نظر
اے کہ از تو نیست چیزے مستتر
گر تو مے بینی مرا پُرفسق و شرّ
گر تو دیدستی کہ ہستم بد گہر
پارہ پارہ کن منِ بدکار را
شاد کن، ایں زمرۂ اغیار را
آتش افشاں بر در و دیوارِ من
دشمنم باش و تبہ کن کارِ من
در مرا از بند گانت یافتی
قبلۂ من آستانت یافتی
در دِلِ من آں محبت دیدۂ
کز جہاں آں راز را پوشیدۂ
بامن از روئے محبت کار کن
اند کے افشاءِ آں اسرار کن
اے کہ آئی سوئے ہر جویندۂ
واقفی از سوز ہر سوزندۂ
زاں تعلق ہا کہ با تو داشتم
زاں محبت ہا کہ در دِل کاشتم
خود بروں آ از پئے ابراءِ من
اے تو کہف و ملجاء و ماوائے من
آتشے کاندر دِلم افروختی
وز دمِ آں غیر خود را سوختی
ہم ازاں آتش رُخِ من بر فروز
ویں شبِ تارم مبدّل کن بروز

(حقیقۃ المہدی، روحانی خزائن جلد 14صفحہ 434)

یعنی اے میرے قادرو قدیر خدا! اے وہ جو زمین و آسمان کا واحد خالق و مالک ہے۔اے وہ جو اپنے بندوں پر بے انتہا رحم کرنے والا اور ان کی ہدایت کا بے حد آرزو مند ہے۔ہاں اے میرے آسمانی آقا! جو لوگوں کے دلوں کی گہرائیوں پر نظر رکھتا ہے جس پر زمین و آسمان کی کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ اگر تو دیکھتا ہے کہ میرا اندرونہ فسق و فساد اور فتنہ و شر کی نجاست سے بھرا ہوا ہے۔ اگر تو مجھے ایک بد فطرت اورایک ناپاک سیرت انسان خیال کرتا ہے تو میں تجھے تیرے جبروت کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھ بدکار کو پارہ پارہ کر کے رکھ دے اور میرے مخالفوں کے دلوں کو ٹھنڈا کر۔تو میرے درو دیوار پر اپنے عذاب کی آگ برسا اور میرا دشمن بن کر میرے کاموں کو تباہ و برباد کر دے۔ لیکن اگر تو جانتا ہے کہ میں تیرا اور صرف تیرا ہی بندہ ہوں۔اور اگر تو دیکھ رہا ہے کہ صرف تیرا ہی مبارک آستانہ میری پیشانی کی سجدہ گاہ ہے۔ اگر تو میرے دل میں اپنی بے پناہ محبت پاتا ہے جس کا راز اس وقت تک دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔ تو اے میرے پیارے آقا ! تو مجھے اپنی محبت کا کرشمہ دکھا اور میرے عشق کے پوشیدہ راز کو لوگوں پر ظاہر فرمادے۔ ہاں اے وہ جو کہ ہر متلاشی کی طرف خود چل کے آتا ہے اور ہر اس شخص کے دل کی آگ سے واقف ہے جو تیری محبت میں جل رہا ہے۔ میں تجھے اپنی اس محبت کے پودے کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ جو میں نے تیرے دل کی گہرائیوں میں لگا رکھا ہے کہ تو میری بریّت کے لئے باہر نکل آ۔ ہاں ہاں اے وہ جو میری پناہ اور میرا سہارا اور میری حفاظت کا قلعہ ہے۔وہ محبت کی آگ جو تُو نے اپنے ہاتھ سے میرے دل میں روشن کی ہے اور جس کی وجہ سے میرے دل و دماغ میں تیرے سوا ہر دوسرا خیال جل کر راکھ ہو چکا ہے۔ تُو اب اسی آگ کے ذریعہ میرے پوشیدہ چہرے کو دنیا پر ظاہر کر دے اور میری تاریک رات کو دن کی روشنی میں بدل دے۔

اس عجیب و غریب نظم میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ جس بے پناہ محبت کا اظہار کیا ہے وہ اتنی ظاہر وعیاں ہے کہ اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ ان اشعار کے الفاظ اس اسفنج کے ٹکڑے کا رنگ رکھتے ہیں جس کے رگ و ریشہ میں مصفّٰی پانی کے قطرات اس طرح بھرے ہوئے ہوں کہ اسفنج کو پانی سے اور پانی کو اسفنج سے ممتاز کرنا ناممکن ہو جائے۔ مگر میں ان اشعار کی تحدّی اور خدائی نصرت پر کامل بھروسہ کے پہلو کے متعلق دوستوں کو ضرور تھوڑی سی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ یہ اشعار جیسا کہ ہماری جماعت کے اکثر واقف کار اصحاب جانتے ہیں 1899ء میں کہے گئے تھے جس پر اس وقت ساٹھ سال کا عرصہ گزرا ہے۔ جس کا زمانہ پانے والے اس وقت ہزاروں لاکھوں لوگ موجود ہوں گے اور یہ عرصہ قوموں کی زندگی میں گویا کچھ بھی نہیں۔ مگر اس قلیل عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ان غیرت دلانے والے متحدّیانہ الفاظ کے نتیجہ میں جس غیر معمولی رنگ میں ہزاروں مخالفتوں کے باوجود آپ کے سلسلہ کو ترقی دی اور اس کی نصرت فرمائی اور اسے پھیلایا اور اسے اوپر اٹھایا ہے۔ اس کا چھوٹا سا نظارہ ہمارے سالانہ جلسوں میں نظر آتا ہے۔ جبکہ دو تین سو کی تعداد سے ترقی کر کے جماعت احمدیہ کے نمائندے (نہ کہ کل افراد) جو آج کل جلسہ سالانہ کے موقع پر مرکزِ سلسلہ میں جمع ہوتے ہیں خدا کے فضل سے قریباً ستر اسّی ہزار کی تعداد کو پہنچ جاتے ہیں اور احمدیت کے ذریعہ اسلام کا جھنڈا دنیا کے اکثر آزاد ملکوں میں بلند و بالا ہوکر لہرارہا ہے۔اور جو لوگ اس سے پہلے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ گالیاں دیتے تھے وہ آج مسیح محمدی کے خدام کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہو کر آپ پر درود و سلام بھیج رہے ہیں۔یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

(الاحزاب:57)

بالآخر میں اپنے مضمون کے اس حصہ کے متعلق جو محبتِ الٰہی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے صرف یہ بات کہہ کر اسے ختم کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی محبت کا جذبہ آپ کی ذات تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ آپ کو اس بات کی بھی انتہائی تڑپ تھی کہ یہ عشق کی چنگاری دوسروں کے دلوں میں بھی پیدا ہو جائے۔چنانچہ آپ اپنی مشہور و معروف تصنیف ”کشتی نوح “میں فرماتے ہیں :

”وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ہمارا بہشت ہماراخداہے۔ ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں۔کیونکہ ہم نے اس کو دیکھااور ہرایک خوبصورتی اس میں پائی۔یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دف سے بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سُن لیں۔ اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 21-22)

دوستو! ان الفاظ پر غور کرواور اس محبت اور اس تڑپ کی گہرائی کا اندازہ لگانے کی کوشش کرو جو ان الفاظ کی تہہ میں پنہاں ہے۔ آپ یقینا اس کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتے مگر جس قدر اندازہ بھی آپ اپنے ظرف کے مطابق کریں گے اس کے نتیجہ میں لازماً آپ کی روحانیت میں علیٰ قدرِ مراتب غیر معمولی بلندی اورغیر معمولی ترقی اور غیر معمولی روشنی پیدا ہوگی۔

عشقِ رسولؐ

محبتِ الٰہی کے بعد دوسرے نمبر پر عشقِ رسولؐ کا سوال آتا ہے۔ سو اس میدان میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام عدیم المثال تھا۔ آپؑ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ :

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمّرم
گر کُفر ایں بود بخدا سخت کافرم

(ازالۂ اوہام)

یعنی میں خدا کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں مخمور ہوں۔ اگر میرا عشق کسی کی نظر میں کفر ہے تو خدا کی قسم! میں ایک سخت کافر انسان ہوں۔

یہ خاکسار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں پیدا ہوا اور یہ خدا کی ایک عظیم الشان نعمت ہے جس کے شکریہ کے لئے میری زبان میں طاقت نہیں۔بلکہ حق یہ ہے کہ میرے دل میں اس شکریہ کے تصور تک کی گنجائش نہیں۔مگر میں نے ایک دن مر کر خدا کو جان دینی ہے۔ میں اسی آسمانی آقا کو حاضروناظر جان کر کہتا ہوں کہ میرے دیکھنے میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر بلکہ محض نام لینے پر ہی حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھلی نہ آگئی ہو۔ آپ کے دل و دماغ بلکہ سارے جسم کا رؤاں رؤاں اپنے آقا حضرت سرور کائنات فخر موجوداتؐ کے عشق سے معمور تھا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے مکان کے ساتھ والی چھوٹی مسجد جو مسجد مبارک کہلاتی ہے اکیلے ٹہل رہے تھے اور آہستہ آہستہ کچھ گنگناتے جا تے تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی تار بہتی چلی جا رہی تھی۔ اس وقت ایک مخلص دوست نے باہر سے آکر سنا تو آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت حسان بن ثابتؓ کا ایک شعر پڑھ رہے تھے جو حضرت حسانؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کہا تھا اور وہ شعر یہ ہے :

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ
فَعَمِیَ عَلَیْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَآءَ بَعْدَكَ فَلْیَمُتْ
فَعَلَیْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

(دیوان حسان بن ثابت)

یعنی اے خدا کے پیارے رسولؐ! تُو میری آنکھ کی پُتلی تھا جو آج تیری وفات کی وجہ سے اندھی ہو گئی ہے۔ اب تیرے بعد جو چاہے مرے، مجھے تو صرف تیری موت کا ڈر تھا جو واقع ہو گئی۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس طرح روتے ہوئے دیکھا اور اس وقت آپ مسجد میں بالکل اکیلے ٹہل رہے تھے تو میں نے گھبراکر عرض کیا کہ حضرت! یہ کیا معاملہ ہے اور حضور کو کونسا صدمہ پہنچا ہے ؟حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا میں اس وقت حسان بن ثابتؓ کا یہ شعر پڑھ رہا تھا اور میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہو رہی تھی کہ ” کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا “

دنیا جانتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر سخت سے

سخت زمانے آئے۔ ہر قسم کی تنگی دیکھی۔ طرح طرح کے مصائب برداشت کئے۔ حوادث کی آندھیاں سر سے گزریں۔ مخالفوں کی طرف سے انتہائی تلخیوں اور ایذاؤں کا مزا چکھا۔ حتیٰ کہ قتل کے سازشی مقدمات میں سے بھی گزرنا پڑا۔ بچوں اور عزیزوں اور دوستوں اور اپنے جاں نثار فدائیوں کی موت کے نظارے بھی دیکھے مگر کبھی آپ کی آنکھوں نے آپ کے قلبی جذبات کی غمازی نہیں کی۔ لیکن علیحدگی میں اپنے آقا رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متعلق (اور وفات بھی جس پر تیرہ سو سال گزر چکے تھے) یہ محبت کا شعر یاد کرتے ہوئے آپ کی آنکھیں سیلاب کی طرح بہہ نکلیں۔ اور آپ کی یہ قلبی حسرت چھلک کر باہر آگئی کہ ’’کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا ‘‘

قادیان میں ایک صاحب محمد عبداللہ ہوتے تھے جنہیں لوگ پروفیسر کہہ کر پکارتے تھے۔ وہ زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن بہت مخلص تھے اور چھوٹی عمر کے بچوں کو مختلف قسم کے نظاروں کی تصویریں دکھا کر اپنا پیٹ پالا کرتے تھے۔ مگر جوش اور غصے میں بعض اوقات اپنا توازن کھو بیٹھتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں کسی نے بیان کیا کہ فلاں مخالف نے حضور کے متعلق فلاں جگہ بڑی سخت زبانی سے کام لیا ہے اور حضور کو گالیاں دی ہیں۔ پروفیسر صاحب طیش میں آکر بولے کہ اگر میں ہوتا تو اس کا سر پھوڑ دیتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بے ساختہ فرمایا ’’ نہیں نہیں ایسا نہیں چاہیئے۔ ہماری تعلیم صبر اور نرمی کی ہے۔‘‘ پروفیسر صاحب اس وقت غصے میں آپے سے باہرہورہے تھے۔ جوش کے ساتھ بولے واہ صاحب واہ ! یہ کیا بات ہے۔آپ کے پیر (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی شخص بُرا بھلا کہے تو آپ فوراً مباہلہ کے ذریعہ اسے جہنم تک پہنچانے کو تیار ہو جاتے ہیں مگر ہمیں یہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص آپ کو ہمارے سامنے گالی دے تو ہم صبر کریں؟ پروفیسر صاحب کی یہ غلطی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بڑھ کر کس نے صبر کیا ہے اور کس نے کرنا ہے ؟ مگر اس چھوٹے سے واقعہ میں عشقِ رسولؐ اور غیرتِ ناموسِ رسولؐ کی وہ جھلک نظر آتی ہے جس کی مثال کم ملے گی۔

پنڈت لیکھرام کو کون نہیں جانتا۔ وہ آریہ سماج کے بہت بڑے مذہبی لیڈر تھے اور اس کے ساتھ ہی اسلام کے بد ترین دشمن بھی تھے۔ جن کی زبان اسلام اور مقدس بانیٔ اسلام کی مخالفت میں قینچی کی طرح چلتی اور چھری کی طرح کاٹتی تھی۔ انہوں نے ساری عمر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابل پر کھڑے ہو کر اسلام اور مقدس بانی اسلامؐ پر گندے سے گندے اعتراض کئے اور ہر دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے ان کو ایسے دندان شکن جواب دیئے کہ کوئی کیا دے گا۔ مگر یہ صاحب رُکنے والے نہیں تھے۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور پنڈت لیکھرام کا یہ مقابلہ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک مباہلہ پر ختم ہوا۔ جس کے نتیجہ میں پنڈت جی حضرت مسیح موعودؑ کی دن دونی رات چوگنی ترقی دیکھتے ہوئے اور ہزاروں حسرتیں اپنے سینہ میں لئے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ انہی پنڈت لیکھرام کا یہ واقعہ ہے کہ ایک دفعہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کسی سفر میں ایک سٹیشن پر گاڑی کا انتظار کر رہے تھے کہ پنڈت لیکھرام کا بھی ادھر سے گزر ہو گیا۔ اور یہ معلوم کر کے کہ حضرت مسیح موعودؑ اس جگہ تشریف لائے ہوئے ہیں پنڈت جی دنیا داروں کے رنگ میں اپنے دل کے اندر آگ کا شعلہ دبائے ہوئے آپ کے سامنے آئے۔ آپ اس وقت نماز کی تیاری میں وضو فرما رہے تھے۔ پنڈت لیکھرام نے آپ کے سامنے آکر ہندوانہ طریق پر سلام کیا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا گویا کہ دیکھا ہی نہیں۔ اس پر پنڈت جی نے دوسرے رُخ سے ہو کر پھر دوسری دفعہ سلام کیا اور حضرت مسیح موعودؑ پھر خاموش رہے۔ جب پنڈت جی مایوس ہو کر لوٹ گئے تو کسی نے یہ خیال کر کے کہ شاید حضرت مسیح موعودؑ نے پنڈت لیکھرام کا سلام نہیں سنا ہوگا حضور سے عرض کیا کہ پنڈت لیکھرام آئے تھے اور سلام کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی غیرت کے ساتھ فرمایا کہ :

’’ہمارے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے!!!‘‘

(سیرۃ المہدی و سیرۃ مسیح موعودؑ مصنفہ عرفانی صاحب)

یہ اس شخص کا کلام ہے جو ہر طبقہ کے لوگوں کے لئے مجسم رحمت تھا۔ ہندوؤں میں اس کے روز کے ملنے والے دوست تھے اور سکھوں میں اس کے دوست تھے اور عیسائیوں میں اس کے دوست تھے اور اس نے ہر قوم کے ساتھ انتہائی شفقت اور انتہائی ہمدردی کا سلوک کیا۔ مگر جب اس کے آقا اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیرت کا سوال آیا تو اس سے بڑھ کر ننگی تلوار دنیا میں کوئی نہیں تھی۔

اسی قسم کا ایک واقعہ لاہور کے جلسہ ’’وچھو والی ‘‘ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ آریہ صاحبان نے لاہور میں ایک جلسہ منعقد کیا اور اس میں شرکت کرنے کے لئے ہر مذہب و ملت کو دعوت دی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے باصرار درخواست کی کہ آپ اس بین الاقوامی جلسہ کے لئے کوئی مضمون تحریرفرمائیں۔ اور وعدہ کیاکہ جلسہ میں کوئی بات خلافِ تہذیب اور کسی مذہب کی دلآزاری کا رنگ رکھنے والی نہیں ہو گی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک ممتاز حواری حضرت مولوی نورالدین کو جو بعد میں جماعت احمدیہ کے خلیفہ اوّل مقرر ہوئے بہت سے احمدیوں کے ساتھ لاہور روانہ کیا۔ اور ان کے ہاتھ ایک مضمون لکھ کر بھیجا جس میں اسلام کے محاسن بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اور بڑے دلکش رنگ میں بیان کئے گئے تھے۔ مگر جب آریہ صاحبان کی طرف سے مضمون پڑھنے والے کی باری آئی تو اس بندۂ خدا نے اپنی قوم کے وعدوں کو بالائے طاق رکھ کر اپنے مضمون میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اتنا زہراُگلا اور ایسا گند اُچھالا کہ خدا کی پناہ۔ جب اس جلسہ کی اطلاع حضرت مسیح موعودؑ کو پہنچی اور جلسہ میں شرکت کرنے والے احباب قادیان واپس آئے تو آپ حضرت مولوی نورالدین اور دوسرے احمدیوں پر سخت ناراض ہوئے اور بار بارجوش کے ساتھ فرمایا کہ جس مجلس میں ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا بھلا کہاگیا اور گالیاں دی گئیں تم اس مجلس میں کیوں بیٹھے رہے؟ اور کیوں نہ فوراً اٹھ کر باہر چلے آئے؟ تمہاری غیرت نے کس طرح برداشت کیا کہ تمہارے آقا کو گالیاں دی گئیں اور تم خاموش بیٹھے سنتے رہے؟ اور پھر آپ نے بڑے جوش کے ساتھ یہ قرآنی آیت پڑھی کہ :

اِذَا سَمِعۡتُمۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکۡفَرُ بِہَا وَ یُسۡتَہۡزَاُ بِہَا فَلَا تَقۡعُدُوۡا مَعَہُمۡ حَتّٰی یَخُوۡضُوۡا فِیۡ حَدِیۡثٍ غَیۡرِہٖ (النساء:141)

یعنی اے مومنو! جب تم سنو کے خدا کی آیات کا دل آزار رنگ میں کفر کیاجاتا ہے اور ان پر ہنسی اُڑائی جاتی ہے تو تم ایسی مجلس سے فوراً اُٹھ جایا کروتا وقتیکہ یہ لوگ کسی مہذبانہ اندازِ گفتگو کو اختیار کریں۔

اس مجلس میں حضرت مولوی نورالدینؓ (خلیفہ اوّل) بھی موجود تھے اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ پرندامت کے ساتھ سر نیچے ڈالے بیٹھے رہے۔ بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کے اس غیورانہ کلام سے ساری مجلس ہی شرم اور ندامت سے کٹی جارہی تھی۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول)

خان بہادر مرزا سلطان احمد کو جماعت کے سب یا کم از کم اکثر دوست جانتے ہیں۔وہ ہماری بڑی والدہ صاحبہ کے بطن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سب سے بڑے لڑکے تھے جو ڈپٹی کمشنر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے اور دنیا کا بڑا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی بھر حضور کی بیعت میں داخل نہیں ہوئے بلکہ حضور سے علیحدہ ہی رہے اور حضورؑ کے خاندانی مخالفوں سے اپنا تعلق قائم رکھا۔ گو بعد میں انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زمانہ میں بیعت کر لی اور اس طرح آپ نے ہم تین بھائیوں کو چار کر دیا۔ بہر حال خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کے غیر احمدی ہونے کے زمانہ کی بات ہے کہ ایک دفعہ مجھے خیال آیا کہ ان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی زمانہ کے اخلاق و عادات کے متعلق کچھ دریافت کروں۔ چنانچہ میرے پوچھنے پر انہوں نے فرمایا کہ :

’’ ایک بات میں نے والد (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) میں خاص طور پر دیکھی ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف والد صاحب ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص آنحضرتؐ کی شان کے خلاف ذرا سی بات بھی کہتا تھا تو والد صاحب کا چہرہ سُرخ ہو جاتا تھااور غصے سے آنکھیں متغیر ہونے لگتی تھیں اور فوراً ایسی مجلس سے اُٹھ کر چلے جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو والد صاحب کو عشق تھا۔ ایسا عشق میں نے کبھی کسی میں نہیں دیکھا۔ اور مرزا سلطان احمد صاحب نے اس بات کو بار بار دہرایا۔‘‘ (سیرۃ المہدی حصہ اول)

یہ اس شخص کی شہادت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں شامل نہیں تھا۔ جس نے حضرت مسیح موعودؑ کو اپنی جوانی سے لے کر حضورؑ کی وفات تک دیکھا۔ جس نے اسّی سال کی عمر میں وفات پائی۔ جس کے تعلقات کا دائرہ اپنی معزز ملازمت اور اپنے ادبی کارناموں کی وجہ سے نہایت وسیع تھا اور جو اپنے سوشل تعلقات میں بالکل صحیح طور پر کہہ سکتا تھا کہ :

’’جفتِ خوش حالاں و بد حالاں شدم‘‘

مگر حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں غیر احمدی ہونے کے باوجود اس کے عمر بھر کے مشاہدہ کا نچوڑ اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ :

’’ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والد صاحب کو عشق تھا۔ ایسا عشق میں نے کسی شخص میں نہیں دیکھا۔‘‘

ایک دفعہ بالکل گھریلو ماحول کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی طبیعت کچھ ناساز تھی اور آپ گھر میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور حضرت اماں جان نَوَّرَاللّٰہُ مَرۡقَدَھَا اور ہمارے نانا جان یعنی حضرت میر ناصر نواب بھی پاس بیٹھے تھے کہ حج کا ذکر شروع ہو گیا۔ حضرت ناناجان نے کوئی ایسی بات کہی کہ اب تو حج کے لئے سفر اور رستے وغیرہ کی سہولت پیدا ہو رہی ہے۔ حج کو چلنا چاہئے۔ اس وقت زیارتِ حرمین شریفین کے تصور میں حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں اور آپؑ اپنے ہاتھ کی انگلی سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ حضرت نانا جان کی بات سن کر فرمایا:

’’یہ تو ٹھیک ہے اور ہماری بھی دلی خواہش ہے۔مگر میں سوچا کرتاہوں کہ کیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کو دیکھ بھی سکوں گا؟‘‘

(روایات نواب مبارکہ بیگم صاحبہ)

یہ ایک خالصتاً گھریلوماحول کی بظاہر چھوٹی سی بات ہے۔ لیکن اگر غور کیاجائے تو اس میں اس اتھاہ سمندر کی طغیانی لہریں کھیلتی ہوئی نظر آتی ہیں جو عشقِ رسولؐ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے قلبِ صافی میں موجزن تھیں۔حج کی کس سچے مسلمان کی خواہش نہیں مگر ذرا اس شخص کی بے پایاں محبت کا اندازہ لگاؤجس کی روح

حج کے تصور میں پروانہ وار رسول پاکؐ (فداہ نفسی) کے مزار پر پہنچ جاتی ہے۔ اور وہاں اس کی آنکھیں اس نظارہ کی تاب نہ لا کر بند ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی عشق کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپؐ کی آل و اولاد اور آپؐ کے صحابہؓ کے ساتھ بھی بے پناہ محبت تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ جب محرم کامہینہ تھا اور حضرت مسیح موعودؑ اپنے باغ میں ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے آپؑ نے ہماری ہمشیرہ مبارکہ بیگم سلمہا اور ہمارے بھائی مبارک احمد مرحوم کو جو سب بہن بھائیوں سے چھوٹے تھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا:

’’ آؤ میں تمہیں محرم کی کہانی سناؤں‘‘

پھر آپؑ نے بڑے دردناک انداز میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے واقعات سنائے۔ آپؑ یہ واقعات سناتے جاتے تھے اور آپؑ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپؑ اپنی انگلیوں کے پوروں سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ اس دردناک کہانی کو ختم کرنے کے بعد آپؑ نے بڑے کرب کے ساتھ فرمایا ’’یزید پلید نے یہ ظلم ہمارے نبی کریمؐ کے نواسے پر کروایا مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا۔‘‘اس وقت آپؑ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور اپنے آقاصلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ کی المناک شہادت کے تصور سے آپؑ کا دل بہت بے چین ہو رہاتھا۔ اور یہ سب کچھ رسولِ پاکؐ کے عشق کی وجہ سے تھا۔

(روایات نواب مبارکہ بیگم)

چنانچہ اپنی ایک نظم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں :

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
تیری الفت سے ہے مامور میرا ہر ذرّہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5صفحہ 225)

یہ اسی عشق کا نتیجہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہر وہ منظوم اور منثور کلام جو آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں رقم فرمایا ایسے شہد کے چھتے کا رنگ اختیار کر گیا تھا جس میں شہد کی کثرت کی وجہ سے عَسَلِ مصفّٰی کے قطرے گرنے شروع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں اور کس محبانہ انداز میں فرماتے ہیں کہ :ـ

عجب نوریست در جانِ محمدؐ
عجب لَعلیسُت در کانِ محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ
دریں رہ گر کُشَنْدم در بسوزند
نتابم رُو زِ ایوانِ محمدؐ
تو جانِ ما منور کر دی از عشق
فدایت جانم اے جانِ محمدؐ

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5صفحہ 649)

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں خدا نے عجیب نور ودیعت کر رکھا ہے اور آپؐ کی مقدس کان عجیب و غریب جواہرات سے بھری پڑی ہے۔ اگر اے منکرو! تم محمدؐ کی صداقت کی دلیل چاہتے ہو تو دلیلیں تو بے شمار ہیں مگر مختصر رستہ یہ ہے کہ اس کے عاشقوں میں داخل ہو جاؤ کیونکہ محمدؐ کا وجود اس کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ واللہ! اگر آپؐ کے رستہ میں مجھے ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے اور میرے ذرہ ذرہ کو جلا کر خاک بنا دیا جائے تو پھر بھی میں آپؐ کے دروازے سے کبھی منہ نہیں موڑوں گا۔ سو اے محمدؐ کی جان! تجھ پر میری جان قربان۔ تو نے میرے روئیں روئیں کو اپنے عشق سے منور کر رکھا ہے۔

اسی طرح اپنی ایک عربی نظم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں :ـ

أُنْظُرْ اِلَیَّ بِرَحْمَۃٍ وَ تَحَنُّنٍ
یَا سَیِّدِیْ اَنَا اَحْقَرُ الْغِلْمَانِ
یَا حِبِّ اِنَّکَ قَدْ دَخُلْتَ مَحَبَّۃً
فِیْ مُھْجَتِیْ وَمَدَارِکِیْ وَ جَنَانِیْ
مِنْ ذِکْرِ وَجْھِکَ یَا حَدِیْقَۃَ بَھْجَتِیْ
لَمْ اَخْلُ فِیْ لَحْظٍ وَّ لَا فِیْ اٰنِ
جِسْمِیْ یَطِیْرُ اِلَیْکَ مِنْ شَوْقٍ عَلاَ
یَالَیْتَ کَانَتْ قُوَّۃُ لطَّیَرَانِ

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5صفحہ 594)

یعنی اے میرے آقا! میری طرف رحمت اور شفقت کی نظر رکھ۔ میں تیرا ایک ادنیٰ ترین غلام ہوں۔ اے میرے محبوب تیری محبت میرے رگ و ریشہ میں اور میرے دل میں اورمیرے دماغ میں رچ چکی ہے۔ اے میری خوشیوں کے باغیچے! میں ایک لمحہ اور ایک آن بھی تیری یاد سے خالی نہیں رہتا۔ میری روح تو تیری ہو چکی ہے مگر میرا جسم بھی تیری طرف پرواز کرنے کی تڑپ رکھتا ہے۔ اے کاش! مجھ میں اُڑنے کی طاقت ہوتی۔

ان اشعار میں جس محبت اور جس عشق اور جس تڑپ اور جس فدائیت کا جذبہ جھلک رہا بلکہ چھلک رہا ہے وہ کسی تبصرہ کا محتاج نہیں۔ کاش ہمارے احمدی نوجوان اس محبت کی چنگاری سے اپنے دلوں کو گرمانے کی کوشش کریں۔ اور کاش ہمارے غیر احمدی بھائی بھی اس عظیم الشان انسان کی قدر پہچانیں جس کے متعلق ہم سب کے آقا اور سردار حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :

یُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ

(کتاب الوفاء ابن الجوزی)

یعنی آنے والے مسیح کو میری روح کے ساتھ ایسی گہری مناسبت اور ایسا شدید لگاؤ ہو گا کہ اس کی روح وفات کے بعد میری روح کے ساتھ رکھی جائے گی۔

عشق کا لازمی نتیجہ قربانی اور فدائیت اور غیرت کی صورت میں ظاہر ہوا کرتا ہے۔اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں یہ جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا۔ ایک جگہ عیسائیوں پادریوں کے ان جھوٹے اور ناپاک اعتراضوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا صفات پر کیا کرتے ہیں کہ :

نَحَتُوْا لِلرَّسُوْلِ الْکَرِیْمِ بُھْتَانَاتٍ وَّ أَضَلُّوْا خَلْقًا کَثِیْرًا بِتِلْکَ الْاِفْتِرَاءِ۔ وَمَا اٰذٰی قَلْبِیْ شَیْءٌ کَاسْتِھْزَآءِھِمْ فِیْ شَانِ الْمُصْطَفٰی وَ جَرْحِھِمْ فِیْ عَرْضِ خَیْرِ الْوَرٰی۔ وَاللّٰہِ لَوْ قُتِلَتْ جَمِیْعُ صِبْیَانِیْ وَ أَوْلَادِیْ وَ أَحْفَادِیْ بِأَعْیُنِنِیْ۔ وَ قُطِعَتْ أَیْدِیْ وَ أَرْجُلِیْ وَ أُخْرِجَتِ الْحَدَقَۃُ مِنْ عَیْنِیْ۔ وَ أُبْعِدْتُّ مِنْ کُلِّ مُرَادِیْ وَ أَوْنِیْ وَ اَرَنِیْ۔ مَا کَانَ عَلَیَّ أَشُقُّ مِنْ ذَالِکَ۔ رَبِّ انْظُرْ اِلَیْنَا وَاِلٰی مَا ابْتُلِیْنَا۔

’’عیسائی مشنریوں نے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بے شمار بہتان گھڑے ہیں اور اپنے اس افتراء کے ذریعہ ایک خلق کثیرکو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میرے دل کو کسی چیز نے بھی اتنا دکھ نہیں پہنچایا جتنا کہ ان لوگوں کے ہنسی ٹھٹھا نے پہنچایا ہے جو وہ ہمارے رسولِ پاکؐ کی شان میں کرتے رہتے ہیں۔ ان کے دلآزار طعن وتشنیع نے جو وہ حضرت خیرالبشرؐ کی ذاتِ والا صفات کے خلاف کرتے ہیں میرے دل کو سخت زخمی کررکھا ہے۔خدا کی قسم! اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دئے جائیں اور خود میرے اپنے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دئے جائیں اور میری آنکھ کی پُتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھوبیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لئے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔ پس اے میرے آسمانی آقا! تو ہم پر اپنی رحمت اور نصرت کی نظر فرما اور ہمیں اس ابتلاءِ عظیم سے نجات بخش۔ ‘‘

(ترجمہ عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5صفحہ15)

کیا اس زمانہ میں اس غیرت اور اس فدائیت کی کوئی مثال پیش کی جا سکتی ہے؟اور یہ صرف منہ کا دعویٰ نہیں تھا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری زندگی اورزندگی کا ہر چھوٹا اوربڑا واقعہ اس عظیم الشان فدائیت پر عملی گواہ تھا۔ جسے آپ کے مخالف بھی شدید مخالفت کے باوجود قبول کرنے کے لئے مجبورتھے۔چنانچہ آپؑ کی وفات پر جو تعزیتی مقالہ امرتسر کے غیر احمدی اخبار ’’وکیل ‘‘ نے لکھا اس میں مقالہ نگار لکھتاہے :

’’ مرزا صاحب کی رحلت نے ان کے بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ ان کا ایک بڑاشخص ان سے جدا ہو گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی مخالفینِ اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا بھی جو اس کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا ... مرزا صاحب کے لٹریچر کی قدروعظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑا دئیے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اُڑنے لگا --- اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کُچلیاں توڑنے میں بھی مرزا صاحب نے اسلام کی خاص خدمت سر انجام دی ہے ...آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہوجائے ناممکن ہے کہ مرزا صاحب کی یہ تحریریں نظر انداز کی جا سکیں۔‘‘

(اخبار ’’وکیل‘‘ امرتسر جون 1908ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ بے مثال قلمی جہادجو آپؑ نے اسلام کی صداقت اور قرآن کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے عمر بھر کیا وہ بے شک بظاہر علمی نوعیت کا تھا اور بادی النظر میں اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کے پہلو سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں۔ مگر غور کیا جائے تو اسلام کو رسول پاکؐ سے اور رسولِ پاکؐ کو اسلام سے کسی طرح جدا نہیں کیاجاسکتا۔ پس دراصل یہ ساری خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور آپؐ کے لائے ہوئے دین کے ساتھ والہانہ محبت ہی کا کرشمہ تھی۔

یہی وجہ ہے کہ اپنی ان عدیم المثال خدمات کے باوجود جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو ایک وفا شعار شاگرد اور ایک احسان مند خادم کی حیثیت میں اپنا ہر پھول آپؐ کے قدموں میں ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ اور باربارعاجزی کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ آقا! یہ سب کچھ آپؐ ہی کے طفیل ہے میرا تو کچھ بھی نہیں۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں :

’’میں اسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اس نے ابراہیمؑ سے مکالمہ مخاطبہ کیااور پھر اسحٰقؑ سے اور اسمٰعیلؑ سے اور یعقوبؑ سے اور یوسفؑ سے اور موسیٰؑ سے اور مسیحؑ ابن مریم سے اور سب سے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہم کلام ہوا کہ آپؐ پر سب سے زیادہ روشن اور پاک وحی نازل کی۔ ایسا ہی اس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا مگر یہ شرف مجھے محض

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا۔ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نہ ہوتا اور آپؐ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔‘‘

(تجلیاتِ الٰہیہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 411-412)

ایک اور جگہ اپنی ایک نظم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں متوالے ہو کر فرماتے ہیں :

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
اُس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم)

ان اشعار میں حضرت مسیح موعودؑ نے جس رنگ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و افضال کی وسعت اور ان کے افاضہ اور اس کے مقابل پر اپنی عاجزی اور انکساری اور آپؐ کے انوار سے اپنے استفاضہ کا ذکرفرمایا ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ دنیا کی تمام برکتوں اورتمام نوروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا صفات کی طرف منسوب کر کے اپنے آپ کوان انوار کے ساتھ اس طرح پیوست کیا ہے کہ جس طرح ایک بڑے طاقتور پاور اسٹیشن کے ساتھ بجلی کی تاریں مل کر دنیا کومنور کیا کرتی ہیں۔

اسی طرح آپؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات طیبات کا ذکر کرتے ہوئے دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ :

’’ ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہوگیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ آبِ زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان پر لئے آتے ہیں۔ اور ایک نے ان (میں)سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تُو نے محمدؐ کی طرف بھیجی تھیں۔صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1صفحہ598حاشیہ)

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃوالسلام کو ایسا عشق تھا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپؑ کی جان اس عشق میں بالکل گداز تھی۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا اور اپنے حواسِ ظاہری و باطنی سے محسوس کیا کہ آپؑ کا ذرہ ذرہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور خدائے محمدؐ اور دینِ محمدؐ میں پر قربان تھا۔ آپؑ اپنی ایک نظم میں بڑے دردناک انداز میں فرماتے ہیں کہ : ـ

دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(ازالۂ اوہام)

پس اس کے سوائے میں اس جگہ عشقِ رسولؐ کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ کیونکہ ایک وسیع سمندر میں سے انسان صرف چند چلو ہی بھر سکتا ہے۔ اس لئے اس عنوان کے تحت اب میرے لئے صرف یہی دعا باقی ہے کہ :

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
وَعَلٰی عَبْدِکَ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب:57)

شفقت علیٰ خلق اللہ

اب میں خدا کے فضل سے اپنے اس مضمون کے تیسرے حصہ کی طرف آتا ہوں جو شفقت علیٰ خلق اللہ سے تعلق رکھتا ہے۔ میں نے اس مختصر سے مقالہ کے لئے (اول) محبتِ الٰہی اور (دوم) عشقِ رسولؐ اور (سوم) شفقت علیٰ خلق اللہ کے عنوان اس لئے منتخب کئے ہیں کہ ہمارے دین و مذہب کا خلاصہ اور ایک مسلمان کے ایمان و اخلاق کا مرکزی نقطہ ہیں۔ حتیٰ کہ ایک مامور من اللہ کی روحانیت اور اس کے اخلاق اور اس کی قدرومنزلت کو پہچاننے کے لئے بھی اس سے بڑھ کر کوئی اور کسوٹی نہیں۔ منبعِ حیات یعنی ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ گہرا پیوند ہو۔ پیغامِ الٰہی کے لانے والے رسول کی محبت روح کی غذا ہو اور مخلوقِ خدا کی ہمدردی کا جذبہ دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہو۔’’ بس ہمیں آمد نشانِ کاملاں۔‘‘

میں نہایت اختصار کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جذبۂ محبتِ الٰہی اور عشقِ رسولؐ کے متعلق بیان کر چکا ہوں۔ اب مختصر طور پر آپؑ کے جذبہ شفقت علیٰ خلق اللہ کے متعلق کچھ بیان کر تا ہوں۔ اس تعلق میں سب سے پہلے میرے سامنے وہ مقدس عہدآتا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدائی حکم کے ماتحت ہربیعت کرنے والے سے لیتے تھے اور جس پرجماعت احمدیہ کی بنیاد قائم ہوئی۔ یہ عہد دس شرائطِ بیعت کی صورت میں شائع ہوچکا ہے اور گویا احمدیت کا بنیادی پتھر ہے۔ اس عہد کی شرط نمبر4 اور شرط نمبر 9 کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ ہربیعت کرنے والا:

’’عام خلق اللہ کو عموماًاور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح اورعام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچائے گا۔ ‘‘

(اشتہار تکمیل تبلیغ مورخہ 12 جنوری 1889ء
مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ160جدید ایڈیشن)

یہ وہ عہدِ بیعت ہے جو احمدیت میں داخل ہونے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدائی حکم کے ماتحت مقرر فرمایا اور جس کے بغیر کوئی احمدی سچا احمدی نہیں سمجھا جاسکتا۔ اب مقام غورہے کہ جو شخص اپنی بیعت اور اپنے روحانی تعلق کی بنیاد ہی اس بات پر رکھتا ہے کہ بیعت کرنے والا تمام مخلوق کے ساتھ دلی ہمدردی اور شفقت کاسلوک کرے گا اور اسے ہرجہت سے فائدہ پہنچانے کے لئے کوشاں رہے گا اور اسے کسی نوع کی تکلیف نہیں دے گا۔ اس کا اپنا نمونہ اس بارے میں کیااعلیٰ اور کیا شاندار ہونا چاہئے اور خدا کے فضل سے ایسا ہی تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بارہافرمایاکرتے تھے کہ میں کسی شخص کا دشمن نہیں ہوں اور میرا دل ہر انسان اور ہر قوم کی ہمدردی سے معمور ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں :

’’میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اورہندوؤں اورآریوں پر یہ بات ظاہرکرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔میں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے ایک والدۂ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔انسان کی ہمدردی میرافرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بد عملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔‘‘

(اربعین نمبر1، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 344)

یہ ایک محض زبانی دعویٰ نہیں تھا بلکہ آ پ کی زندگی کا ہر ایک لمحہ مخلوقِ خدا کی ہمدردی میں گزرتا تھا اور دیکھنے والے حیران ہو تے تھے کہ خدا کا یہ بندہ کیسے ارفع اخلاق کا مالک ہے کہ اپنے دشمنوں تک کے لئے حقیقی ماؤں کی سی تڑپ رکھتا ہے۔ چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریمؓ جو آپؑ کے مکان ہی کے ایک حصہ میں رہتے تھے اور بڑے ذہین اور نکتہ رس بزرگ تھے روایت کرتے ہیں کہ جن دنوں پنجاب میں طاعون کا دور دورہ تھا اور بے شمار آدمی ایک ایک دن میں ا س موذی مرض کا شکار ہو رہے تھے انہوں نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو علیحدگی میں دعا کرتے سنا اور یہ نظارہ دیکھ کر محوِ حیرت ہو گئے۔ حضرت مولوی صاحب کے الفاظ یہ ہیں کہ :

’’اس دعا میں آپؑ کی آواز میں اس قدر درد اور سوزش تھی کہ سننے والے کا پتّہ پانی ہوتا تھا۔ اور آپؑ اس طرح آستانۂ الٰہی پر گریہ و زاری کر رہے تھے کہ جیسے کوئی عورت دردِزہ سے بے قرار ہو۔ میں نے غور سے سنا تو آپؑ مخلوقِ خدا کے واسطے طاعون کے عذاب سے نجات کے واسطے دعا فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے الٰہی! اگر یہ لوگ طاعون کے عذاب سے ہلاک ہو گئے تو پھر تیری عبادت کون کرے گا۔‘‘

(سیرت مسیح موعودؑ شمائل و اخلاق حصہ سوم صفحہ 365
مؤلفہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی)

ذرا غور کرو کہ آپؑ کے مخالفوں پر ایک عذابِ الٰہی نازل ہورہا ہے اور عذابِ الٰہی بھی وہ جو ایک خدائی پیشگوئی کے مطابق آپؑ کی صداقت میں ظاہر ہوا ہے اور پیشگوئی بھی ایسی جس کے ٹلنے سے جلدباز لوگوں کی نظر میں آپؑ کی صداقت مشکوک ہو سکتی ہے۔ مگر پھر بھی آپؑ مخلوقِ خدا کی ہلاکت کے خیال سے بے چین ہوئے جاتے ہیں اور خدا کے سامنے تڑپ تڑپ کر عرض کرتے ہیں کہ خدایا ! تو رحیم و کریم ہے تو اپنی مخلوق کو اس عذاب سے بچا لے اور ان کے ایمان کی سلامتی کے لئے اپنی جناب سے کوئی اور رستہ کھول دے۔

اس سے بڑھ کر یہ کہ جب آریہ قوم میں سے اسلام کا دشمن یعنی پنڈت لیکھرام آپؑ کی پیشگوئی کے مطابق ہلاک ہوا تو آپؑ نے جہاں اس بات پر خدا کی ایک پیشگوئی پوری ہوئی ہے اور اسلام کی صداقت کا زبردست نشان ظاہرہوا ہے طبعاً شکر اور خوشی کا اظہار فرمایا وہاں آپؑ کو پنڈت جی کی موت کا افسوس بھی ہوا کہ وہ صداقت سے محروم ہونے کی حالت میں ہی چل بسے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

’’ہمارے دل کی اس وقت عجیب حالت ہے۔ درد بھی ہے اور خوشی بھی۔ درد اس لئے کہ اگر لیکھرام رجوع کرتا ، زیادہ نہیں تو اتنا ہی کرتا کہ وہ بدزبانیوں سے باز آجاتا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں اس کے لئے دعا کرتا۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ اگر (اس کے زخم ایسے ہوتے کہ) وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی کیا جاتا تب بھی وہ (بچ جاتا اور) زندہ ہو جاتا۔ ‘‘

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12صفحہ 28)

ایک دفعہ عیسائی مشنریوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اقدامِ قتل کا سراسر جھوٹا مقدمہ دائر کیا اور ان مسیحی پادریوں میں ڈاکٹر مارٹن کلارک پیش پیش تھے۔ مگر خدا نے عدالت پر آپؑ کی صداقت کھول دی اور آپؑ اس مقدمہ میں جس میں عیسائیوں کے ساتھ مل کر آریوں اور بعض غیر احمدی مخالفین نے بھی آپؑ کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا کہ کسی طرح آپؑ سزا پا جائیں عزت کے ساتھ بری کئے گئے۔ جب عدالت نے اپنا فیصلہ سنایا تو کیپٹن ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے جو بعد میں کرنیل کے عہدہ تک پہنچے اور ابھی حال ہی میں فوت ہوئے ہیں آپؑ سے مخاطب ہوکر پوچھا :

’’ کیا آپؑ چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر کلارک پر (اس جھوٹی کارروائی کی وجہ سے مقدمہ چلائیں؟ اگر آپ مقدمہ چلانا چاہیں تو آپ کو اس کا قانونی حق ہے۔‘‘ آپ نے بلا توقف فرمایا کہ ’’ میں کوئی مقدمہ چلانا نہیں چاہتا میرا مقدمہ آسمان پر ہے۔ ‘‘

(سیرت مسیح موعودؑ مصنفہ عرفانی صاحب صفحہ 107)

مولوی محمد حسین بٹالوی رئیس فرق اہلِ حدیث کو کون نہیں جانتا۔ وہ جوانی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوست اور

ہم مکتب ہوتے تھے اور حضور کی پہلی تصنیف ’’براہین احمدیہ‘‘پر انہوں نے بڑا شاندار ریویو بھی لکھا تھا۔ اور یہاں تک لکھا تھا کہ گزشتہ تیرہ سو سال میں اسلام کی تائید میں کوئی کتاب اس شان کی نہیں لکھی گئی مگر مسیح موعود کے دعوے پر یہی مولوی صاحب مخالف ہو گئے اور مخالف بھی ایسے کہ انتہا کو پہنچ گئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کفر کا فتویٰ لگایا اور دجّال اور ضالّ قرار دیا۔ اور آپؑ کے مخالف ملک بھر میں مخالفت کی خطرناک آگ بھڑکا دی۔ انہی مولوی محمد حسین صاحب کا ذکر ہے کہ وہ ایک دفعہ ڈاکٹر مارٹن کلارک والے اقدامِ قتل والے مقدمہ میں آپؑ کے خلاف عیسائیوں کی طرف سے بطور گواہ پیش ہوئے۔ اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کے وکیل مولوی فضل دین صاحب نے جو ایک غیر احمدی بزرگ تھے مولوی محمد حسین کی شہادت کو کمزور کرنے کے لئے ان کے خاندان اور حسب و نسب کے متعلق بعض طعن آمیز سوالات کرنے چاہے مگر حضرت مسیح موعودؑ نے انہیں یہ کہہ کر سختی سے روک دیا کہ میں آپ کو ایسے سوالات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اور یہ الفاظ فرماتے ہوئے آپ نے جلدی سے مولوی فضل دین صاحب کے منہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ ان کی زبان سے کوئی نامناسب لفظ نہ نکل جائے۔ اور اس طرح اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر اپنے جانی دشمن کی عزت و آبرو کی حفاظت فرمائی۔ اس کے بعد مولوی فضل دین صاحب موصوف ہمیشہ اس واقعہ کا حیرت کے ساتھ ذکر کیا کرتے تھے کہ مرزا صاحب عجیب اخلاق کے انسان ہیں کہ ایک شخص ان کی عزت بلکہ جان پر حملہ کرتا ہے اور اس کے جواب میں جب اس کی شہادت کو کمزور کرنے کے لئے اس پر بعض سوالات کئے جاتے ہیں تو آپ فوراً روک دیتے ہیں کہ میں ایسے سوالات کی اجازت نہیں دیتا۔

(سیرت المھدی حصہ اول صفحہ 247 و 248)

یہ وہی مولوی محمد حسین ہیں جن کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس شعر میں ذکر کیا ہے کہ :

قَطَعْتَ وَدَاداً قَدْغَرَسْنَاہُ فِیْ الصِّبَا
وَلَیْسَ فُؤَادِیْ فِیْ الْوَدَادِ یُقَصِّرُ

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

یعنی تو نے اس محبت کے درخت کو اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا جو ہم نے جوانی کے زمانہ میں اپنے دلوں نصب کیا تھا۔ مگر میرا دل تو کسی صورت میں محبت کے معاملہ میں کمی اور کوتاہی کرنے والا نہیں۔

دوستی اور وفادار ی کے تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دل حقیقتاً بے نظیر جذبات کا حامل تھا۔ آپؑ نے کسی کے ساتھ تعلق قائم کر کے ان تعلقات کو توڑنے میں کبھی پہل نہیں کی اور ہر حال میں محبت اور دوستی کے تعلقات کو کمال وفاداری کے ساتھ نبھایا۔ چنانچہ آپؑ کے مقرب حواری حضرت عبدالکریمؓ روایت کرتے ہیں :

’’حضرت مسیح موعودؑ نے ایک دن فرمایا میرا یہ مذہب ہے کہ جو شخص عہدِ دوستی باندھے مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ شخص کیسا ہی کیوں نہ ہوجائے میں اس سے قطع تعلق نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کر دے تو ہم لاچار ہیں۔ ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں میں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو تو ہم بلا خوف لَوْمَۃَ لاَئِمٍ اسے اٹھا کر لے آئیں گے۔ فرمایا عہدِ دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے۔ اس کو آسانی سے ضائع نہیں کر دینا چاہئے۔ اور دوستوں کی طرف سے کیسی ہی ناگوار بات پیش آئے اس پر اغماض اور تحمل کا طریق اختیار کرنا چاہئے۔ ‘‘

(سیرت مسیح موعودؑ مصنّفہ حضرت مولوی عبدالکریمؓ صفحہ 44)

اسی روایت کے متعلق حضرت مولوی شیر علی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک نہایت مخلص صحابی تھے بیان کرتے تھے کہ اس موقع پر حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بھی فرمایاتھا کہ اگر ایسا شخص شراب میں بے ہوش پڑا ہو تو ہم اسے اٹھا کر لے آئیں گے اور اسے ہوش میں لانے کی کوشش کریں گے اور جب وہ ہوش میں آنے لگے گا تو اس کے پاس سے اٹھ کر چلے جائیں گے تاکہ وہ ہمیں دیکھ کر شرمندہ نہ ہو۔

(سیرت المھدی حصہ دوم صفحہ 93)

اس سے یہ مرادنہیں کہ نعوذباللہ شرابیوں اور فاسقوں اور فاجروں کو اپنا دوست بنانا چاہئے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا کوئی دوست ہو اور وہ بعد میں کسی کمزوری میں مبتلاہو جائے تو اس وجہ سے اس کا ساتھ نہیں چھوڑ دینا چاہئے۔ بلکہ وفاداری کے طریق پر اس کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔ احبابِ جماعت غور کریں کہ کیا وہ ان اخلاق پر قائم ہیں اور یاد رکھو کہ احمدیت کی اخوت کا عہد دوستی کے عہد سے بھی زیادہ مقدس ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خوب فرمایاہے کہ :

أُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِماً أَوْ مَظْلُوْماً (بخاری کتاب الاکراہ)

یعنی ہر دینی بھائی کی مدد تمہارا فرض ہے خواہ وہ ظالم ہے یا کہ مظلوم ہے

صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ! مظلوم کی مدد تو ہم سمجھتے ہیں مگر ظالم کی مدد کس طرح کی جائے ؟ آپؐ نے فرمایا ظالم کی مدد اسے ظلم سے روکنے کی صورت میں کرو۔ مگر بہر حال اخوت کے عہد کو کسی صورت میں ٹوٹنے نہ دو۔

قادیان میں ایک صاحب بڈھا مل ہوتے تھے۔ یہ صاحب بہت کٹر قسم کے آریہ تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قادیان کی بڑی مسجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے ایک مینار کی بنیاد رکھی تو قادیان کے ہندوؤں نے ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے پاس شکایت کی کہ اس مینار کی تعمیر روک دی جائے کیونکہ اس سے ہماری عورتوں کی بے پردگی ہو گی۔ یہ ایک فضول عذر تھا کیونکہ اول تو مینار کی چوٹی سے کسی کو پہچاننا بہت مشکل ہوتا ہے اور پھر اگر کوئی بے پردگی تھی بھی تو وہ سب کے لئے تھی جس میں احمدی جماعت بھی شامل تھی۔ بلکہ جماعت احمدیہ پر اس کا زیادہ اثر پڑتا تھا کیونکہ یہ مینار احمدیہ محلہ میں تھا۔ مگر ڈپٹی کمشنر نے حکومت کے عام طریق کے مطابق ہندوؤں کی یہ شکایت تحصیلدار صاحب بٹالہ کے پاس رپورٹ کے لئے بھجوا دی۔ تحصیلدار صاحب قادیان آئے تو حضرت مسیح موعودؑ سے ملے اور مینار کی تعمیر کے متعلق حالات دریافت کئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایاکہ ہم نے یہ مینار کوئی سیرو تفریح یا تماشے کے لئے نہیں بنایا بلکہ محض ایک دینی غرض کے لئے بنایا ہے تاکہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی پوری ہو اور تا ایک بلند جگہ سے اذان کی آواز لوگوں کے کانوں تک پہنچائی جائے اور روشنی کا انتظام بھی کیا جائے۔ ورنہ ہمیں اس پر روپیہ خرچ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ تحصیلدار صاحب نے کہا یہ ہندو صاحبان بیٹھے ہیں۔ ان کو اس پر اعتراض ہے کہ ہمارے گھروں کی بے پردگی ہوگی۔ حضرت مسیح موعودؑنے فرمایا یہ اعتراض درست نہیں۔ بلکہ ان لوگوں نے محض ہماری مخالفت میں یہ درخواست دی ہے ورنہ بے پردگی کا کوئی سوال نہیں۔ اور اگر بالفرض کوئی بے پردگی ہے بھی تو وہ ہماری بھی ہے۔ پھر آپ نے لالہ بڈھا مل کی طرف اشارہ کیا جو بعض دوسرے ہندوؤں کے ساتھ مل کر تحصیل دار صاحب کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کے پاس آئے تھے اور فرمایا کہ یہ لالہ بڈھا مل بیٹھے ہیں۔ آپ ان سے پوچھیں کہ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ میرے لئے ان کو فائدہ پہنچانے کا کوئی موقع پیدا ہوا ہو اور میں نے ان کی امداد میں دریغ کیاہو۔ اورپھر ان سے یہ بھی پوچھیں کہ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ مجھے نقصان پہنچانے کا انہیں کوئی موقع ملا ہو اور یہ نقصان پہنچانے سے رُکے ہوں۔ حافظ روشن علی صاحب جو سلسلہ احمدیہ کے ایک جیّد عالم تھے بیان کیا کرتے تھے کہ اس وقت لالہ بڈھا مل پاس بیٹھے تھے مگر شرم اور ندامت کی وجہ سے انہیں جرأت نہیں ہوئی کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بات کا جواب دینا تو درکنار حضور کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکیں۔ حقیقتاً یہ مخالفوں اور ہمسایوں پر شفقت کی ایک شاندار مثال ہے۔

(سیرت المھدی حصہ اول صفحہ 152و153)

ہماری جماعت کے اکثر پُرانے دوست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چچا زاد بھائیوں مرزا امام دین اور مرزا نظام دین کو جانتے ہیں۔ یہ دونوں اپنی بے دینی اور دنیاداری کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سخت ترین مخالف تھے بلکہ حقیقتاً وہ اسلام کے ہی دشمن تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی محض ایذارسانی کے لئے حضورؑ کے گھر کے قریب والی مسجد کے رستہ میں دیوار کھینچ دی۔ اور مسجد میں آنے جانے والے نمازیوں اور حضرت مسیح موعودؑ کے ملاقاتیوں کا رستہ بند کر دیا۔ جس کی وجہ سے حضورؑ کو اور قادیان کی قلیل سی جماعت احمدیہ کو سخت مصیبت کا سامنا ہوا اور وہ گویا قید کے بغیر ہی قید ہو کر رہ گئے۔ لاچار اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے وکلاء کے مشورہ سے قانونی چارہ جوئی کرنی پڑی اور ایک لمبے عرصہ تک یہ تکلیف دہ مقدمہ چلتا رہا۔ اور بالآخر خدائی بشارت کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کو فتح ہوئی اور یہ دیوار گرائی گئی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وکیل نے حضورؑ سے اجازت لینے بلکہ اطلاع تک دینے کے بغیر مرزا امام دین اور مرزا نظام دین صاحب کے خلاف خرچہ کی ڈگری حاصل کر کے قرقی کا حکم جاری کرا لیا۔

اس پر مرزا صاحبان نے جن کے پاس اس وقت اس قرقی کی بے باقی کے لئے پورا روپیہ نہیں تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بڑی لجاجت کا خط لکھا اور یہاں تک کہلا بھیجا کہ بھائی ہو کر اس قرقی کے ذریعہ ہمیں کیوں ذلیل کرنے لگے ہو؟ حضرت مسیح موعودؑ کو ان حالات کا علم ہوا تو آپؑ اپنے وکیل پر سخت خفا ہوئے کہ میری اجازت کے بغیر خرچہ کی ڈگری کیوں کرائی گئی ہے؟ اسے فوراً واپس لو۔ اور دوسری طرف مرزا صاحبان کو جواب بھجوایا کہ آپؑ بالکل مطمئن رہیں کوئی قرقی نہیں ہو گی۔ یہ ساری کارروائی میرے علم کے بغیر ہوئی ہے۔

(سیرت المھدی و سیرتِ مسیح موعودؑ صفحہ 115 تا 117)

دوست سوچیں اور غور کریں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے شرکاء جن کی دشمنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی حضورؑ کو دکھ دینے کے لئے اور حضورؑ کی مٹھی بھر جماعت کو (اس وقت جماعت مٹھی بھر ہی تھی) پریشان کر کے منتشر کرنے کے لئے ایک خطرناک تدبیر کرتے ہیں اور پھر اس تدبیر کو کامیاب بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگادیتے ہیں اور جھوٹا سچا کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کرتے۔ مگر جب وہ ناکام ہوتے ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی اطلاع کے بغیر ان پر خرچہ کا بوجھ ڈال دیا جاتا ہے تو بھاگتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور ظالم ہوتے ہوئے گلہ کرتے ہیں کہ ہم پر یہ بوجھ کیوں ڈالا جارہا ہے ؟ اس کے مقابل پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام مظلوم ہوتے ہوئے بھی اپنے دشمنوں سے معذرت کرتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے وکیل نے مجھ سے پوچھے بغیر یہ ڈگری جاری کرادی ہے۔ یہ سلوک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کے اس عدیم المثال سلوک کی اتباع میں تھا جو آپؐ نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے مفتوح اور مغلوب دشمنوں

سے فرمایا تھا۔ آپؐ نے فرمایا :

اِذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ

(زرقانی و تاریخ الخمیس)

یعنی جاؤ تم آزاد ہو۔ میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں پھر اپنے دوستوں اور خادموں کے لئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجسم عفو و شفقت تھے۔ چنانچہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اپنی تصنیف ''سیرت مسیح موعودؑ'' میں حضرت مولوی نورالدینؓ (خلیفۃ اولؓ) کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی شفقت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

'' ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ جن دنوں حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتاب '' آئینہ کمالات اسلام '' کا عربی حصہ لکھ رہے تھے۔ حضورؑ نے مولوی نورالدینؓ (خلیفۃ اولؓ) کو ایک بڑا دو ورقہ اس زیر تصنیف کتاب کے مسودہ کا اس غرض سے دیا کہ فارسی میں ترجمہ کرنے کے لئے مجھے پہنچا دیا جائے۔ وہ ایسا مضمون تھا کہ اس کی خداداد فصاحت و بلاغت پر حضرت کو ناز تھا۔ مگر مولوی صاحب سے یہ دو ورقہ کہیں گر گیا۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے ہر روز کا تازہ عربی مسودہ فارسی ترجمہ کے لئے ارسال فرمایا کرتے تھے۔اس لئے اس دن غیر معمولی دیرہونے پر مجھے طبعاً فکر ہوا اور میں نے مولوی نورالدین صاحب سے ذکر کیا کہ آج حضرت صاحب کی طرف سے مضمون نہیں آیا اور کاتب سر پر کھڑا ہے اور دیر ہورہی ہے۔ معلوم نہیں کیابات ہے۔ یہ الفاظ میرے منہ سے نکلے ہی تھے کہ مولوی نورالدین کا رنگ فق ہو گیاکیونکہ یہ دو ورقہ مولوی نورالدین صاحب سے کہیں گر گیاتھا۔ بے حدتلاش کی مگرمضمون نہ ملا اور مولوی صاحب سخت پریشان تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو اطلاع ہوئی تو حسبِ معمول ہشّاش بشّاش مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے اور خفا ہونا یا گھبراہٹ کا اظہار کرناتو درکنار اُلٹا اپنی طرف سے معذرت کرنے لگے کہ مولوی صاحب کومسوّدہ کے گم ہونے سے ناحق تشویش ہوئی۔ مجھے مولوی صاحب کی تکلیف کی وجہ سے بہت افسوس ہے۔ میرا تو یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے گم شدہ کاغذ سے بہتر مضمون لکھنے کی توفیق عطا فرمادے گا۔ ''

(سیرت المہدی حصہ اوّل صفحہ 278 ، 279)

اس لطیف واقعہ سے ایک طرف حضرت مسیح موعودؑ کے غیر معمولی جذبۂ شفقت اور دوسری طرف اپنے آسمانی آقا کی نصرت پر غیر معمولی توکل پر خاص روشنی پڑتی ہے۔ غلطی حضرت مولوی نورالدینؓ سے ہوئی تھی کہ ایک قیمتی مسودہ کی پوری حفاظت نہیں کی اور اسے ضائع کر دیا مگر حضرت مسیح موعودؑ کی شفقت کا یہ مقام ہے کہ خود پریشان ہوئے جاتے ہیں اورمعذرت فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب کو مسودہ گم ہونے سے اتنی تکلیف ہوئی ہے اور پھر توکل کا یہ مقام ہے کہ ایک مضمون کی فصاحت و بلاغت اور اس کے معنوی محاسن پر ناز ہونے کے باوجود اس کے کھوئے جانے پر کس استغنا کے رنگ میں فرماتے ہیں کہ کوئی فکر کی بات نہیں خدا ہمیں اس سے بہتر مضمون عطا فرما دے گا!!یہ شفقت اور یہ توکل اور یہ تحمل خدا کے خاص بندوں کے سوا کسی اور میں پایا جانا ممکن نہیں۔

ہمارے ناناجان حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم کا ایک قریبی عزیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں قادیان میں آکرکچھ عرصہ رہا تھا۔ ایک دن سردی کے موسم کی وجہ سے ہمارے نانا جان مرحوم نے اپنا ایک مستعمل کوٹ ایک خادمہ کے ہاتھ اسے بھجوایا تا کہ یہ عزیز سردی سے محفوظ رہے۔ مگر کوٹ کے مستعمل ہونے کی وجہ سے اس عزیز نے یہ کوٹ حقارت کے ساتھ واپس کر دیا کہ میں استعمال شدہ کپڑا نہیں پہنتا۔ اتفاق سے جب یہ خادمہ اس کوٹ کو لے کر میر صاحب کی طرف واپس جا رہی تھی تو حضرت مسیح موعودؑ نے اسے دیکھ لیا اور پوچھا کہ یہ کیسا کوٹ ہے اور کہاں لئے جاتی ہو؟ اس نے کہا میر صاحب نے یہ کوٹ فلاں عزیز کو بھجا تھا مگر اس نے مستعمل ہونے کی وجہ سے بہت بُرا مانا ہے اور واپس کردیا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا :

'' واپس نہ لے جاؤ اس سے میرصاحب کی دل شکنی ہوگی۔ تم یہ کوٹ ہمیں دے جاؤ ہم پہنیں گے۔ اور میر صاحب سے کہہ دینا کہ میں نے رکھ لیا ہے۔ ''

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 22)

یہ ایک انتہائی شفقت اور انتہائی دلداری کا مقام تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ مستعمل کوٹ خود اپنے لئے رکھ لیا تاکہ حضرت نانا جان کی دل شکنی نہ ہو ورنہ حضرت مسیح موعودؑ کو کوٹوں کی کمی نہیں تھی۔ اور حضورؑ کے خدام حضورؑ کی خدمت میں بہتر سے بہترکوٹ پیش کرتے رہتے تھے۔ اور ساتھ ہی یہ انتہائی سادگی اور بے نفسی کا بھی اظہار تھا کہ دین کا بادشاہ ہو کراترے ہوئے کوٹ کے استعمال میں تامل نہیں کیا۔

انسان کے اخلاق کا ایک نمایاں پہلو اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ سلوک سے تعلق رکھتا ہے۔ میں اس معاملہ میں زیادہ بیان کرتے ہوئے طبعاً حجاب محسوس کرتا ہوں اس لئے صرف اس بات پر اکتفا کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس ارشادِ نبوی کا کامل نمونہ تھے کہ :

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ (ترمذی کتاب المناقب عن رسول اللہ)

یعنی خدا کے نزدیک تم میں سے بہتر انسان وہ ہے جو اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ سلوک کرنے میں بہتر ہے۔

اس کی تشریح میں اس تاثر کو بیان کرنے میں حرج نہیں جو اس معاملہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں جماعت کے دلوں میں پایا جاتا تھا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو ساری جماعت جانتی ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مقرب صحابی تھے۔ایک دفعہ ان کا اپنی بیوی کے ساتھ کسی امر میں اختلاف ہو گیا اور حضرت مفتی صاحب اپنی بیوی پر خفا ہوئے۔ مفتی صاحب کی اہلیہ نے اس خانگی ناراضگی کا حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی بڑی بیوی کے ساتھ ذکر کیا۔ غالباً ان کا منشاء یہ تھا کہ اس طرح بات حضرت اماں جان تک اور پھر حضرت مسیح موعودؑ تک پہنچ جائے گی۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب طبیعت کے بہت ذہین اور بڑے بذلہ سنج تھے۔ اس رپورٹ کے پہنچنے پر مفتی صاحب سے فرمایا '' مفتی صاحب جس طرح بھی ہو اپنی بیوی کو منا لیں۔کیا آپ نہیں جانتے کہ آج کل ملکہ کاراج ہے ''۔ لطیفہ اس بات میں یہ تھا کہ ان ایام میں ہندوستان پر ملکہ وکٹوریہ کی حکومت تھی اور حضرت مولوی صاحب کے الفاظ میں یہ بھی اشارہ تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ مستورات کے حقوق کابہت خیال رکھتے اور ان معاملات میں اپنے اہل خانہ کے مشورہ کو زیادہ وزن دیتے ہیں۔ مفتی صاحب مولوی صاحب کا اشارہ سمجھ گئے اور فوراً جا کر بیوی کو منالیا۔ اور اس طرح گھر کی ایک وقتی رنجش جنتِ ارضی والے سکون اور راحت میں بدل گئی۔

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 102)

انسان کے اہلِ خانہ میں اس کی اولاد بھی شامل ہے اور اس میدان میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اسوہ بہت بلند تھا۔ آپؑ اپنے بچوں کے ساتھ بڑی شفقت اور بڑی محبت کا سلوک فرماتے تھے۔ مگر دوسری طرف یہ محبت بھی محبتِ الٰہی کے تابع تھی۔ چنانچہ جب ہمارا سب سے چھوٹا بھائی مبارک احمد بیمار ہوا اور یہ وہ زمانہ تھا کہ جب حضرت مسیح موعودؑ کوبڑی کثرت کے ساتھ قربِ وفات کے الہامات ہو رہے تھے۔ آپؑ نے انتہائی توجہ اور جان سوزی سے اس کی تیمار داری فرمائی اور گویا تیمارداری میں دن رات ایک کر دیا۔ مگر جب وہ قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا تو آپؑ نے اس کی وفات پر یہ شعر فرما کر کامل صبر کا نمونہ دکھاتے ہوئے پورے شرح صدر کے ساتھ راضی برضاء الٰہی ہو گئے۔ اور مرنے والے بچے کو اس طرح بھول گئے کہ گویا وہ کبھی تھا ہی نہیں۔ فرماتے ہیں : ؎

برس تھے آٹھ اور کچھ مہینے کہ جب خدا نے اسے بلایا
بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

بچوں کی تربیت کے معاملہ میں حضرت مسیح موعودؑ نصیحت کرنے اور بُری صحبت بچانے کے علاوہ اولاد کے لئے دعاؤں پر بہت زور دیتے تھے۔ چنانچہ جو اشعار آپ نے اپنے بچوں کے ختمِ قرآن کے موقع پر آمین کے رنگ میں فرمائے وہ اس روحانی طریق تربیت کی ایک بڑی دلکش مثال ہیں۔ میں یہاں صرف نمونہ کے طور پر چند شعر لکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں : ؎

ہو شکر تیرا کیوں کر اے میرے بندہ پرور
تو نے مجھے دیئے ہیں یہ تین تیرے چاکر
تیرا ہوں میں سراسر تو میرا ربِّ اکبر
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَّرَانِیْ
یہ تین جو پسر ہیں تجھ سے ہی یہ ثمر ہیں
یہ میرے بار و بر ہیں تیرے غلام در ہیں
تُو سچے وعدوں والا منکر کہاں کدھر ہیں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَّرَانِیْ
شیطاں سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو
جاں پُر زِ نور رکھیو دل پُر سرور رکھیو
ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَّرَانِیْ

اور دوسری آمین میں فرماتے ہیں : ؎

میرے مولیٰ مری یہ اک دعا ہے
تیری درگاہ میں عجز و بکا ہے
مری اولاد جو تیری عطا ہے
ہر اک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے
تری قدرت کے آگے روک کیا ہے
وہ سب دے اِن کو جو مجھ کو دیا ہے
عجب محسن ہے تُو بحر الایادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ
نجات ان کو عطا کر گندگی سے
برات ان کو عطا کر بندگی سے
رہیں خوشحال اور فرخندگی سے
بچانا اے خدا بد زندگی سے
وہ ہوں میری طرح دیں کے منادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

یقیناً ہماری کمزوریوں کے باوجود ہماری زندگیوں کی ہر برکت اپنی پاک دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

انسان کے اخلاق میں مہمان کا بھی ایک خاص مقام ہوتا ہے۔ اس تعلق میں ایک مختصر سی بات کے بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ ایک بہت شریف اور بڑے غریب مزاج احمدی سیٹھی غلام نبی صاحب ہوتے تھے جو رہنے والے تو چکوال کے تھے مگرراولپنڈی میں دکان کیا کرتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات کے لئے قادیان آیا۔ سردی کا موسم تھا اور کچھ بارش بھی ہو رہی تھی۔ میں شام کے وقت قادیان پہنچا تھا۔ رات کو جب میں کھانا کھا کر لیٹ گیا اور کافی رات گزر گئی اور قریباً گیارہ بجے کا وقت ہو گیا تو کسی نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اُٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت مسیح موعودؑ کھڑے تھے۔ ایک ہاتھ میں گرم دودھ کا

گلاس تھا اور دوسرے ہاتھ میں لالٹین تھی۔ میں حضورؑ کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ مگر حضورؑ نے بڑی شفقت سے فرمایا کہیں سے دودھ آگیا تھا میں نے کہا آپ کو دے آؤں۔ آپ یہ دودھ پی لیں۔ آپ کو شائد دودھ کی عادت ہو گی اس لئے یہ دودھ آپ کے لئے لے آیا ہوں۔ سیٹھی صاحب کہاکرتے تھے کہ میری آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے کہ سبحان اللہ کیا اخلاق ہیں! یہ خدا کا برگزیدہ مسیح اپنے ادنیٰ خادموں تک کی خدمت اور دلداری میں کتنی لذّت پاتا اور کتنی تکلیف اٹھاتا ہے۔ (سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ 255)

سیٹھی صاحب تو خیر مہمان تھے۔ مجھے ایک صاحب نے سنایا کہ میں اپنی جوانی کے زمانہ میں کبھی کبھی حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ خادم کے طور پر حضورؑ کے سفروں میں ساتھ چلا جایا کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کا قاعدہ تھا کہ سواری کا گھوڑا مجھے دے دیتے تھے کہ تم چڑھو اور آپؑ ساتھ ساتھ پیدل چلتے تھے۔ یا کبھی میں زیاد اصرار کرتا تو کچھ وقت کے لئے خود سوار ہو جاتے تھے اور باقی وقت مجھے سواری کے لئے فرماتے تھے۔ اور جب ہم منزل پر پہنچتے تھے تو چونکہ وہ زمانہ بہت سستا تھا حضورؑ مجھے کھانے کے لئے چار آنے کے پیسے دیتے تھے اور خود ایک آنہ کی دال روٹی منگوا کر یا چنے بھنوا کر گزارہ کرتے تھے۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 122 و 123)

حضرت مولوی عبدالکریم کاذکر اوپر گزر چکا ہے۔ وہ بہت ممتاز صحابی میں سے تھے اور انہیں حضرت مسیح موعودؑ کی قریب کی صحبت کا بہت لمباموقع میسر آیا۔ وہ بیان فرماتے تھے کہ ایک دفعہ گرمی کا موسم تھا اور حضرت مسیح موعودؑ کے اہلِ خانہ لدھیانہ گئے ہوئے تھے۔میں حضورؑ کو ملنے اندرونِ خانہ گیا۔کمرہ نیا نیا بنا تھا اور ٹھنڈا تھا۔ میں ایک چارپائی پر ذرا لیٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی۔ حضورؑ اس وقت کچھ تصنیف فرماتے ہوئے ٹہل رہے تھے۔ جب میں چونک کرجاگا تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ میری چارپائی کے پاس نیچے فرش پر لیٹے ہوئے تھے۔میں گھبرا کرادب سے کھڑا ہو گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بڑی محبت سے پوچھا مولوی صاحب! آپ کیوں اُٹھ بیٹھے؟ میں نے کہا حضورؑ نیچے لیٹے ہوئے ہیں اور میں اوپر کیسے ہو سکتا ہوں؟ مسکرا کر فرمایا آپ بے تکلفی سے لیٹے رہیں میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا۔ بچے شور کرتے تھے تو میں انہیں روکتا تھا تا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آئے۔ اللہ اللہ!! شفقت کا کیا عالم تھا۔

(سیرت مسیح موعود مصنفہ حضرت مولوی عبدالکریمؓ صفحہ 26)

اب ذرا غریبوں اور سائلوں پر شفقت کا حال بھی سن لیجئے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں کسی غریب عورت نے کچھ چاول چُرا لئے۔لوگوں نے اسے دیکھ لیا اور شور پڑ گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ اس وقت اپنے کمرہ میں کام کر رہے تھے۔ شور سن کر باہر تشریف لائے تو یہ نظارہ دیکھا کہ ایک غریب عورت چیتھڑوں میں کھڑی ہے اور اس کے ہاتھ میں تھوڑے سے چاولوں کی گٹھڑی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو واقعہ کا علم ہوا اور اس غریب عورت کا حلیہ دیکھا تو آپؑ کا دل پسیج گیا۔ فرمایا یہ بھوکی اور کنگال معلوم ہوتی ہے۔ اسے کچھ نہ کہو بلکہ کچھ اور چاول دے کر رخصت کر دو۔

(سیرت مسیح موعود مصنفہ عرفانی صاحب حصہ اول صفحہ 98)

اس واقعہ پر کوئی جلد باز شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ بات تو چوری پر دلیری پیدا کرنے والی ہے۔مگردانا لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ جب مال خود حضرت مسیح موعودؑ کا اپنا تھا اور لینے والی عورت ایک بھوکوں مرتی اور کنگال عورت تھی تو یہ چوری پر اعانت نہیں بلکہ حقیقتاً اطعامِ مسکین میں داخل ہے۔ حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسے حالات میں جبکہ چوری کرنے والا بہت غریب ہو اور انتہائی بھوک کی حالت میں کوئی کھانے کی چیز اٹھا لے تو اسے سارق نہیں گردانا بلکہ چشم پوشی سے کام لیا ہے۔

ایک دفعہ جبکہ حضرت مسیح موعودؑ سیر سے واپس آکر اپنے مکان میں داخل ہو رہے تھے کہ کسی سائل نے دور سے سوال کیا۔ مگر اس وقت ملنے والوں کی آوازوں میں اس سائل کی آواز گم ہوکر رہ گئی اور حضرت مسیح موعودؑ اندر چلے گئے۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد جب لوگوں کی آوازوں سے دور ہو جانے کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ کے کانوں میں اس سائل کی دکھ بھری آواز کی گونج اٹھی تو آپؑ نے باہر آکر پوچھا کہ ایک سائل نے سوال کیا تھا وہ کہاں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت وہ تو اسی وقت یہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کے بعد آپؑ اندرونِ خانہ تشریف لے گئے مگر دل بے چین تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد دروازہ پر اسی سائل کی آواز آئی اور آپؑ لپک کر باہر آئے اور اس کے ہاتھ میں کچھ رقم دی۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ میری طبیعت اس سائل کی وجہ سے بے چین تھی اور میں نے دعا بھی کی تھی کہ خدا اسے واپس لائے۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 286)

الغرض حضرت مسیح موعودؑ کا وجود ایک مجسم رحمت تھا۔ وہ رحمت تھا اپنے عزیزوں کے لئے اور رحمت تھا اپنے دشمنوں کے لئے اور رحمت تھا اپنے ہمسائیوں کے لئے اور رحمت تھا اپنے خادموں کے لئے اور رحمت تھا سائلوں کے لئے اور رحمت تھا عامۃ الناس کے لئے۔ اور دنیا کا کوئی چھوٹا یا بڑا طبقہ ایسا نہیں ہے جس کے لئے اس نے رحمت اور شفقت کے پھول نہ بکھیرے ہوں۔ بلکہ میں کہتاہوں کہ وہ رحمت تھا اسلام کے لئے جس کی خدمت اور اشاعت کے لئے اس نے انتہائی فائیت کے رنگ میں اپنی زندگی کی ہر گھڑی اور اپنی جان تک قربان کر رکھی تھی۔

بالآخر ایک جامع نوٹ پر اپنے اس مقالہ کو ختم کرتا ہوں۔ ہمارے بڑے ماموں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل نے میری تحریک پر حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق اور اوصاف کے متعلق ایک مضمون لکھا تھا۔ اس میں وہ فرماتے ہیں :

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہایت رؤف و رحیم تھے۔ سخی تھے۔ مہمان نواز تھے۔ اشجع الناس تھے۔ ابتلاؤں کے وقت جبکہ لوگوں کے دل بیٹھے جاتے تھے آپ شیرِ نر کی طرح آگے بڑھتے تھے۔ عفو، چشم پوشی، فیاضی، خاکساری، وفاداری، سادگی، عشقِ الٰہی، محبتِ رسولؐ، ادبِ بزرگانِ دین، ایفائے عہد، حسنِ معاشرت، وقار، غیرت، ہمت، اولوالعزمی، خوش روئی اور کشادہ پیشانی آپؑ کے ممتاز اخلاق تھے۔۔۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کواس وقت دیکھا جب میں دو برس کا بچہ تھا۔ پھر آپؑ میری ان آنکھوں سے اس وقت غائب ہوئے جب میں ستائیس سال کا جوان تھا۔ مگرمیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے آپؑ سے بہتر، آپؑ سے زیادہ خوش اخلاق، آپؑ سے زیادہ نیک، آپؑ سے زیادہ بزرگانہ شفقت رکھنے والا، آپؑ سے زیادہ اللہ اور رسولؐ کی محبت میں غرق رہنے والاکوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپؑ ایک نور تھے جو انسانوں کے لئے دنیا پر ظاہر ہوا اور ایک رحمت کی بارش تھے جو ایمان کی لمبی خشک سالی کے بعد اس زمین پر برسی اور اسے شاداب کر گئی۔''

(سیرت المہدی حصہ سوم کی آخری روایت کا ملخص)

یہی میری بھی چشم دیدشہادت ہے اور اسی پر میں اپنے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی مُطَاعِہٖ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

(محررہ 3دسمبر 1959ء)

(روزنامہ الفضل ربوہ9-10- 11 فروری 1960ء)

کتب مسیح موعودؑ پڑھنے کی تحریک

ہر احمدی کے سامنے میری اپیل ہے
کیوں احمدی کتب کی اشاعت قلیل ہے
کیا دلربا کلام ہے کیسا نفیس و پاک
دعویٰ نہیں ہے کوئی کہ جو بے دلیل ہے
بعض عبارتوں میں ہے کافور کا مزا
اور بعض میں ملی ہوئی کچھ زنجبیل ہے
انگور جنتی ہیں بہشتی انار و سیب
ہے نہر شیر و شہد کی یا سلسبیل ہے
ہیں نخل باحلاوت و کیلے ہیں بامزا
آبِ رواں کہیں ہے کسی جا پہ جھیل ہے
حور و قصور ہیں کہیں غلمان ہیں کہیں
ہر اک طرح کی رحمت ربّ جلیل ہے
دوزخ سے باز رکھتی ہے جنت کی رہنما
ہر اک کتاب گویا کہ زندہ خلیل ہے
شہباز علم و فضل ہے مہدی کا ہر کلام
اعدا کی جو کتاب ہے وہ مِثل چیل ہے
مہدی کا ہے کلام خدا کی طرف سے بس
گویا زباں سے بول رہا ... ہے
اس کی ہر اک کتاب میں ہے نور و معرفت
عارف وہ تھا خدا کا یہ اس پر دلیل ہے
اے دوستو تم اس کی کتب سے اٹھاؤ فیض
اب زندگی کا عرصہ عزیزو قلیل ہے
میرے پیارو چھوڑ دو تم قصہ خوانیاں
پڑھ پڑھ کے قصہ ہوتی طبیعت علیل ہے
پہچانو اس امام کو اس کا پڑھو کلام
جو راہ وہ بتاتا ہے حق کی سبیل ہے
کیوں اس کی ہر کتاب کو لیتے نہیں ہو تم
کس واسطے تمہاری طرف سے یہ ڈھیل ہے
ناصر کا ہے کلام عزیزوں کو مثلِ گل
اور دشمنوں کی آنکھ میں مانند کیل ہے

حضرت میر ناصر نواب

(الحکم 28فروری 1912ء صفحہ 8)

عبدالقدیر قمر

حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے نشانات اور اثرات

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

مَاكَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَي الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (آل عمران:180)

یارو مسیح وقت کہ تھی جن کی انتظار
راہ تکتے تکتے جن کی کروڑوں ہی مر گئے
آمد تھی ان کی یا کہ خدا کا نزول تھا
صدیوں کا کام تھوڑے سے عرصے میں کر گئے

کلی چٹکتی ہے ، پھول کھلتا ہے ،بند پنکھڑیوں کی مہک خوشبو کا روپ دھار کر عالم کو ایک پیغام دیتی ہے کہ خوابیدہ آنکھیں کھولو ، بہار آئی ہے ۔ دنیا کے اس چمن میں انبیاء کی آمد اس گلاب کی مانند ہے جو خزاں کے لمبے دور کے بعد بہار جانفزا کا مژدہ سناتا ہے۔

خاکسار رحمۃ للعالمین حضرت سید ولد آدم خاتم النبیّن ﷺ کے روحانی فرزند جلیل حضرت مسیح پاک مہدی موعود علیہ السلام کی صداقت پر کچھ لکھنا چاہتا ہے۔مجھے اُس عظیم وجود کی صداقت پر بات کرنی ہے جس کی آمد سے عالمِ روحانیت میں انقلاب کا باعث بنی ۔ مجھے اُس باغ و بہار شخصیت کی بات کرنی ہے جس کے آنے سے رنگ و نور کا سیلاب اُمڈ آیا اور عالمِ روحانی کشتِ زعفران ہوگئی۔جس نے انسانی روح کو سیراب کرنے والا پیغام دیا، جس عشقِ الٰہی کی جستجو رکھنے والوں کو ایک نہایت پیارے خزانے ، ایک زندہ خدا کا پتہ دیا۔ جس نے انسان کو بتایا کہ خدا اب بھی انسان سے بات کرتا ہے اورثبوت کے لئے اپنے وجود کو پیش کیا۔ فرماتے ہیں

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار
گلشنِ احمد بنا ہے مسکنِ بادِ صبا
جس کی تقریروں سے سنتا ہے بشر گفتارِ یار

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ ایسا نہیں کہ مومنوں کو اس حال میں چھوڑ دے جس پر تم ہو، یہاں تک کہ خبیث کو طیب سے نتھار کر الگ کردے اور اللہ کی یہ سنت نہیں کہ تم (سب) کو غیب پر مطلع کرے بلکہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چُن لیتا ہے۔ پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم ایمان لے آؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جب بھی یہ حالات پیدا ہوں کہ پتا نہ چلے کون پاک ہے اور کون ناپاک۔کون اچھا ہے اور کون بُرا،اور کون طیب ہے اور کون خبیث۔ تو اللہ تعالیٰ اپنا رسول بھیجتا ہے جس پر ایمان لانے والے پاک اور طیب ہوتے ہیں۔ اس امت یعنی امتِ محمدیہ میں بھی یہی ہونے والا تھا۔ چنانچہ

ہمارے پیارے نبی ﷺ نے آخری زمانہ کے حالات نہایت تفصیل سے بیان فرمادیئے تھے ۔آپؐ نے آخر زمانہ کے حالات کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا تھا۔

’’عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ نام کے سوا اسلام کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ الفاظ کے سوا قرآن کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ اس زمانہ کے لوگوں کی مسجدیں بظاہر تو آباد نظر آئیں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین مخلوق ہوں گے۔ ان میں سے ہی فتنے اُٹھیں گے اور ان میں ہی لوٹ جائیں گے۔‘‘

(مشکوٰۃ،کتاب العلم الفصل الثالث صفحہ 38 صفحہ 43)

اسی طرح فرمایا اے مسلمانو! تم پہلی قوموں کے حالات کی پیروی کرو گے جس طرح ایک بالشت دوسری بالشت کے مشابہ ہوتی ہے اور ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کے مشابہ ہوتا ہے اسی طرح تم پہلی قوموں کے نقشِ قدم پر چلو گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا یہودونصاریٰ کے نقشِ قدم پر چلیں گے؟ آپؐ نے فرمایا اور کس کے؟ (بخاری کتاب الاعتصام)

نیز فرمایا تھا بنی اسرائیل کے بہتر فرقے ہوگئے تھے اور میری اُمت کے تہتر فرقے ہوجائیں گے۔ ان تہتر میں سے سوائے ایک فرقے کے باقی سب دوزخ میں جائیں گے۔

(ترمذی ابواب الایمان باب افتراق ھذہ الامۃ)

عصرِ حاضر میں انسانیت کے گم کردہ راہ قافلے نے جس طرح اللہ تعالیٰ کے برگزیدوں اور فرستادوں کی تعلیم کو فراموش کر دیا اس کی نظیر بہت کم ملتی ہے عوام سے لے کر علماء تک کے سبھی طبقے خواہ ان کا تعلق کسی بھی مکتبِ فکر سے ہو بلا تفریق امت مرحومہ کے مرثیہ خواں نظر آتے تھے اور بزرگانِ حال و قال کہہ رہے تھے کہ جو تاریکی چھٹی صدی عیسوی میں جہالت نے پھیلائی تھی جبکہ اسلام کا ظہور ہوا تھا ویسی ہی روحانی تاریکی اور ظلمت آج پھر پوری شدت سے عود کر آئی ہے۔اخلاق و تمدن، معیشت واقتصاد اور عقائداور روحانیت کا کوئی ایسا خوفناک مرض نہیں جو انسانیت کو لاحق نہ ہو۔ خاص طور پر احادیث مذکورہ میں جو نقشہ آنحضرت ﷺ نے امت محمدیہ کا کھینچا ہے وہ من و عن پورا ہو گیا اس صورتحال کانقشہ ایک معروف عالم دین جناب نواب صدیق حسن خانؒ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں۔’’اب اسلام کا صرف نام قرآن کا صرف نقش باقی رہ گیا ہے۔ علماء اس امت کے بدتر ان کے ہیں جو نیچے آسمان کے اور اوپر زمین کے ہیں۔ انہی سے فتنے نکلتے ہیں اور انہی کے اندر پھر کر جاتے ہیں۔‘‘ (اقتراب الساعۃ ص12)

مولانا الطاف حسین حالی اُمّت کو ایک باغ سے تشبیہ دے کرلکھتے ہیں۔

پھر اک باغ دیکھے گا اُجڑا سراسر
جہاں خاک اُڑتی ہے ہر سُو برابر
نہیں زندگی کا کہیں نام جس پر
ہری ٹہنیاں جل گئیں جس کی جل کر
نہیں پھول پھل جس میں آنے کے قابل
ہوئے رُوکھ جس کے جلانے کے قابل

نیز لکھا

نہیں دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

علامہ اقبال مسلمانوں کی حالت کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں۔

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

جماعتِ اسلامی کے بانی مولانا مودودی لکھتے ہیں۔

’’ یہ انبوہِ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا یہ حال ہے کہ اُس کے 999فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہے۔ نہ اُن کا اخلاقی نقطہ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آرہا ہے اس لئے یہ مسلمان ہے۔ ‘‘

(موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ130مطبوعہ آری پریس دہلی)

عزیز دوستو! اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (الجمعة :4)

ترجمہ۔اور ان کے سوا ایک دوسری قوم میں بھی (وہ اسے بھیجے گا) جو ابھی تک ان سے ملی نہیں اور وہ غالب اور حکمت والا ہے ۔

بخاری کی روایت میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ رسول کریم ﷺ نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ! یہ آخرین کون ہیں ؟

رسول کریم ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا کہ ان میں سے ایک شخص ہوگا جو اُس وقت اگر ایمان ثریا سیارہ پر بھی چلا گیا ہوگا تو وہ اسے واپس زمین پر لائے گا۔

رسول کریمﷺ نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بارہ میں پیشگوئی فرمائی تھی کہ امت پر ایک ایسا دور آئے گا کہ دین میں بگاڑ آجائے گا جسے امام مہدی کے سوا کوئی او ر دور نہ کرسکے گا ۔

23مارچ1889ء کو اللہ تعالیٰ کے حکم اورآنحضورﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے جماعت احمدیہ کا مبارک آغاز کیااور فرمایا ’’ کہ میر اا س زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آنا محض مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں تینوں قوموں کی اصلاح منظور ہے۔‘‘

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت

میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

حضرت مسیح موعودؑ نے جماعت کو یہ خوشخبری سنائی۔

''تم خدا کے ہاتھ کا بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک درخت ہوجائے گا۔''

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد20ص309)

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً فرمایا۔ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا ۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق حضور کی زندگی میں کثرت سے لوگ جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے اِس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ دنیا کے دو سَو سے زائد ممالک میں قائم ہوچکی ہے ۔ اب دنیا بھر میں احمدیوں کی تعداد کروڑوں میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور کے الہام کے مطابق دنیا کے کناروں تک پہنچ چکی ہے۔ جو جماعت احمدیہ کے شاندار مستقبل کی علامت ہے ۔

میں وہ پانی ہوں جوآیا آسماں سے وقت پر
میں ہوں وہ نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

اے کاروانِ احمدیت کے مسافرو ! کسی بھی قوم یا جماعت کے مستقبل کا اندازہ اس کے ماضی اور حال کے آئینہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے ۔جماعت احمدیہ کے زندہ ماضی اور تابندہ حال کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

'' خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا ۔اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائے گا ...اور خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈھیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیح کو خبر دی تھی کہ وہ اس الٰہی سلسلہ کو بہت ترقی دے گا ۔چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔اے تما م لوگو سن رکھو! کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی ا س جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا۔

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد20صفحہ66)

اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے آثار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں ہی دیکھ لئے تھے۔ جن سے آپ کا دل خدا تعالیٰ کی حمدوثناء سے بھر گیا اور آپ کی زبانِ مبارک نے یہ اقرار کیا۔

اک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اُسی نے ثریا بنادیا

قرآن کریم قیامت تک کے لئےایک جامع اور کامل شریعت ہے جس میں قیامت تک پیدا ہونے والے تمام مسائل کا حل بتایا گیاہے۔ ہر مسئلہ کے بارہ میں نہ صرف ہدایت دی ہیں بلکہ اس کے دلائل اور حکمتیں بھی بیان کر دی گئی ہیں۔ایک نبوت کے دعویدارکی صداقت کو پہچاننے کا مسئلہ بھی نہایت ضروری اور اہم مسئلہ ہے۔اس لئے سب سے پہلے خاکسار قرآن کریم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ثابت کرے گا۔

آنحضورﷺ کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اے نبی تو ان سے کہہ دے فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْن اس سے پہلے میں ایک عرصہ دراز تم میں گزار چکا ہوں کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی تو ان لوگوں سے کہہ دے کہ میں دعویٰ نبوت سے قبل تم میں ایک لمبی عمر گزار چکا ہوں کیا تم نے مجھے کبھی جھوٹ بولتے دیکھا ہے۔اگر میں نے اپنی چالیس سالہ زندگی میں جو دعویٰ نبوت سے قبل کی ہے کسی ایک معاملہ میں بھی جھوٹ نہیں بولا تو کیا تمہاری عقل اس بات کو تسلیم کرے گی کہ آج اچانک میں خدائے تعالیٰ کے بارے میں جو احکم الحاکمین ہے جھوٹ اور افترا سے کام لینے لگا ہوں۔

انسانی فطرت تو یہ ہے کہ ہر عادت خواہ نیکی کی ہو یا بدی کی آہستہ آہستہ پڑتی ہے یہ تو فطرت کے ہی خلاف ہے کہ چالیس سال تک انسان سچ بولتا رہا ہو اور اچانک ایسا تغیر پیداہوجائے کہ انسان خدا کے بارے میں جھوٹ بولنے لگ جائے۔

رسول کریمؐ نے اپنا دعویٰ نبوت پیش کرنے سے پہلے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے دریافت کیا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے ایک لشکر جرار چھپا ہوا ہے تو کیا تم اس بات کو مان لو گے ؟تو انہوں نے کہامَاجَرَّبْنَاعَلَیْكَ اِلَّاصِدْقًا یعنی ہم نے آپ سے سوائے سچ کے کسی اور چیز کا تجربہ نہیں کیا۔تب آپ نے فرمایا کہ میں خدا کی طرف سے نبی ہو کر آیا ہوں اور ایک خطرناک عذاب سے تمہیں ڈراتا ہوں۔یہ بات سن کر حاضرین میں سے ابولہب اٹھا اور اس نے کہا تَبًّالَكَ یعنی تیرے لئے ہلاکت ہو تو نے یہ کیا بات کہی ہے۔

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کی دعویٰ سے پہلے کی زندگی دوست اور دشمن سب کے تجربہ کی رو سے نہایت پاک اور صاف ہوتی ہے اوروہ جھوٹ بولنے کا قطعاًعادی نہیں ہوتا۔درحقیقت اس کی دعویٰ نبوت سے بعد کی زندگی بھی پاک اور صاف ہوتی ہے لیکن دلیل ہے جو فطرت ِانسانی کے عین مطابق ہے اور جاہل سے جاہل بھی اس کو سمجھ سکتاہے۔ اسی دلیل کے مطابق حضرت مرزاغلام احمد صاحب قادیانی سچے قرار پاتے ہیں۔دیکھئے حضور اپنی پاکیزہ زندگی کے بارہ میں کیسی تحدی سے فرماتے ہیں۔''اب دیکھو خدا تعالیٰ نے اپنی حجت کو تم پر اس طرح پورا کر دیا کہ میرے دعویٰ پرہزار دلائل قائم کر کے تمہیں موقع دیا تاکہ تم غور کرو کہ وہ شخص جو تمہیں اس سلسلہ کی طرف بلاتا ہے خود کس درجہ کی معرفت کا آدمی ہے اور کس قدر دلائل پیش کرتا ہے اور تم کوئی عیب،افترایا دغاکا یاجھوٹ کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اورافترا کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ ہی بولا ہو گا۔کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے ۔پس یہ خدا کا فضل ہے جو اس نے مجھے ابتداء سے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔ ''

اس چیلنج کو پیش کئے آج سو سال سے زائد عرصہ ہوچکا ہے لیکن کوئی شخص حضورکی دعویٰ سے پہلے کی زندگی پر نکتہ چینی نہیں کر سکا ۔پس اگر دعویٰ نبوت سے قبل کی پاکیزہ زندگی حضورؐ کی صداقت کی دلیل ہے تو یقیناحضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی بھی دلیل ہے کیونکہ آپ نے بھی دنیا کے سامنے خدائی مرسل ہونے کا دعویٰ پیش کیا تھا ۔

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اورہی آیا ہوتا

کسی نے کیا خوب کہا ہے الفضلُ ما شھدت بہ الاعداء۔ فضیلت تو وہ ہوتی ہے جس کی گواہی دشمن بھی دینے پر مجبور ہوجائے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے دعویٰ سے پہلے کی پاکیزہ زندگی کے متعلق کئی غیروں کی شہادتیں ملتی ہیں۔ چنانچہ مشہور اہلحدیث لیڈر مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر رسالہ ''اشاعۃ السنہ'' حضرت اقدس کی شہرۂ آفاق تصنیف ''براہین احمدیہ'' پر ریویو کرتے ہوئے آپ کے متعلق لکھتا ہے۔''مؤلف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربے اور مشاہدے کی رو سے (واللہ حسیبہ) شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیز گار و صداقت شعار ہیں۔''

(رسالہ ''اشاعۃ السنہ'' جلدنمبر7 ص 6)

مشہورصحافی جناب منشی سراج الدین صاحب بانی ''زمیندار'' اخبار لاہور نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے حق میں اپنی چشم دید گواہی دی کہ

''ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ ان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا عوام سے کم ملتے تھے۔ 1877ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی ان دنوں میں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے۔''

(اخبار ''زمیندار'' 8جون 1908ء)

مولاناابوالکلام آزاد فرماتے ہیں۔''کیریکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پرسیاہی کا چھوٹے سے چھوٹا دھبہ بھی نظر نہیں آتا وہ ایک پاکباز کا جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی غرضیکہ مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے پچاس سالوں نے بلحاظ اخلاق و عادات اور کیا بلحاظ خدمت و حمایت دین مسلمانان ہند میں ان کو ممتاز و برگزیدہ اور قابل رشک مرتبہ پر پہنچا دیا۔''

(اخبار ''وکیل'' امرتسر 30 مئی1908ء)

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف نے فرمایا:۔''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی حق پر ہیں اور اپنے دعویٰ میں راست باز اور صادق ہیں اور آٹھوں پہر اللہ تعالیٰ حق سبحانہٗ کی عبادت میں مستغرق رہتے ہیں۔ا ور اسلام کی ترقی اور دینی امور کی سربلندی کے لئے دل و جان سے کوشاں ہیں میں ان میں کوئی مذموم اور قبیح چیز نہیں دیکھتا۔ اگر انہوں نے مہدی اور عیسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو یہ بھی ایسی بات ہے جو جائز ہے۔''

(اشارات فریدی جلد نمبر3 ص791 ترجمہ از فارسی)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی صداقت اور سچائی کے جو بھی معیار بیان فرمائے ہیں وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کو بھی اظہر من الشمس کی طرح ثابت کر رہے ہیں

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِي اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (المجادلہ:22)

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر فرض کردیا ہے کہ وہ اور اُس کے رسول ہمیشہ غالب رہیں گے وہ قوت والا اور غالب ہے۔

اسی طرح فرمایا اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (المومن:52)

ہم ضرور اپنے رسولوں کی اور اُن لوگوں کی جو ہمارے رسولوں پر ایمان لائے ہیں دنیا میں بھی اور اگلے جہان میں بھی مدد کیا کرتے ہیں‌اور اگر مدعی کا دعویٰ جھوٹا ہو تواللہ تعالیٰ سزا بھی دیتا ہے جیسے کہ فرمایا

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ (الحاقۃ:45تا48)

یعنی اگر یہ رسول جان بوجھ کر ہم پر جھوٹ باندھ رہا ہوتا تو ہم اس کادایاں ہاتھ پکڑ لیتے اوراس کی رگِ جان کاٹ ڈالتے اور تم میں کوئی اسے بچا نہ سکتا۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو قانون جاری ہیں ایک یہ کہ وہ اپنے رسولوں کی نصرت کرتا ہے اُن کی مدد کرتا ہے اور اُن کو غلبہ دیتا ہے اور دوسرا یہ کہ جو لوگ جانتے بوجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر افتراء کررہے ہوتے ہیں اور ایک بات کو جھوٹ بنا کر پیش کرتے ہیں تو اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد نہیں ملتی۔ بلکہ وہ ہلاک کئے جاتے ہیں۔

اب آپ ان آیات کے مطابق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کو ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا تھا کہ آپ اللہ کی طرف سے ہیں۔ اگر آپؑ اس دعویٰ میں مفتری ہوتے اور جان بوجھ کر لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہوتے توآپ کو ہلاک ہوجانا چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی سُنت ہے کہ وہ مفتری کو ہلاک کرتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے نہ صرف آپ کو محفوظ رکھا بلکہ باوجود شدید مخالفت کے آپ کامیاب ہوئے ۔اپنے دعویٰ کو لوگوں سے منوایا ، دشمنوں کے حملوں سے بچ گئے اور اللہ تعالیٰ کی تائیدات آپؑ کے لئے نازل ہوئیں۔

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولا سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

قرآن کریم کے بعد ہم اپنے پیارے آقا کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کی احادیث سے کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی پر روشنی پڑتی ہے۔

ہمارے آقاومولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ نے اسلام کے آخری دور میں ضعفِ اسلام کے وقت اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے مسیح موعودؑ کی بعثت کی خبر دی اور مسیح موعود کی شناخت اورپہچان کے لئے بھی قدم قدم پر رہنمائی فرمائی۔کہیں زمانے کی نشاندہی فرمائی،کہیں مسیح موعود کا حلیہ بیان فرمایا،کہیں آپ کی خاطر رونما ہونے والے معجزات کی پیشگوئیاں فرمائیں اورکہیں آپؑ کے مقابل آنے والی اقوام کے حالات اوردجال اور یاجوج ماجوج کی خبریں دیں۔ غرض ہر انداز اور ہر جہت سے آپؐ نےحضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت فرمائی ۔

حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک عظیم المرتبت اور بلند شان نشان جوہر انسانی دخل کے بغیر اور قدرت الٰہی کا شاہکار نشان ہے اور جورسول اللہ ﷺ نے بہت روشن اورواضح بیان فرمایاہے۔آپؐ فرماتے ہیں۔

اِنَّ لمھدینا اٰیتینِ لم تکونا مُنذُ خلقِ السماواتِ والارضَ ینکَسِفُ القمر لِاَوّلِ لیلۃِ من رَّمَضَانَ و تنکَسِفُ الشِّمْسُ فِي النِصفِ منه (دارقطنی صفحہ 188)

یعنی ہمارے مہدی کی صداقت کے لئے دو ایسے عظیم نشان ظاہر ہوں گے کہ زمین وآسمان کی تخلیق سے لے کر آج تک کبھی ایسے نشان کسی کے لئے رونما نہیں ہوئے۔اور وہ نشان یہ ہیں کہ مہدی موعودؑکے زمانہ میں رمضان کے مہینہ میں چاند کو اس کی گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات کو گرہن لگے اور اسی رمضان میں سورج بھی امام مہدی کی صداقت کے لئے گہنا یا جائے گااور اسے اس کی گرہن کی تاریخوں میں سے درمیانے دن گرہن لگے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ و مہدی موعودؑ کی صداقت کی جانچ کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ کا بیان فرمودہ یہ نشان بہت بلند اورروشن معیار صداقت ہے۔جو کسی انسان کے بس میں نہیں کہ اسے ظاہر کرسکے۔حضرت مسیح موعودؑ نے 1882ء میں ماموریت کا دعویٰ فرمایا۔ 1889ء میں لوگوں نے آپ پر ایمان لانا شروع کیا کچھ لوگ یقینا چاند اور سورج گرہن کے اس نشانِ صداقت کے رونما ہونے کے منتظر بھی تھے۔چنانچہ خدا کی تقدیر نے جلوہ نمائی کی اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کی یہ پیشگوئی 1894ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی خاطر پوری ہوئی ۔ جب 1894ءکے رمضان کی 13 تاریخ کو چاند کا حسن مسیح موعودؑ کی خاطر ماند پڑااور اسی رمضان کی 28تاریخ کو آپ کے واسطے سورج بھی گہنا گیا اورآپ کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر گیا۔

آپ کیا خوب فرماتے ہیں۔

آسمان میرے لئے تو نے بنایا اک گواہ
چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک وتار

میرے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیﷺ نے ولَیُترکُنَّ القِلاصُ فَلا یُسْعیٰ عَلَیھا کی پیشگوئی فرما کے مسیح موعودؑ کے زمانے کی بھی خبر دی ۔اورحضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر امام مہدی کی قوم کی نشاندہی بھی فرما دی ۔پھر دجال اور یاجوج ماجوج کے واقعات و نشانات اور ان سے مسیح موعودؑکے مقابلہ کا ذکر فرما کے آپ نے مسیح موعودؑکے زمانے کی پہچان کو ہمارے لئے آسان تربنا دیا۔

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

آپ اپنے روحانی مشن کے لحاظ سے انتہائی کامیاب زندگی گزار کر26 مئی 1908ء بروز منگل لاہور میں وفات پا کر اس دارفانی سے کوچ کرکے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔اور 27مئی1908ء کو قادیان ضلع گورداسپور میں بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ علیہ السلام کی رحلت جہاں ہراحمدی کے لئے ایک دل سوز واقعہ تھی وہاں غیرازجماعت لیکن اہل عقل و دانش کے لئے بھی کسی صدمہ سے کم نہ تھی۔ آپ کے وصال پر بہت سے اہل قلم نے غم و اندوہ کا اظہار کرتے ہوئے آپ علیہ السلام کے فضائل کا بھی ذکر کیا۔چنانچہ جناب مولانا ابوالکلام آزاد ایڈیٹر اخبار وکیل امرتسر حضور کی وفات پر ’’موت عالم‘‘ کے عنوان سے رقمطراز ہیں۔’’وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر اور زبان جادو...... وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان بنا رہاجو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا...... مرزا غلام احمد قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے۔ ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تودنیا میں ایک انقلاب پیدا کرکے دکھا جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ،ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کر ا دیا ہے کہ ان کا ایک بہت بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا ہے اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہیں مجبورکرتی ہے کہ اس احسان کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے...... میرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابل پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں ۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جب وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے...... آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو۔‘‘

(اخبار وکیل امرتسر30مئی 1908ء)

جناب مولانا ابوالنصر غلام یٰسین برادر مولانا ابوالکلام آزاد۔ اپریل 1905ء میں قادیان تشریف لائے اور واپسی پر اپنے تأثرات اخبار وکیل امرتسر میں بدیں الفاظ میں شائع فرمائے۔’’میرزا صاحب کی صورت نہایت شاندار ہے جس کا اثر بہت قوی ہوتا ہے آنکھوں میں خاص طرح کی چمک اور کیفیت ہے اور باتوں میں ملائمت ہے۔ طبیعت منسکر مگر حکومت خیز، مزاج ٹھنڈا مگر دلوں کو گرما دینے والا بردباری کی شان نے انکساری کی کیفیت میں اعتدال پیدا کر دیا ہے۔ گفتگو ہمیشہ اس نرمی سے کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے گویا متبسم ہیں۔ رنگ گورا ہے بالوں کو حنا کا رنگ دیتے ہیں۔ جسم مضبوط اور محنتی ہے۔ سر پر پنجابی وضع کی سفید پگڑی باندھتے ہیں پاؤں میں جراب اور دیسی جوتی ہوتی ہے۔ عمر تقریباً 66سال کی ہے۔ مرزا صاحب کے مریدوں میں میں نے بڑی عقیدت دیکھی اور انہیں خوش اعتقاد پایا۔‘‘ (اخبار وکیل امرتسر 1905ء)

(علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ 1908ء بحوالہ تشحیذ الاذہان جلد 3 نمبر 8 صفحہ 322۔ 1908ء)

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کے مشہور لیکچر ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے متعلق اخبار جنرل و گوہر آصفی کلکتہ نے جلسہ مذاہب عالم لاہور 1896ء کے اختتام پر لکھا:-''حق تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر اس جلسہ میں حضرت مرزاصاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے روبرو ذلت و ندامت کا قشقہ لگتا ہے۔ مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچا لیا۔ بلکہ اس کو مضمون کی بدولت فتح نصیب ہوئی۔''

(اخبار جنرل وگوہر آصفی کلکتہ مورخہ 24 جنوری 1897ء)

اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافتِ خامسہ کے بابرکت دور میں جماعتِ احمدیہ خیرِ اُمت بنتے ہوئے دنیا بھر میں تبلیغِ اسلام، مساجد کی تعمیر، قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم، ہسپتالوں اور سکولوں کا قیام کررہی ہے اور وہ دن دور نہیں جب تمام دنیا پر احمدیت کا جھنڈا لہرائے گا اُس وقت ایک خدا ،ایک رسول اور ایک قبلہ ہوگا ۔تب ایک نیا آسمان ہوگا اور نئی زمین ہوگی۔یہی جماعت ِ احمدیہ کا شاندار مستقبل ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

'' خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اِس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا مُنہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھادے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا ہے کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

سو اے سُننے والو! اِن باتوں کو یاد رکھو۔ اور اِن پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ کرلو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔''

(تجلیاتِ الٰہیہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409)

علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ نے لکھا:''مرحوم ایک مانے ہوئے مصنف اور مرزائی (احمدی) فرقہ کے بانی تھے آپ کی پیدائش 1839-40میں ہوئی آپ نے علوم شرقیہ میں کمال حاصل کیا۔ اپنی زندگی کے آخری دن تک کتابوں کے عاشق رہے اور دنیوی پیشوں سے پرہیز کرتے رہے۔ 1874ء تا 1876ء عیسائیوں، آریوں، برہموں کے خلاف شمشیر قلم خوب چلایا۔ آپ نے 1880ء میں تصنیف کا کام شروع کیا۔ آپ کی پہلی تصنیف (براہین احمدیہ) اسلام کے ڈیفنس میں تھی جس کے جواب کے لئے آپ نے دس ہزار روپے کا انعام رکھا۔ آپ نے انیسویں صدی کے لئے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ 1889ء میں بیعت لینی شروع کی… آپ نے اپنی تصنیف کردہ اسی 80 کتابیں پیچھے چھوڑیں جن میں سے بیس 20عربی زبان میں ہیں بے شک مرحوم اسلام کا ایک بڑا پہلوان تھا۔''

چودھری افضل حق صدر جمعیۃ الاحرار رقمطراز ہیں۔

''آریہ سماج کے معرض وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسد بے جان تھا جس میں تبلیغی حِس مفقود ہو چکی تھی۔ سوامی دیانند کی مذہب اسلام کے متعلق بدظنی نے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کے لئے چوکنا کر دیا مگر حسب معمول جلدی خواب گراں طاری ہو گئی...... مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی ہاں ایک دل (حضرت مسیح موعودؑ مرادہیں۔ ناقل) مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا۔ ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کرکے اسلام کی نشرو اشاعت کے لئے بڑھا اور اپنی جماعت میں اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابل تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام جماعتوں کے لئے نمونہ ہے۔''

(فتنۂ ارتداد اورپولیٹیکل قلا بازیاں ص46)

خواجہ حسن نظامی دہلوی صاحب کا بیان اخبار ''منادی'' میں یوں شائع ہوا۔''مرزا غلام احمدصاحب اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل بزرگ تھے ...... آپ کی تصانیف کے مطالعہ اور آپ کے ملفوظات کے پڑھنے سے بہت فائدہ پہنچ رہا ہے اور ہم آپ کے تبحر علمی اور فضیلت و کمال کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔''

(اخبار ''منادی '' 27 فروری 4 مارچ1930ء)

مولوی عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں۔''مرزا صاحب تو بہرحال اپنے تئیں مسلمان اور خادم اسلام کہتے ہیں اور مسیحیوں، آریوں، ملحدوں کے جواب میں سینکڑوں ہزاروں صفحے لکھ گئے ہیں۔''

(اخبار ''سچ'' بحوالہ پیغام صلح 22 جنوری 1926ء)

اخبار ''جیون تت'' میں دیو سماج کے سیکرٹری نے لکھا۔''وہ اسلام کے مذہبی لٹریچر کے خصوصیت سے عالم تھے، سوچنے اور لکھنے کی اچھی طاقت رکھتے تھے۔ کتنی ہی بڑی بڑی کتابوں کے مصنف تھے۔'' (بحوالہ البدر2جولائی 1908ء)

شاعرمشرق علامہ اقبال نے اپنے بعض انگریزی مضامین میں حضرت اقدس کی زندگی میں صاف صاف لکھا کہ

''آپ جدید ہندی مسلمانوں میں سب سے بڑے دینی مفکر ہیں۔'' (انڈین انکوائری جلد29ستمبر 1900ء ص237
بحوالہ الفرقان جون 1955ء)

نواب محسن الملک۔آپ سر سید مرحوم کے سیاسی جانشین اور آل انڈیا مسلم لیگ کے پہلے جنرل سیکرٹری تھے۔ حضور کی خدمات کو سراہتے ہوئے 2 اکتوبر1895ء کو بمبئی سے مندرجہ ذیل مکتوب لکھا۔''درحقیقت دینی مباحثات و مناظرات (میں) جو دل شکن اور جیسی درد انگیزی باتیں لکھی اور کہی جاتی ہیں وہ دل کو نہایت بے چین کرتی ہیں اور اسے ہر شخص کو جسے ذرا بھی اسلام کا خیال ہو گا روحانی تکلیف پہنچتی ہے۔ خدا آپ کو اجر دے کہ آپ نے ایک دلی جوش سے مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہا ہے۔ یہ کام بھی آپ کا منجملہ او ربہت سے کاموں کے ہے جو آپ مسلمانوں کے بلکہ اسلام کے لئے کرتے ہیں۔''

(الحکم 7اگست1934ء)

شمس العلماء سید میرمہدی حسن مرحوم استاد علامہ اقبال۔اپنے ایک مکتوب میں حضور کے زمانہ قیام سیالکوٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''ادنیٰ تأمل سے بھی دیکھنے والے پر واضح ہو جاتا تھا کہ حضرت اپنے ہر قول و فعل میں دوسروں سے ممتاز ہیں۔''

(بحوالہ سیرۃ المہدی حصہ اول ص270)

پھر ایک ملاقات میں چشم پُر آب ہو کر فرمایا۔''افسوس ہم نے ان کی قدر نہ کی۔ ان کے کمالات روحانی کو بیان نہیں کر سکتا۔ ان کی زندگی معمولی انسان کی زندگی نہ تھی بلکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو خداتعالیٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں اور دنیا میں بھی کبھی آتے ہیں۔''

(الحکم 17 اپریل 1934ء)

علامہ اپنے ایک بیان میں لکھتے ہیں۔

'' آپ عزلت پسند اور پارسااور فضول و لغو سے مجتنب اور محترز تھے۔''

نیز لکھا۔

''کچہری سے جب تشریف لاتے تھے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے۔ بیٹھ کر کھڑے ہو کر ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے اور زار و قطار رویا کرتے تھے۔ ایسی خشوع اور خضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔''

(سیرت المہدی حصہ اول ص 270۔272)

****

مہدی کی امامت

اسلام کی شوکت کو سمجھے بھی تو کیا سمجھے
ہر ظلم کی برچھی کو تم ہم پہ روا سمجھے
معبود کے حکموں سے کیوں پھیرا ہے رُخ اپنا
رسمی سی عبادت کو تم رب کی رضا سمجھے
ہم ظلم جو سہتے ہیں اس میں ہے لذت کیا
رب مولا کی عطا ہے یہ تم اس کو سزا سمجھے
عاشق جو محمدؐ کا احمدؑ پہ نچھاور تھا
احمدؑ کو محمدؐ سے تم کیسے جدا سمجھے
مہدی کی امامت ہو اور اونچا ہو نام اس کا
یہ وعدہ ازل سے ہے پر تُم نہ ذرا سمجھے

درثمین احمد

جاوید اقبال ناصر ۔ جرمنی

حضرت مصلح موعودؓ کے بیان فرمودہ رُوح پرور اور مفرح القلوب واقعات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان مبارک سے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی الہامی بشارت کے نتیجہ میں ایک وجود دُنیا میں آیا اور مصلح موعودؓ کہلایا۔ اسی وجود نے دنیا کی اصلاح کے لئے مختلف راہیں اور طور طریقےاختیار کئے۔انہی طریقوں میں آپ کا ایک پر اثرطریق حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے صحابہ کرام کے واقعات کو پُر اثر انداز میں بیان کرنا تھا۔ تاکہ پڑھنے والے کوبات آسانی سے سمجھ آسکے۔ آپ کے بیان کردہ واقعات کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نےاپنے خطبات میں اِس طرح جماعت کے سامنے رکھا کہ اِن کے اندر ایک نئی جدّت اورروح پیدا ہو گئی۔ اُن واقعات میں سے چند ایک حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبانی یہاں پر پیش خدمت ہیں۔

صحابہ کرام کا حضرت مسیح موعودؑ سے عشق

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ 24 جولائی 2015ءکے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

’’صحابی حضرت منشی اروڑے خان صاحب کے آپؑ سے عشق کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ ’’منشی اروڑے خان صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق تھا۔ وہ کپور تھلہ میں رہتے تھے اور کپور تھلہ کی جماعت کی اخلاص کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قدر تعریف فرمایا کرتے تھے کہ آپ نے انہیں ایک تحریر بھی لکھ دی تھی جو انہوں نے (یعنی جماعت نے) رکھی ہوئی ہے کہ اس جماعت نے ایسا اخلاص دکھایا ہے کہ یہ جنت میں میرے ساتھ ہوں گے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بار بار درخواست کرتے کہ حضور کبھی کپورتھلہ تشریف لائیں۔ آپ نے بھی وعدہ کیا ہوا تھا۔ جب موقع ہوا آئیں گے۔ ایک بار جو فرصت ملی تو اطلاع دینے کا وقت نہیں تھا اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بغیر اطلاع کے چل پڑے اور کپورتھلہ کے اسٹیشن پر جب اترے تو ایک شدید مخالف نے آپ کو دیکھا جو آپ کو پہچانتا تھا۔ اگرچہ وہ مخالف تھا مگر بڑے آدمیوں کا ایک اثر ہوتا ہے۔منشی اروڑا صاحب سناتے ہیں کہ ہم ایک دکان پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ وہ دوڑا دوڑا آیا اور کہنے لگا کہ تمہارے مرزا صاحب آئے ہیں۔ یہ سن کر جوتی اور پگڑی وہیں پڑی رہی اور میں ننگے پاؤں اور ننگے سرا سٹیشن کی طرف بھاگا۔ مگر پھر تھوڑی دورجا کر خیال آیا کہ ہماری ایسی قسمت کہاں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ اطلاع دینے والا مخالف ہے اس نے مخول کیا ہو گا۔ مذاق کیا ہو گا۔ اس پر میں نے کھڑے ہو کر اسے ڈانٹنا شروع کر دیا۔ منشی صاحب کہتے ہیں میں نے اس شخص کو ڈانٹنا شروع کر دیا کہ تُو جھوٹ بولتا ہے مذاق اڑاتا ہے۔ مگر پھر خیال آیا کہ شاید آ ہی گئے ہوں اس لئے پھر بھاگا۔ پھر خیال آیا کہ ہماری ایسی قسمت نہیں ہو سکتی اور پھر اسے کوسنے لگا۔ وہ کہے مجھے برا بھلا نہ کہو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ اس پر پھر چل پڑے۔ غرضیکہ میں کبھی دوڑتا اور کبھی کھڑا ہو جاتا اسی حالت میں جا رہا تھا کہ سامنے کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں۔ تو یہ جنون ہونے والا عشق ہے اور ان کے معشوق ہونے کا خیال آتا تو دل کہتا کہ وہ ہمارے پاس کہاں آ سکتے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب فوت ہوئے ہیں تو کچھ عرصے بعد منشی اروڑے خان صاحب قادیان آ گئے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے مجھے پیغام بھیجا کہ میں ملنا چاہتا ہوں۔ میں جب ان سے ملنے کے لئے باہر آیا تو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں دو یا تین اشرفیاں تھیں جو انہوں نے یہ کہتے ہوئے مجھے دیں کہ امّاں جان کو دے دیں۔ مجھے اس وقت یادنہیں کہ وہ کیا کہا کرتے تھے، اماں جان یا اماں جی مگر بہرحال ماں کے مفہوم کا لفظ ضرور تھا۔ اس کے بعد انہوں نے رونا شروع کیا اور چیخیں مار مار کر اس شدت کے ساتھ رونے لگے کہ ان کا تمام جسم کانپ رہا تھا۔ اگرچہ مجھے یہ خیال تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یاد انہیں رُلا رہی ہے مگر وہ کچھ اس بے اختیاری سے رو رہے تھے کہ میں نے سمجھا کہ اس میں کسی اور بات کا بھی دخل ہے۔ غرضیکہ وہ دیر تک کوئی پندرہ بیس منٹ بلکہ آدھا گھنٹہ تک روتے رہے۔ میں پوچھتا رہا کہ کیا بات ہے۔ وہ جواب دینا چاہتے مگر رقت کی وجہ سے جواب نہ دیتے۔ آخر جب ان کی طبیعت سنبھلی تو انہوں نے کہا کہ میں نے جب بیعت کی اس وقت میری تنخواہ سات روپیہ تھی اور اپنے اخراجات میں ہر طرح سے تنگی کر کے اس کے لئے کچھ نہ کچھ بچاتا کہ خود قادیان جا کرحضور کی خدمت میں پیش کروں اور بہت سا رستہ میں پیدل طے کرتا تاکہ کم سے کم خرچ کر کے قادیان پہنچ سکوں۔ پھر ترقی ہو گئی اور ساتھ اس کے یہ حرص بھی بڑھتی گئی یعنی دینے کی۔ آخر میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں حضور کی خدمت میں سونا نذر کروں۔ جو تھوڑی سی تنخواہ میں سے علاوہ چندہ کے پیش کرنا چاہتا تھا لیکن جب تھوڑا تھوڑا کر کے کچھ جمع کر لیتا تو پھر گھبراہٹ سی پیدا ہوتی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھے اتنی مدت ہو گئی ہے اس لئے قبل اس کے کہ سوناحاصل کرنے کے لئے رقم جمع ہو قادیان چلا آتا اور جو کچھ پاس ہوتا حضور کی خدمت میں پیش کر دیتا۔ آخر یہ تین پاؤنڈ جمع کئے تھے اور ارادہ تھا کہ خود حاضر ہو کر پیش کروں گا کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ گویا ان کے تیس سال اس حسرت میں گزر گئے۔ انہوں نے اس کے لئے محنت بھی کی لیکن جس وقت اس کی توفیق ملی حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت ہو چکے تھے‘‘

(ماخوذ از خطبات محمود جلد14 صفحہ178تا180 ۔
الفضل 8ستمبر 2015ء)

22 مئی 2015 ءکے خطبہ جمعہ میں یہی موضوع حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اِس طرح بیان فرماتے ہیں۔

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کا جو عشق تھا اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ’’ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا۔ آپ کے دیکھنے والوں کو آپ سے جو محبت تھی اس کا اندازہ وہ لوگ نہیں کر سکتے جو بعد میں آئے یا جن کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں عمر چھوٹی تھی۔ (آپ کے زمانہ میں تھے لیکن عمر چھوٹی تھی، اتنا شعور نہیں تھا۔) فرمایا ’’مگر مجھے خدا تعالیٰ نے ایسا دل دیا تھا کہ میں بچپن سے ہی ان باتوں کی طرف متوجہ تھا۔ میں نے ان لوگوں کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کا اندازہ لگایا ہے جو آپ کی صحبت میں رہے۔ میں نے سالہا سال ان کے متعلق دیکھا ہے کہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی کی وجہ سے اپنی زندگی میں کوئی لطف محسوس نہ ہوتا تھا اور (حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد) دنیا میں کوئی رونق نظر نہ آتی تھی۔ فرمایا کہ حضرت خلیفہ اول جن کے حوصلے کے متعلق جو لوگ واقف ہیں جانتے ہیں کہ کتنا مضبوط اور قوی تھا۔ وہ اپنے غموں اور فکروں کو ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے مگر انہوں نے کئی دفعہ جبکہ آپ اکیلے ہوتے اور کوئی پاس نہ ہوتا مجھے کہا میاں! جب سے حضرت صاحب فوت ہوئے ہیں مجھے اپنا جسم خالی معلوم ہوتا ہے اور دنیا خالی خالی نظر آتی ہے۔ میں لوگوں میں چلتا پھرتا اور کام کرتا ہوں مگر پھر بھی یوں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ آپ کے علاوہ کئی اور لوگوں کو بھی میں نے دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں رہے۔ ان کی محبت اور عشق ایسا بڑھا ہوا تھا کہ کوئی چیز انہیں لطف نہ دیتی اور وہ چاہتے کہ کاش ہماری جان نکل جائے تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جا ملیں‘‘

(ماخوذ ازخطبات محمود جلد 1صفحہ144-145۔
مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 12جون 2015ء)

دو طرفہ جذبہ عشق

عشق و محبت اُس وقت دیرپا رہتا ہے جب یہ دوطرفہ ہو۔ حضرت مسیح موعودؑاورآپؑ کے صحابہ کرام کا آپس میں اِسی طرح کا عشق تھا۔ آپ 24 جولائی 2015 ءکے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

’’حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے مولوی عبدالکریم صاحب کو خاص عشق تھا اور ایسا عشق تھا کہ اسے وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے اس زمانے کو دیکھا۔ دوسرے لوگ اس کا قیاس بھی نہیں کرسکتے۔ (حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ) وہ ایسے وقت میں فوت ہوئے جب میری عمر سولہ سترہ سال تھی اور جس زمانے میں میں نے ان کی محبت کو شناخت کیا ہے اس وقت میری عمر بارہ تیرہ سال کی ہو گی...آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی صحبت میں بیٹھے ہوتے تو یوں معلوم ہوتا کہ آپ کی آنکھیں حضور کے جسم میں سے کوئی چیز لے کر کھا رہی ہیں۔ اس وقت گویا آپ کے چہرے پر بشاشت اور شگفتگی کا ایک باغ لہرا رہا ہوتا تھا اور آپ کے چہرے کا ذرہ ذرہ مسرت کی لہر پھینک رہا ہوتا تھا۔ جس طرح مسکرا مسکرا کر آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی باتیں سنتے اور جس طرح پہلو بدل بدل کر داد دیتے وہ قابل دیدنظارہ ہوتا۔ اگر اس کا تھوڑا سا رنگ میں نے کسی اور میں دیکھا تو وہ حافظ روشن علی صاحب مرحوم تھے۔ غرض مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے خاص عشق تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی آپ سے ویسی ہی محبت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا طریق تھا کہ مغرب کی نماز کے بعد ہمیشہ بیٹھ کر باتیں کرتے۔ لیکن مولوی صاحب کی وفات کے بعد آپ نے ایسا کرنا چھوڑ دیا۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور اب بیٹھتے نہیں؟ تو فرمایا کہ مولوی عبدالکریم صاحب کی جگہ کو خالی دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے۔ حالانکہ کون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو حیّ اور دوبارہ زندگی دینے والا یقین کرتا ہو۔ پس یہ یکطرفہ عشق نہیں تھا‘‘

(ماخوذ از خطبات محمود جلد14 صفحہ122۔
روزنامہ الفضل 8ستمبر 2015ء)

پھر آپ فرماتے ہیں:’’عربی کے بعض حروف ایسے ہیں جن کی خاص ادائیگی ہے اور غیر عرب اس کا صحیح تلفظ ادا نہیں کر سکتے۔ ایک دفعہ ایک عرب نے یہ اعتراض حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی گفتگو کے دوران کیا کہ آپ صحیح ادائیگی نہیں کر سکتے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی مجلس میں ایک دفعہ ایک شخص آیا۔ آپ نے اسے تبلیغ کرنی شروع کی تو باتوں باتوں میں آپ نے فرمایا کہ قرآن میں یوں آتا ہے۔ پنجابی لہجے میں چونکہ ’’ق‘‘ اور ’’ق‘‘ اچھی طرح ادا نہیں ہو سکتااور عام طور پر لوگ قرآن کہتے ہوئے قاریوں کی طرح ق کی آواز گلے سے نہیں نکالتے بلکہ ایسی آواز ہوتی ہے جو ’’ق‘‘ اور ’’ک‘‘ کے درمیان درمیان ہوتی ہے۔

آپ نے بھی قرآن کا لفظ اس وقت معمولی طور پر ادا کر دیا۔ اس پر وہ شخص کہنے لگا کہ بڑے نبی بنے پھرتے ہیں۔ قرآن کا لفظ تو کہنا آتا نہیں اس کی تفسیر آپ نے کیا کرنی ہے۔ جونہی اس نے یہ فقرہ کہا اس مجلس میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اسے تھپڑ مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے معاً ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور دوسری طرف مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم بیٹھے تھے۔ دوسرا ہاتھ انہوں نے پکڑ لیا۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پھر اسے تبلیغ کرنی شروع کر دی۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاحبزادہ صاحب سے فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس یہی ہتھیار ہے اگر ان ہتھیاروں سے بھی یہ کام نہ لیں تو بتلائیں یہ اور کیا کریں۔ اگر آپ یہی امید رکھتے ہیں کہ یہ بھی دلائل سے بات کریں اور صداقت کی باتیں ان کے منہ سے نکلیں تو پھر اللہ تعالیٰ کو مجھے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کا مجھے بھیجنا ہی بتا رہا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کا مجھے بھیجنا ہی بتا رہا ہے) کہ ان لوگوں کے پاس صداقت نہیں رہی۔ یہی اوچھے ہتھیار ان کے پاس ہیں اور (صاحبزادہ صاحب کو فرمایا کہ) آپ چاہتے ہیں کہ یہ ان ہتھیاروں کو بھی استعمال نہ کریں۔“

(الفضل 9 مارچ 1938ء)

صبر و تحمل کے پیکر

حضرت مسیح موعودؑعلیہ الصلوۃ والسلا م کا صبر و تحمل انتہا درجہ کا تھا۔حضورانور نے 24 جولائی 2015ء کو جمعہ کے خطبہ میں آپ کی اِس خداداد صفت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

”پھر صبر کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ آپ کے صبر کی کیا حالت تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ دشمنان احمدیت کے ایسے ایسے گندے خطوط میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے نام پڑھے ہیں کہ انہیں پڑھ کر جسم کا خون کھولنے لگتا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہ رکھے ہوئے تھے صبر سے کام لیتے تھے اور فرماتے ہیں کہ پھر یہ خطوط ایسی کثرت سے آپ کو پہنچتے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اتنی کثرت سے میرے نام بھی نہیں آتے۔ میری طرف سال میں صرف چار پانچ خطوط ایسے آتے ہیں علاوہ ان کے جو بیرنگ آتے ہیں اور واپس کر دیئے جاتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف ہر ہفتے میں دو تین خط ایسے ضرور پہنچ جاتے تھے اور وہ اتنے گندے اور گالیوں سے پُر ہوا کرتے تھے کہ انسان دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اتفاقاً ان خطوط کو ایک دفعہ پڑھنا شروع کیا تو ابھی ایک دو خط ہی پڑھے تھے کہ میرے جسم کا خون کھولنے لگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیکھا تو آپ فوراً تشریف لائے اور آپ نے خطوط کا وہ تھیلا میرے ہاتھ سے لے لیا اور فرمایا انہیں مت پڑھو۔ اس قسم کے خطوط کے کئی تھیلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس جمع تھے۔ لکڑی کا ایک بکس تھا جس میں آپ یہ تمام خطوط رکھتے چلے جاتے۔ کئی دفعہ آپ نے یہ خطوط جلائے بھی مگر پھر بہت سے جمع ہو جاتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہی تھیلوں کے متعلق اپنی کتب میں لکھا ہے کہ میرے پاس دشمنوں کی گالیوں کے کئی تھیلے جمع ہیں۔ پھر صرف ان میں گالیاں نہیں ہوتی تھیں بلکہ واقعات کے طور پر جھوٹے اتہامات اور ناجائز تعلقات کا ذکر ہوتا تھا۔ پس ایسی باتوں سے گھبرانا بہت نادانی ہے۔ یہ باتیں تو ہمارے تقویٰ کو مکمل کرنے کے لئے ظاہر ہوتی ہیں۔ ان میں ناراضگی اور جوش کی کون سی بات ہے۔ آخر برتن کے اندر جو کچھ ہوتا ہے وہی اس میں سے ٹپکتا ہے۔ دشمن کے دل میں چونکہ گند ہے اس لئے گند ہی اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں چاہئے کہ ہم نیکی اور تقویٰ پر زیادہ سے زیادہ قائم ہوتے چلے جائیں اور اپنے اخلاق کو درست رکھیں۔ اگر دشمن کسی مجلس میں ہنسی اور تمسخر سے پیش آتا ہے تو پھر تم اس مجلس سے اٹھ کر چلے آؤ۔ یہی خدا کا حکم ہے“۔

(ماخوذ از الفضل 9 مارچ 1938ء)

اولیاء کی قبروں پر دُعا کرنا

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کا اولیاء اور بزرگان کی قبروں پر جا کر دُعا کرنا ثابت ہے۔ حضورانور نے 24 جولائی 2015ء کو جمعہ کے خطبہ میں فرمایا۔

”ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ایک دفعہ دہلی تشریف لے گئے تو آپ مختلف اولیاء کی قبروں پر دعا کرنے کے لئے گئے۔ چنانچہ خواجہ باقی باللہ صاحب، حضرت قطب صاحب، خواجہ نظام الدین صاحب اولیاء، شاہ ولی اللہ صاحب، حضرت خواجہ میر درد صاحب اور نصیر الدین صاحب چراغ کے مزارات پر بھی آپ نے دعا فرمائی۔ اس وقت آپ نے جو کچھ فرمایا تو جہاں تک مجھے یاد ہے گو ڈائری اس طرح چھپی ہوئی نہیں، یہ ہے کہ دلّی والوں کے دل مردہ ہو چکے ہیں۔ ہم نے چاہا کہ ان وفات یافتہ اولیاء کی قبروں پر جا کر ان کے لئے، ان کی اولادوں کے لئے اور خود دہلی والوں کے لئے دعائیں کریں تا کہ ان کی روحوں میں جوش پیدا ہو اور وہ بھی ان لوگوں کی ہدایت کے لئے دعائیں کریں۔ ڈائری میں صرف اس قدر چھپا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہم نے قبروں پر ان کے لئے بھی دعا کی اور اپنے لئے بھی دعا کی ہے اور بعض امور کے لئے بھی دعا کی ہے“۔

(بدر 8 نومبر 1905ء۔مطبوعہ روزنامہ الفضل 8 ستمبر 2015ء صفحہ 6)

حضورانور نے فرمایا:

”اب دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے خالی ان لوگوں کے لئے دعا نہیں کی۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قبر پر جا کر صرف مرنے والے کے لئے ہی دعا کرنی چاہئے، اس کا اس ڈائری سے ردّ ہوتا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں ہم نے ان کے لئے بھی دعا کی اور اپنے لئے بھی دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے اور اور کئی امور کے لئے بھی۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی ڈائری ہے جو بدر میں چھپی ہوئی موجود ہے“۔

(مطبوعہ روزنامہ الفضل 8 ستمبر 2015ء صفحہ 6)

مولوی عبداللطیفؓ کی ایک جدید کرامت

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام تذکرۃ الشہادتین تحریر فرما رہے تھے تو آپ کو درد گردہ کی شدید تکلیف شروع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دُعا کو سنا اور درد سے نجات ملی۔24 جولائی 2015ء کو جمعہ کے خطبہ میں حضورانور نے فرمایا:

”اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام تذکرۃ الشہادتین میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرا ارادہ تھا کہ گورداسپور ایک مقدمے پر جانے سے پیشتر اس کتاب کو (تذکرۃ الشہادتین کو) مکمل کر لوں اور اسے اپنے ساتھ لے جاؤں مگر مجھے شدید درد گردہ ہو گیا اور میں نے سمجھا کہ یہ کام نہیں ہو سکے گا۔ اس وقت میں نے اپنے گھر والوں یعنی حضرت اُمّ المومنین سے یہ کہا کہ میں دعا کرتا ہوں آپ آمین کہتی جائیں۔ چنانچہ اس وقت میں نے صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب شہید کی روح کو سامنے رکھ کر دعا کی کہ الٰہی اس شخص نے تیرے لئے قربانی کی ہے اور میں اس کی عزت کے لئے یہ کتاب لکھنا چاہتا ہوں تو اپنے فضل سے مجھے صحت عطا فرما۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ”قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ابھی صبح کے چھ نہیں بجے تھے کہ میں بالکل تندرست ہو گیا اور اسی روز نصف کے قریب کتاب کو لکھ لیا۔

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 74-75)

اب دیکھ لو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مقدمے پر جا رہے تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ اس سے پیشتر کتاب مکمل ہو جائے مگر آپ سخت بیمار ہوگئے۔ اس پر آپ نے حضرت شہید مرحوم کی روح کو جو آپ کے خادموں میں سے ایک خادم تھے اپنے سامنے رکھ کر دعا کی کہ الٰہی اس کی خدمت اور قربانی کو دیکھتے ہوئے میں نے یہ کتاب لکھنی چاہی تھی۔ تُو مجھے اپنے فضل سے صحت عطا فرما۔ اور پھر خدا نے آپ کی اس دعا کو قبول فرمایا۔ چنانچہ آپ نے اس واقعہ کا ہیڈنگ ہی یہ رکھی ہے کہ ”مولوی عبداللطیف کی ایک جدید کرامت“۔ صلحاء و اتقیاء کے طریق سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس رنگ میں کئی بار دعا فرمائی۔ جو چیز منع ہے وہ یہ ہے کہ مردہ کے متعلق یہ خیال کیا جائے کہ وہ ہمیں کوئی چیز دے دے گا۔ یہ امر صریح ناجائز ہے اور اسلام اسے حرام قرار دیتا ہے۔ باقی رہا اس کا یہ حصہ کہ ایسے مقامات پر جانے سے رقّت پیدا ہوتی ہے یا یہ حصہ کہ انسان ان وعدوں کو یاد دلا کر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے کئے ہوں دعا کرے کہ الٰہی اب ہمارے وجود میں تُو ان وعدوں کو پورا فرما۔ یہ نہ صرف ناجائز نہیں بلکہ ایک روحانی حقیقت ہے اور مومن کا فرض ہے کہ وہ برکت کے ایسے مقامات سے فائدہ اٹھائے۔ مثلاً جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے مزار پر دعا کے لئے جائیں تو ہم اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ الٰہی یہ وہ شخص ہے جس کے ساتھ تیرا یہ وعدہ تھا کہ میں اس کے ذریعہ اسلام کو زندہ کروں گا۔ تیرا وعدہ تھا کہ میں اس کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا“۔

(ماخوذ از الفضل 14 مارچ 1944ء)

رزّاق کے رزق دینے کے نرالے انداز

22 مئی 2015ء کو جمعہ کے خطبہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زلزلے کے متعلق اپنی پیشگوئیوں کی اشاعت فرمائی تو قادیان میں کثرت سے احمدی دوست آ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام بھی دوستوں سمیت باغ میں تشریف لے گئے اور وہاں خیموں میں رہائش شروع کر دی۔ چونکہ ان دنوں قادیان میں زیادہ کثرت سے مہمان آنے لگ گئے تھے۔ ایک دن آپ نے ہماری والدہ سے فرمایا کہ اب تو روپے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ (بہت زیادہ اخراجات شروع ہو گئے ہیں۔) میرا خیال ہے کہ کسی سے قرض لے لیا جائے۔ (یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔) کیونکہ اب اخراجات کے لئے کوئی روپیہ پاس نہیں رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ ظہر کی نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ جب واپس آئے تو اس وقت مسکرا رہے تھے۔ واپس آنے کے بعد پہلے آپ کمرے میں تشریف لے گئے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد باہر نکلے اور والدہ سے فرمایا کہ انسان باوجود خدا تعالیٰ کے متواتر نشانات دیکھنے کے بعض دفعہ بدظنی سے کام لیتا ہے۔ میں نے خیال کیا تھا کہ لنگر کے لئے روپیہ نہیں۔ اب کہیں سے قرض لینا پڑے گا مگر جب میں نماز کے لئے گیا تو ایک شخص جس نے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ آگے بڑھا اور اس نے ایک پوٹلی میرے ہاتھ میں دے دی۔ میں نے اس کی حالت دیکھ کر سمجھا کہ اس میں کچھ پیسے ہوں گے۔ (بھاری تھی اس لئے coinsکی وجہ سے سکّوں کی وجہ سے اس میں وزن آ گیا اور چند پیسے ہوں گے) مگر جب گھر آ کر اسے کھولا تو اس میں سے کئی سو روپیہ نکل آیا۔ اب دیکھو وہ روپیہ آج کل کے چندوں کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا تھا۔ آج اگر کسی کو کہا جائے کہ تمہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے کا ایک دن نصیب کیا جاتا ہے بشرطیکہ تم لنگر کا ایک دن کا خرچ دے دو تو وہ کہے گا ایک دن کا خرچ نہیں تم مجھ سے سارے سال کا خرچ لے لو لیکن خدا کے لئے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کا ایک دن دیکھنے دو۔ مگر آج کسی کو وہ بات کہاں نصیب ہو سکتی ہے جو حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کے زمانے میں قربانی کرنے والوں کو نصیب ہوئی‘‘۔
(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 9صفحہ 341)

فرمایا:
’’پھر ایک جگہ جماعتی کارکن جو ہیں خاص طور پر ایسے ممالک میں جہاں مہنگائی بھی بہت ہے اور غربت بھی بہت ہے، ان کو نصیحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا خدا سے مانگیں بجائے اس کے کہ انجمن پر کسی کی نظر ہو۔ اور اس حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک چھوٹی سی بات کی مثال حضرت مصلح موعودؓنے دی۔ فرماتے ہیں کہ ’’حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بہت سردی محسوس ہوتی تھی اس لئے آپ مشک کھایا کرتے تھے۔ (یہ دیسی حکیموں کا نسخہ ہے۔ مُشک کھانے سے سردی دور ہوتی ہے) شیشی بھر کے جیب میں رکھ لیا کرتے تھے اور ضرورت کے وقت استعمال کر لیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ایک شیشی (چھوٹی سی شیشی جیب میں آ جاتی ہے)۔ دو دو سال تک چلتی ہے۔ لیکن جب خیال آتا ہے کہ مشک تھوڑی رہ گئی ہے اور شیشی دیکھتا ہوں تو وہ ختم ہو جاتی ہے۔ (جب تک دیکھا نہیں جاتا، کھاتے رہتے ہیں اور اس میں برکت پڑتی رہتی ہے۔ فرمایا کہ جب میں دیکھتا ہوں تو کچھ عرصہ بعد ختم ہو جاتی ہے۔) حضرت مصلح موعودنے فرمایا کہ پس اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو غیب سے رزق بھیجتا ہے اور اس کے رزق بھیجنے کے طریقے نرالے ہیں۔ پس تم اس ذات سے مانگو جس کا خزانہ خالی نہیں ہوتا۔ انجمن سے کیوں مانگتے ہو جس کے پاس اتنی رقم ہی نہیں کہ وہ تمہارے گزارے بڑھا سکے۔ پس تم خدا پرست بن جاؤ۔ (خدا تعالیٰ کی عبادت کرو۔) خدا تعالیٰ غیب سے تمہیں رزق بھیج دے گا۔ (اُس سے مانگو۔) صدر انجمن احمدیہ کے پاس اتنا روپیہ نہیں کہ وہ تمہیں زیادہ گزارہ دے سکے۔ آخر اس کے پاس جو روپیہ آتا ہے وہ جماعت کے چندوں سے ہی آتا ہے اور وہ اس قدر زیادہ نہیں ہوتا‘‘
(ماخوذ از الفضل 18فروری 1956ء)

حضرت مسیح موعودؑ کی قادیان سے محبت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
’’حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو محبت تھی اور کس طرح آپ دیکھا کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جن مقاموں کے ساتھ خدا تعالیٰ کا تعلق ہوتا ہے وہ ہمیشہ کے لئے متبرک بنا دیئے جاتے ہیں۔ قادیان بھی ایک ایسی ہی جگہ ہے۔ یہاں خدا تعالیٰ کا ایک برگزیدہ مبعوث ہوا اور اس نے یہاں ہی اپنی ساری عمر گزاری اور اس جگہ سے وہ محبت رکھتا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور گئے ہوئے تھے۔ (جب حضرت مسیح موعودؑ آخری بیماری کے دنوں میں یا آخری دنوں میں لاہور گئے ہیں وہیں وفات ہوئی ہے) اور آپ کا وصال ہو گیا ہے۔ ایک دن آپ نے مجھے ایک مکان میں بلا کر فرمایا کہ محمود دیکھو یہ دھوپ کیسی زرد سی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں مجھے تو ویسی ہی معلوم ہوتی تھی جیسی ہر روز دیکھتا تھا تو میں نے کہا کہ نہیں اسی طرح کی ہے جس طرح ہر روز ہوا کرتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا نہیں یہاں کی دھوپ کچھ زرد اور مدھم سی ہے۔ قادیان کی دھوپ بہت صاف اور عمدہ ہوتی ہے۔ چونکہ آپ نے قادیان میں ہی دفن ہونا تھا اس لئے آپ نے یہ ایک ایسی بات فرمائی جس سے قادیان سے آپ کی محبت اور الفت کا پتا لگتا ہے‘‘
(ماخوذ ازانوار خلافت، انوار العلوم جلد 3صفحہ 175)

نبی کی مخالفت ۔ترقی کا زینہ

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ 24 اکتوبر 2014ء کو فرمایا:
’’مخالفت جو جماعت کی ہوتی ہے، نبی کی ہوتی ہے، یہ ترقی کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس بارے میں لکھتے ہیں کہ ’’حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئی دفعہ ہم نے ایک واقعہ سنا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دشمن جب ہمیں گالیاں دیتے ہیں اور مخالفت کرتے ہیں تو ہمیں امید ہوتی ہے کہ ان میں سے سعید روحیں ہماری طرف آ جائیں گی۔ لیکن جب نہ تو لوگ ہمیں گالیاں دیتے ہیں اور نہ ہی مخالفت کرتے ہیں اور بالکل خاموش ہو جاتے ہیں تو یہ بات ہمارے لئے تکلیف دِہ ہوتی ہے۔ آپ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) فرمایا کرتے تھے کہ نبی کی مثال اُس بڑھیا کی سی ہوتی ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ کچھ پاگل سی تھی اور شہر کے بچے اسے چھیڑا کرتے تھے اور وہ انہیں گالیاں اور بددعائیں دیا کرتی تھی۔ آخر بچوں کے ماں باپ نے تجویز کی کہ بچوں کو روکا جائے کہ وہ بڑھیا کو دِق نہ کیا کریں۔ چنانچہ انہوں نے بچوں کو سمجھایا۔ مگر بچے تو بچے تھے وہ کب باز آنے والے تھے۔ یہ تجویز بھی کارگر ثابت نہ ہوئی۔ آخر بچوں کے والدین نے فیصلہ کیا کہ بچوں کو باہر نہ نکلنے دیا جائے اور دروازوں کو بند رکھا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا اور دو تین دن تک بچوں کو باہر نہ نکلنے دیا۔ اس بڑھیا نے جب دیکھا کہ اب بچے اسے تنگ نہیں کرتے تو وہ گھر گھر جاتی اور کہتی کہ تمہارا بچہ کہاں گیا ہے؟ کیا اسے سانپ نے ڈس لیا ہے؟ کیا وہ ہیضے سے مر گیا ہے؟ کیا اس پر چھت گر پڑی ہے؟ کیا اس پر بجلی گر گئی ہے؟ غرض وہ ہر دروازے پر جاتی اور قسم قسم کی باتیں کرتی۔ آخر لوگوں نے سمجھا کہ بڑھیا نے تو پہلے سے بھی زیادہ گالیاں اور بددعائیں دینا شروع کر دی ہیں۔ اس لئے بچوں کو بند رکھنے کا کیا فائدہ۔ انہوں نے بچوں کو چھوڑ دیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہی حالت نبی کی ہوتی ہے۔ جب مخالفت تیز ہوتی ہے تب بھی اسے تکلیف ہوتی ہے۔ اور جب مخالف چُپ کر جاتے ہیں تب بھی اسے تکلیف ہوتی ہے کیونکہ جب تک مخالفت نہ ہو لوگوں کی توجہ الٰہی سلسلے کی طرف نہیں ہوسکتی‘‘
(ماخوذ از رسول کریم ﷺ کی زندگی کے تمام اہم واقعات…
(انوارالعلوم جلد 19 صفحہ 152)

منظوم کلام درّثمین ۔ہدایت کا ذریعہ

اِسی خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:
’’ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ایک مولوی صاحب آئے۔ وہ شاعر بھی تھے اور بڑے مشہور ادیب بھی تھے۔ نواب صاحب رام پور نے انہیں اردو محاورات کی لغت لکھنے پر مقرر کیا ہوا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ نواب صاحب رام پور کے پاس مشہور شاعر مینائی کے مسودات پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے اردو کی ایک بڑی بھاری لغت لکھی ہوئی تھی مگر ابھی اسے مکمل نہیں کیا تھا کہ نواب صاحب وفات پا گئے۔ (ان کے جانشین) نواب صاحب رام پور نے وہ مسودات مجھے دیئے ہیں اور کہا ہے کہ تم انہیں مکمل کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ رام پور میں تو ہماری بڑی مخالفت ہے اور آپ وہاں کے رہنے والے ہیں۔ آپ کو بیعت کرنے کی توجہ کیسے ہوئی؟ وہ کہنے لگے کہ مجھے کسی نے درّثمین دی تھی۔ میں چونکہ خود شاعر ہوں۔ میں نے آپ کا کلام پڑھا جس کی وجہ سے میں بہت متاثر ہوا کیونکہ اس میں محبت رسول بھری پڑی تھی۔ اس کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب وہاں آئے اور انہوں نے ایک تقریر کی۔ اس تقریر میں انہوں نے بتایا کہ مرزا صاحب اسلام کے سخت دشمن ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ میں نے ان کی تقریر سن کر سمجھا کہ مرزا صاحب ضرور سچے ہیں ورنہ ان مولوی صاحب کو آپ کے متعلق اتنا جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ جس شخص کے اندر اس قدر محبت رسول ہے کہ اس کا کلام اس سے بھرا پڑا ہے اس کے متعلق اگر کوئی مولوی کہتا ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن ہے تو وہ مولوی یقیناً جھوٹا ہے۔ اور جس شخص پر وہ ہتک رسول کا الزام لگاتا ہے وہ سچا ہے۔ ورنہ اس تقریر کرنے والے کو جھوٹے دلائل دینے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ سچی بات کہتا کہ اگرچہ اس شخص نے درّثمین میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی تعریف کی ہے، خدا تعالیٰ کی بڑی تعریف کی ہے مگر ہے جھوٹا۔ اگر وہ ایسا کہتا تو پھر کوئی بات نہیں تھی۔ لیکن اس نے سچائی کو بالکل ترک کر دیا اور کہا کہ یہ شخص خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بدگوئی کرتا ہے۔ میں نے اس کی تقریر سنی تو فوراً سمجھ لیا کہ مرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے ہیں اور میں آپ کی بیعت کے لئے تیار ہوگیا۔ تو حقیقت یہ ہے کہ بسا اوقات دشمن تو یہ کوشش کرتا ہے کہ مومنوں کے خلاف لوگوں میں جوش پیدا کرے لیکن بجائے جوش ابھرنے کے وہ بات مومنوں کے حق میں مفید ہو جاتی ہے‘‘
(ماخوذ از الفضل ربوہ 31 ۔اگست 1956ء)

مرزا علی شیر۔ یا ایک شیطان

فرماتے ہیں:
’’اسی طرح کا ایک پرانا، شروع کا، ابتدائی زمانے کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ’’گجرات کے ضلع میں چک سکندر کے قریب بھاؤ گھسیٹ پور ایک گاؤں ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں چندنہایت ہی مخلص بھائی رہا کرتے تھے‘‘۔ لکھتے ہیں کہ ’’میں اس وقت چھوٹا تھا مگر مجھے خوب یاد ہے کہ وہ بڑے شوق سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں آ کر بیٹھا کرتے تھے اور بڑے محظوظ ہوا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک سالے تھے (یعنی بیوی کے بھائی) جن کا نام علی شیر تھا۔ (یہ پہلی بیوی کے بھائی تھے۔)… اور وہ آنے والے احمدیوں کو ورغلاتے رہتے تھے اور کہتے تھے کہ میں تو اس کا بھائی اور رشتہ دار ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ اس نے صرف ایک دکان کھول رکھی ہے اور کچھ نہیں ہے۔ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کہ صرف دکان کھولی ہے اور کچھ نہیں ہے نبوت کا ڈھکونسلا ہے۔ یہ باتیں سن کے) کمزور لوگوں کو دھوکہ لگ جاتا کہ بھائی جب یہ باتیں کہہ رہا ہے تو ٹھیک ہی ہوں گی۔ ایک دفعہ تحصیل کھاریاں کے یہی پانچوں بھائی جن کا پہلے شروع میں ذکر ہوا ہے، قادیان آئے۔ اس وقت تک ابھی بہشتی مقبرہ نہیں بنا تھا۔ یہ اس سے بہت پہلے کی بات ہے۔ اس زمانے میں جو لوگ قادیان آیا کرتے تھے انہوں نے متبرک مقامات کی زیارت کے لئے یا تو مسجد مبارک میں چلے جانا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی مجلس میں چلے جانا یا پھر ہمارے دادا کے باغ میں چلے جانا۔ وہ سمجھتے تھے کہ چونکہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد کا باغ ہے اس لئے یہ بھی متبرک جگہ ہے۔ اس باغ کے رستے میں وہ جگہ تھی جہاں محلہ دارالضعفاء بنا تھا۔ اس محلے کے بننے سے پہلے یہ زمین علی شیر صاحب کے پاس تھی (یعنی یہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی بیوی کے بھائی تھے) اور وہ اس میں شوق سے باغیچہ لگایا کرتے تھے۔ ایک لمبی سی سیخ انہوں نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہوئی ہوتی تھی۔ داڑھی بھی بڑی لمبی تھی مگر سلسلے کے سخت دشمن تھے اور ہمیشہ اس تاڑ میں رہتے تھے کہ کوئی احمدی ملے تو اسے ورغلاؤں۔ ایک دفعہ یہ پانچوں بھائی قادیان آئے (جیسا کہ ذکر ہوا ہے) اور باغ دیکھنے کے لئے چل پڑے۔ ان میں سے ایک بھائی تیز تیز قدم اٹھائے ہوئے سب سے آگے جا رہا تھا۔ مرزا علی شیر نے انہیں دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ باہر کے آدمی ہیں اور انہوں نے زور سے آواز دی کہ بھائی صاحب ذرا میری بات سننا۔ اس آواز پر وہ آ گئے۔ مرزا علی شیر نے ان سے کہا کہ آپ یہاں کس طرح آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے سنا تھا کہ مرزا صاحب نے مہدی اور مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس لئے یہاں ہم ان کی زیارت کے لئے آئے ہیں کیونکہ ہمیں وہ اپنے دعویٰ میں سچے معلوم ہوتے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ تم اس کے دھوکے میں کس طرح آ گئے۔ تم نہیں جانتے یہ تو اس شخص نے اپنی روزی کمانے کے لئے ایک دکان کھول رکھی ہے۔ یہ میرا بھائی ہے اور میں

باقی صفحہ 37پر

ترتیب و تحقیق: ابوسدید

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود برصغیر کے حاذق اور ماہر طبیب

حضرت اقدسؑ کی طب یونانی کے خواص اور میڈیکل سائنسز کے عجائبات پر مشتمل تحقیقات

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْ ھُوَیُطۡعِمُنِیۡ وَ یَسۡقِیۡنِ۔وَاِذَامَرِضۡتُ فَھُوَیَشۡفِیۡنِ

ترجمہ:اور وہی ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی ہے جو مجھے شفا دیتا ہے۔

(الشعراء :80۔81)

جب سے انسان اس کرۂ ارض پر وارد ہوا ہے اسے آب و ہوا کی ناموافقت، غذا کی ناہمواری اور جذبات کے اتار چڑھاؤ کے سبب مختلف امراض سے نبرد آزما ہونا پڑتا رہا ہے اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ مرض اور صحت کا بہت گہرا ساتھ رہا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ مرض سے چھٹکارا پانے کے لئے انسان ہمیشہ سے مختلف تدابیر وضع کرتا رہا ہے۔ انہی تدابیر کے مجموعہ کو علم العلاج یا علم طب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔طب کے لغوی معنی علاج معالجہ کے ہیں۔انسانی تاریخ میں آغاز سے ہی طبیب یعنی مادی بیماریوں کے علاج کے ماہر کی اہمیت بہت زیادہ رہی ہے۔

روحانی دنیا میں روحانی طبیب اور مسیحا۔انبیاء، صوفیاء اور مصلحین کی صورت میں آتے رہے ہیں ۔ سب سے بڑے روحانی طبیب سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کے ہاتھوں سے ہزاروں لاکھوں مریضوں نے شفاء پائی۔

حضرت مسیح موعودؑاپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی طبیب ہونے اورآپؐ کی قوت قدسیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’یہ کیسی بدیہی اور صاف بات ہے کہ ایک طبیب اگرناقابل علاج مریضوں کو اچھا کردے، تو اس کو طبیب حاذق ماننا پڑے گا۔اسی طرح پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لاکھوں مریضانِ گناہ کو اچھا کیا۔ حالانکہ ان مریضوں میں سے ہر ایک بجائے خود ہزارہاقسم کی روحانی بیماریوں کا مجموعہ اور مریض تھا جیسے کوئی بیمار کہے سردرد بھی ہے، نزول ہے، استسقاء ہے۔ وجع المفاصل ہے، طحال ہے وغیرہ وغیرہ تو جو طبیب ایسے مریض کا علاج کرتا ہے اور اس کو تندرست بنادیتا ہے۔ اس کی تشخیص اور علاج کو صحیح اور حکمی ماننے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو اچھا کیا ان میں ہزاروں روحانی امراض تھے جس جس قدر ان کی کمزوریوں اور گناہ کی حالتوں کا تصور کرکے پھر ان کی اسلامی حالت میں تغیر اور تبدیلی کو ہم دیکھتے ہیں۔ اس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور قوت قدسی کا اقرار کرنا پڑتا ہے‘‘

(ملفوظات جلد2صفحہ116۔117)

حضرت مسیح موعودؑ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

ہر اک آزار سے مجھ کو شفا دی
مرض گھٹتا گیا جوں جوں دوا دی
دوا دی اور غذا دی اور قبا دی
فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

(درثمین)

حضرت مسیح موعودؑ خدا داد صلاحیتوں اورعلم طب میں غیرمعمولی تحقیق کی وجہ سے بلا شبہ برصغیر کے حاذق طبیب شمار کئے جاتے ہیں۔ آپؑ کے علم کلام کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے روحانی علوم کی معراج تک پہنچنے کے ساتھ ساتھ اس عظیم شعبہ میں بھی گرانقدر معلومات بہم عطا فرمائی ہیں اس مضمون میں آپؑ کے علم کلا م اور رو حانی خزائن میں سے طب اور اس سے متعلقہ علوم کے بارے میں مواد ایک جگہ جمع کیا گیا ہے۔

اس کے مطالعہ کے بعد یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ اس دور کے چوٹی کے طبیب تھے اور آپ کی نظر ان علوم پر بہت گہری تھی۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کو روحانی علوم کے ساتھ طب کا بھی علم عطا فرمایا گیا۔آپؑ نے طب کا ابتدائی علم اپنے والد ماجد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب سے حاصل کیاجن کی طبابت کا برصغیر کے کناروں تک شُہرہ تھا۔

حضرت مرزا غلام مرتضیٰ کی طبّی صلاحیت

حضرت مسیح موعودؑ کے والد ماجدحضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب نہایت قابل اور حاذق طبیب تھے ۔دُور دُور سے لوگ معالجات کی خاطر ان کے پاس آتے اور فائدہ اٹھاتے اور آپ بلا امتیاز مذہب و ملت ، امیر و غریب سب کو فیضیاب کرتے ۔ طب آپ کا ذریعہ معاش نہ تھا ۔ بلکہ محض مخلوق الٰہی کی نفع رسانی مد نظر تھی۔ قریباً ساٹھ سال آپ نے طبابت کی۔ کسی سے ایک پیسہ تک معاوضہ میں نہیں لیا۔ حتیٰ کہ بعض رؤسا نے اپنے علاج کے بدلے انعام میں گاؤں کے گاؤں آپ کو دینے کی کوشش کی لیکن آپ نے سب ٹھکرا دیا ۔بلکہ اکثر اوقات قیمتی ادویات اپنے پاس سے دیتے اور ہمیشہ سہل الحصول علاج تجویز فرماتے۔اگر مریض کو گھرجاکے دیکھنے کی ضرورت ہوتی تو تشریف لے جاتے ۔ آپ نے طب کا علم لاہور سے پڑھا اور پھر دہلی جاکر اس علم کی تکمیل کی۔

حضرت مسیح موعودکا علم طب پڑھنا

حضرت مسیح موعودؑ کی جب ولادت ہوئی ۔ اس وقت سلسلہ مدارس جاری نہ ہوا تھا۔صاحب استطاعت لوگ اپنے گھروں پر استاد رکھ کر اپنے بچوں کو تعلیم دلاتے تھے۔چنانچہ حضرت مسیح موعود کو بھی اس طریق کے ماتحت آپ کے والد بزرگوار نے تعلیم دلائی اور اس وقت جو علوم آپ کو پڑھائے گئے ان میں سے ایک علم طب بھی تھا۔حضرت اقدسؑ نے اپنے والد ماجدسے بھی طبابت کی کتابیں پڑھیں اور ان کی طرح ماہر اور حاذق طبیب بن گئے۔اور پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ آپ کو خدائی الہام ،کشوف اور رؤیاکی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے علوم سے بھی ممسوح کیا گیا جو عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔غریبوں ، بے سہاروں ، مستحقوں اور مسکینوں کی خدمت کرنا ، ان کا علاج معالجہ کرنا اور ان کو مفت ادویات مہیا کرنا آپؑ نے اپنے والد سے ورثے میں پایا تھا۔طب آپؑ کا بھی پیشہ یا ذریعہ معاش نہ تھا آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود و مہدی معہود مبعوث ہو کر اس دنیا میں تشریف لائے تھے ۔ آپ کو اس قسم کے دنیاوی شعبہ جات سے کوئی سروکار نہ تھا بس آپ علم طبابت کو خدمت خلق کا ایک ذریعہ سمجھ کر اپنائے ہوئے تھے۔

فرماتے ہیں ؎

مرا مقصودو مطلوب و تمنا خدمت خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

حضرت اقدسؑ اپنی بچپن کی تعلیم کے بارے میں فرماتے ہیں۔

’’بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سات سال کا تھا۔تو ایک فارسی خوان معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں۔اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا۔اور جب میری عمرقریباً دس برس کی ہوئی۔تو ایک عربی خوان مولوی صاحب میری تربیت کے لئے مقرر کئے گئے۔جن کا نام فضل احمد تھا۔میں خیال کرتا ہوں کہ چونکہ میری تعلیم خداتعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی۔اس لئے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔مولوی صاحب موصوف جو ایک دیندار اور بزرگوار آدمی تھے بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے اور میں نے صرَف کی کتابیں اور کچھ قواعد نحو ان سے پڑھے۔اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا۔اور آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خداتعالیٰ نے چاہاحاصل کیا۔اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں۔اور وہ فن طبابت میں بڑے حاذق طبیب تھے۔اور ان دنوں میں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویامیں دنیا میں نہ تھا۔میرے والد صاحب مجھے بار بار یہی ہدایت کرتے تھے۔کہ کتابوں کا مطالعہ کم کرنا چاہئے کیونکہ وہ نہایت ہمدردی سے ڈرتے تھے کہ صحت میں فرق نہ آئے۔‘‘

(کتاب البریّہ ،روحانی خزائن جلد 13صفحہ 180)

چشم بصیرت سے مطالعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃوالسلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ (1835ء-1908ء)نے اپنی روحانی آنکھ اور چشم بصیرت سے جہاں ’’علم الادیان‘‘ پر ایسی انقلابی روشنی ڈالی کہ دن چڑھا دیا وہاں’’علم الابدان‘‘ یعنی میڈیکل سائنس اور طب کے سلسلہ میں بھی پوری عمر بے شمار روحانی تجربات و مشاہدات کے بعد دنیائے طب کے لئے ایسے بیش قیمت رہنما اصول رکھے جو صرف اور صرف ایک ربانی مصلح ہی کی خدا نما شخصیت سے مخصوص ہو سکتے ہیں اور علم طب میں ایسی نایاب اور قیمتی موتیوں سے مرصع تحقیق پیش کرنے میں آج تک طب اور میڈیکل سائنس کے ماہر فا ضلوں کا لٹریچر بہت حد تک خاموش ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے ہمارے سامنے رکھی۔ اس مایہ ناز علم کو آنحضرت ﷺ نے علم ادیان کے بعد دوسرا درجہ بخشا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑنے بھی یہ حقیقت واضح فرمائی کہ:

’’صحت عمدہ شے ہے،تمام کاروبار دینی اور دنیاوی صحت پر موقوف ہے صحت نہ ہو تو عمر ضائع ہو جاتی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ244)

ضروری ادویات اپنے پاس رکھتے

حضرت مسیح موعودؑنے باقاعدہ مطب نہیں کیا۔کچھ تو خود بیمار رہنے کی وجہ سے اور کچھ چونکہ لوگ علاج پوچھنے آجاتے تھے۔اس لئے آپ اکثر مفید اور مشہور ادویہ اپنے گھر میں موجود رکھتے تھے نہ صرف یونانی بلکہ انگریزی بھی۔۔۔

سر کے دورے اور سردی کی تکلیف کے لئے سب سے زیادہ آپ مشک یا عنبر استعال فرمایا کرتے تھے اور ہمیشہ نہایت اعلیٰ قسم کا منگوایا کرتے تھے۔یہ مشک خریدنے کی ڈیوٹی آخری ایام میں حکیم محمد حسین صاحب لاہوری موجدمفرح عنبری کے سپرد تھی۔عنبر اور مشک دونوں مدت تک سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی کی معرفت بھی آتے رہے۔مشک کی تو آپ کو اس قدر ضرورت رہتی کہ بعض اوقات سامنے رومال میں باندھ رکھتے تھے کہ جس وقت ضرورت ہوئی فوراً نکال لیا۔ (حیات طیبہ صفحہ نمبر378)

خدا تعالیٰ خود علاج کرتا ہے

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود

اس دور کے ماہر، حاذق اور چوٹی کے طبیب بھی تھے۔ اور آپ کی نظرطبابت کے علوم پر بہت گہری تھی، آپ نے علم طب کو روحانیت کے ساتھ منسلک کیا ہے ۔ آپ فرماتے ہیں:۔اصل میں انسان جوں جوں اپنے ایمان کو کامل کرتا ہے اور یقین میں پکا ہوتا جاتا ہے توں توں اللہ تعالیٰ اس کے واسطے خود علاج کرتا ہے۔اس کو ضرورت نہیں رہتی کہ وہ دوائیں تلاش کرتا پھرے وہ خدا تعالیٰ کی دوائیں کھاتا ہے اور خدا تعالیٰ خود اس کا علاج کرتا ہے ۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 539)

طبیب اپنے بیمار کے واسطے دعا کرے

مخلوق خدا کے ساتھ ساتھ اپنا، اپنے خاندان، عزیزواقارب اور رفقاء خاص کا بھی علاج فرماتے اور دعا کے ذریعہ اللہ سے شفاء طلب فرماتے۔دعا کے سلسلے میں آپؑ نے فرمایا:

طبیب کے واسطے بھی مناسب ہے کہ اپنے بیمار کے واسطے دعا کیا کرے کیونکہ سب ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 53)

قرآن کریم اور آنحضرتؐ کی صداقت

قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معقولی معجزات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:

”اب اے نئی تحقیقات پر اترانے والو! خدا کے لئے ذرا انصاف کو کام میں لاؤ اور بتلاؤ کہ کیا وہ مذہب انسانی افترا ہو سکتا ہے جس میں ایسے حقائق پہلے سے موجود ہوں اور تیرہ سَو سال کی محنتوں، تحقیقاتوں اور جان کنیوں کا نتیجہ ہوں۔ یہ قرآن کریم اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معقولی معجزات ہیں اور دیکھو قلب دل کو کہتے ہیں اور قلب گردش دینے والے کو بھی کہتے ہیں۔ دل پر مدار دوران خون کا ہے۔ آج کل کی تحقیقات نے تو ایک عرصہ دراز کی محنت اور دماغ سوزی کے بعد دورانِ خون کا مسئلہ دریافت کیا لیکن اسلام نے آج سے تیرہ سَو سال پیشتر ہی سے دل کا نام قلب رکھ کر اس صداقت کو مرکوز اور محفوظ کر دیا۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 169-170)

قرآن کریم کی عظمت اور علوم طبعی کی ترقی

”ہمارا تو مذہب یہ ہے کہ علوم طبعی جس قدر ترقی کریں گے اور عملی رنگ اختیار کریں گے۔قرآن کریم کی عظمت دنیا میں قائم ہوگی۔“

(ملفوظات جلداول ص362)

لمبی عمر پانے کا روحانی نسخہ

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے لمبی عمر پانے کا نسخہ تحریر فرمایا ہے، فرماتے ہیں: ”دوسروں کے لئے دعا کرنے میں ایک عظیم الشان فائدہ یہ بھی ہے کہ عمر دراز ہوتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ وعدہ کیا ہے کہ جو لوگ دوسروں کو نفع پہنچاتے ہیں اور مفید وجود ہوتے ہیں ان کی عمر دراز ہوتی ہے۔جیسا کہ فرمایا: اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض(الرعد:18)اور دوسری قسم کی ہمدردیاں چونکہ محدود ہیں اس لئے خصوصیت کے ساتھ جو خیر جاری قرار دی جا سکتی ہے وہ یہی دعا کی خیر جاری ہے، جبکہ خیر کا نفع کثرت سے ہے تو اس آیت کا فائدہ ہم سب زیادہ دعا کے ساتھ اٹھا سکتے ہیں۔اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ جو دنیا میں خیر کا موجب ہوتا ہے اس کی عمر دراز ہوتی ہے اور جو شر کا موجب ہوتا ہے وہ جلدی اٹھا لیا جاتا ہے۔ ۔ پس انسان کو لازم ہے کہ وہ خَیْرُالنَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ بننے کے واسطے سوچتا رہے اور مطالعہ کرتا رہے جیسے طبابت میں حیلہ کام آتا ہے اسی طرح نفع رسانی اور خیر میں بھی حیلہ ہی کام دیتا ہے ۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان ہر وقت اس تاک اور فکر میں لگا رہے کہ کس راہ سے دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 353)

مختلف اشیاء میں اللہ تعالیٰ نے ہی خواص رکھے ہوتے ہیں، اس کی روشنی میں حضرت مسیح موعود اشیاء کے حقائق اور ان کے خواص کی حقیقت اور حکمت بیان کرتے ہوئے درج ذیل اقتباسات میں فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اشیاء میں خواص رکھتا ہے

”خواص الاشیاء کی نسبت کبھی یہ یقین نہ کیا جاوے کہ وہ خواص ان کے ذاتی ہیں بلکہ یہ ماننا چاہئے کہ وہ خواص بھی اللہ تعالیٰ نے ان میں ودیعت کر رکھے ہیں۔جیسے تر بد اسہال لاتی ہے یا سم الفار ہلاک کرتا ہے۔اب یہ قوتیں اور خواص ان چیزوں کے خود بخود نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں رکھے ہوئے ہیں۔اگر وہ نکال لے تو پھر نہ تربد دست آور ہو سکتی ہے اور نہ سنکھیا ہلاک کرنے کی خاصیت رکھ سکتا ہے نہ اسے کھا کر کوئی مر سکتا ہے۔“

(ملفوظات جلد سوم ص 2)

حقائق الاشیاء کے ذرائع

فرمایا:”مصری کی ایک ڈلی کو کان پر رکھیں،تو اس کا مزہ معلوم نہ کر سکیں گے اور نہ اس کے رنگ کو بتلا سکیں گے۔ایسا ہی اگر آنکھ کے سامنے کریں گے،تو وہ اس کے ذائقہ کے متعلق کچھ نہ کہہ سکے گی۔اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حقائق الاشیاء کے معلوم کرنے کے لئے مختلف قویٰ اور طاقتیں ہیں۔اب آنکھ کے متعلق اگر کسی چیز کا ذائقہ معلوم ہو اور وہ آنکھ کے سامنے پیش ہو،تو کیا ہم یہ کہیں گے کہ اس چیز میں کوئی ذائقہ ہی نہیں یا آوازنکلتی ہو اور کان بند کر کے زبان سے وہ کام لینا چاہیں،تو کب ممکن ہے...تاریخی امور تو تاریخ ہی سے ثابت ہوں گے اور خواص الاشیاء کا تجربہ بدوں تجربہ صحیحہ کے کیونکر لگ سکے گا۔امور قیاسیہ کا پتہ عقل دے گی۔اسی طرح پر متفرق طور پر الگ الگ ذرائع ہیں۔انسان دھوکہ میں مبتلا ہو کر حقائق الاشیاء کے معلوم کرنے سے تب ہی محروم ہو جاتا ہے جبکہ وہ ایک ہی چیز کو مختلف امور کی تکمیل کا ذریعہ قرار دے لیتا ہے۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 190)

خواص الاشیاء۔ہمارے علم کی بنیاد

”علوم ہی ہیں کیا؟صرف خواص الاشیاء ہی کا تو نام ہے۔سیارہ،ستارہ،نباتات کی تاثیریں اگر نہ رکھتا تو اللہ تعالیٰ کی صفت علیم پر ایمان لانا انسان کے لئے مشکل ہو جاتا۔

یہ ایک یقینی امر ہے کہ ہمارے علم کی بنیاد خواص الاشیاء ہے۔اس سے یہ غرض ہے کہ ہم حکمت سیکھیں۔علوم کا نام حکمت بھی رکھا ہے۔چنانچہ فرمایا: وَمَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا۔(البقرہ:270)“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 79)

اشیاء کے خواص کی حکمت

فرماتے ہیں:

”مجھے ایک واقعہ یاد ہے ۔ڈاکٹر خوب جانتے ہیں۔عبدالکریم نام ایک شخص میرے پاس آیا۔اس کے پیٹ کے اندر ایک رسولی تھی،جو پاخانہ کی طرف بڑھتی جاتی تھی۔ڈاکٹروں نے اسے کہا کہ اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔اس کو بندوق مار کر مار دینا چاہئے۔الغرض بہت سے امراض اس قسم کے ہیں جن کی ماہیت ڈاکٹروں کو بخوبی معلوم نہیں ہو سکتی۔مثلاً طاعون یا ہیضہ ایسے امراض ہیں کہ ڈاکٹر کو اگر پلیگ ڈیوٹی پر مقرر کیا جاوے تو اسے خودہی دست لگ جاتے ہیں۔انسان جہاں تک ممکن ہو علم پڑھے اور فلسفہ کی تحقیقات میں محو ہو جاوے،لیکن بالآخر اس کو معلوم ہوگا کہ اس نے کچھ بھی نہیں کیا...انتہائے عقل ہمیشہ انتہائے جہل پر ہوتی ہے۔مثلاً ڈاکٹروں سے پوچھو کہ عصبہ مجوفہ کو سب وہ جانتے اور سمجھتے ہیں۔مگر نور کی ماہیت اور اس کا کنہ تو بتلاؤ کہ کیا ہے؟آواز کی ماہیت پوچھو تو یہ کہہ دیں گے کہ کان کے پردہ پر یوں ہوتا ہے اور وں ہوتا ہے،لیکن ماہیت آواز خاک بھی نہ بتلا سکیں گے۔آگ کی گرمی اور پانی کی ٹھنڈک پر کیوں کا جواب نہ دے سکیں گے۔کنہ اشیاء تک پہنچنا کسی حکیم یا فلاسفر کا کام نہیں ہے۔دیکھئے ہماری شکل آئینہ میں منعکس ہوتی ہے،لیکن ہمارا سرٹوٹ کر شیشہ کے اندر نہیں چلا جاتا۔ہم بھی سلامت ہیں اور ہمارا چہرہ بھی آئینہ کے اندر نظر آتا ہے۔پس یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ چاند شق ہو اور شق ہو کر بھی انتظام دنیا میں خلل نہ آوے۔اصل بات یہ ہے کہ یہ اشیاء کے خواص ہیں۔کون دم مار سکتا ہے۔اس لئے خداتعالیٰ کے خوارق اور معجزات کا انکار کرنا اور انکار کے لئے جلدی کرنا شتاب کا روں اور نادانوں کا کام ہے۔“

(ملفوظات جلداول ص57)

خواص کے پردہ میں محجوب اشیاء

”زمین کی ہر ایک چیز بزبان حال اپنی ثنا کر رہی ہے مثلاً سنا کہتی ہے کہ میں دوسرے درجہ کے آخری حصہ میں گرم اور اول درجہ میں خشک اور بلغم اور سودا اور صفرا اور اخلاط سوختہ کا مسہل ہوں اور دماغ کی منقّی ہوں اور صرع اور شقیقہ اور جنون اور صداع کہنہ و درد پہلو و ضیق النفس و قولنج و عرق النساء و نقرس و تشنج عضل و داء الثعلب وداء الحیا اور حکہ اور جرب اور بثور کہنہ اور اوجاع مفاصل بلغی و صفراوی مخلوط باہم اور تمام امراض سوداوی کو نافع ہوں اور ریوندبول رہی ہے کہ میں مرکب القویٰ ہوں اور دوسرے درجہ کی پہلے مرتبہ میں گرم اور خشک ہوں اور بالعرض مبرد بھی بوجہ شدت تحلیل ہوں اور رطوبات فضلیہ اپنے اندر رکھتی ہوں مجفف ہوں قابض ہوں جالی ہوں اور منضج اور مقطع موادلزجہ ہوں اور سموم باردہ کا تریاق ہوں خاص کر عقرب کیلئے اور اخلاط غلیظ اور رقیقہ کا مسہل ہوں اور حیض اور بول کی مدر ہوں اور جگر کو قوت دیتی ہوں اور اس کے اور نیز طحال اور امعاء کے سُدے کھولتی ہوں اور ریحوں کو تحلیل کرتی ہوں اور پرانی کھانسی کو مفید ہوں اور ضیق النفس اور سل اور قرحہ ریہ و امعاء اور استقاء کی تمام قسموں اور یرقان سدی اور اسہال سدی اور ماساریقا اور ذوسنطاریا اور تحلیل نفخ اور ریاح اور ام اور باردہ احشا و تخمہ و مغص و بواسیر و نواسیر و تپ ربع کو مفید ہوں۔اور جدوار کہتی ہے کہ میں تیسرے درج ہ کے اول مرتبہ میں گرم اور خشک ہوں اور حرارت غریزی سے بہت ہی مناسبت رکھتی ہوں اور مفرح اور مقوی قویٰ اور اعضاء رئیسہ دل اور دماغ اور کبد ہوں اور احشاء کی تقویت کرتی ہوں اور تمام گرم اور سرد زہروں کا تریاق ہوں اور اسی وجہ سے زرنباد اور مشک اور زنجبیل کا قلیل حصہ اپنے ساتھ ملا کر تیزاب گو گرد اور قاقلہ سفید اور آب پودینہ اور آب بادیان کے ساتھ ہیضہ و بائی کو باذن اللہ بہت مفید ہوں اور مسکن اوجاع اور مقوی باصرہ ہوں اورتقویت حصاۃ اور قلع قولنج و عسر البول و رفع تپ ربع میں نفع رکھتی ہوں اور بقدر نیم مثقال گزیدہ مار اور عقرب کے لئے بہت ہی فائدہ مند ہوں یہاں تک کہ عقرب جرارہ کی بھی زہردور کرتی ہوں اور بید مشک اور عرق نیلوفر کے ساتھ دل کے ضعف کو بہت جلد نفع پہنچاتی ہوں اور کم ہوتی ہوئی نبض کو تھام لیتی ہوں اور گلاب کے ساتھ وجع مفاصل کو مفید ہوں اور سنگ گردہ اور مثانہ کو نافع ہوں اگر بول بند ہو جائے تو شیرہ تخم خیارین کے ساتھ جلد اس کو کھول دیتی ہوں اور قولنج ریحی کو مفید ہوں اور اگر بچہ پیدا ہونے میں مشکل پیش آجائے تو آب عنب الثعلب یا حلبہ یا شیرہ خار خسک کے ساتھ صرف دو دانگ پلانے سے وضع حمل کرا دیتی ہوں اور ام الصبیان اور اکثر امراض دماغی اوراعصابی کو مفید ہوں اوراورام مغابن یعنی پس گوش اور زیر بغل اور بن ران اور خناق اور خنازیراور تمام اورام گلو کو نفع پہنچاتی ہوں اور طاعون کے لئے مفید ہوں اور سرکہ کے ساتھ پلکوں کے ورم کو نفع دیتی ہوں اور دانتوں پر ملنے سے ان کے اس درد کو ساکن کر دیتی ہوں اور آنکھ میں چکانے سے رمد باردکو دور کر دیتی ہوں اور احلیل میں چکانے سے نافع حبس البول ہوں اور مشک وغیرہ ادویہ مناسبہ کے ساتھ باہ کیلئے سخت موثر ہوں اور صرع اور سکتہ اور فالج اور لقوہ اور استرخاء اور رعشہ اور خدر اور اس قسم کی تمام

امراض کو نافع ہوں اوراعصاب اور دماغ کے لئے ایک اکسیر ہوں اور اگر میں نہ ملوں تو اکثر باتوں میں زرنباد میرا قائم مقام ہے۔ غرض یہ تمام چیزیں بزبان حال اپنی اپنی تعریف کر رہی ہیں اور محجوب بالفساہیں یعنی اپنے خواص کے پردہ میں محجوب ہیں اس لئے مبدء فیض سے دور پڑگئی ہیں۔''

(آئینہ کمالات اسلام،روحانی خزائن جلد5ص164-163)

ہزاروں بوٹیاں اور انسانی فطرت

دیسی جڑی بوٹیوں کی اہمیت اور ان کے کارآمد ہونے کے حوالے سے فرمایا:

''جیسا بوٹیاں ہزاروں قسم کی ہوتی ہیں اور جمادات میں بھی مختلف قسمیں پائی جاتی ہیں۔کوئی چاندی کی کان ہے،کوئی سونے کی،کوئی تانبے اور لوہے کی۔اسی طرح پر انسانی فطرتیں مختلف قسم کی ہیں۔بعض انسان اس قسم کی فطرت رکھتے ہیں کہ وہ ایک گناہ سے نفرت کرتے ہیں اور بعض کسی اور قسم کے گناہ سے۔''

(ملفوظات جلد دوم ص15)

دیسی جڑی بوٹیاں بہت کارآمد ہوتی ہیں

سیر میں برلب سڑک خود رو بوٹیوں کی طرف اشارہ کر کے اور حضرت مولوی حکیم نور الدینؓ کو مخاطب کر کے حضرت اقدس نے فرمایاکہ:

''یہ دیسی بوٹیاں بہت کارآمد ہوتی ہیں مگر افسوس کہ لوگ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔حضرت مولوی صاحب نے عرض کیا کہ یہ بوٹیاں بہت مفید ہیں۔گندلوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ہندو فقیر لوگ بعض اسی کو جمع کر رکھتے ہیں اور اسی پر گزارا کرتے ہیں۔یہ بہت مقوی ہے اور اس کے کھانے سے بواسیر نہیں ہوتی۔ایسا ہی کنڈیاری کے فائدے بیان کئے جو پاس ہی تھی۔''

حضرت نے فرمایاکہ:

''ہمارے ملک کے لوگ اکثر ان کے فوائد سے بے خبر ہیں اور اس طرح توجہ نہیں کرتے کہ ان کے ملک میں کیسی عمدہ دوائیں موجود ہیں جو کہ دیسی ہونے کے سبب ان کے مزاج کے موافق ہیں۔''

(ملفوظات جلد 5 ص196)

سفوف بھلاوہ کی افادیت

سفوف بھلاوہ کا ذکر تھا۔فرمایا:

''باہ کے مایوسوں کے واسطے مفید ہے۔''

(ملفوظات جلد پنجم ص 529)

علم اور طبیعت کی مناسبت

مختلف علوم کے فلسفہ اور ان کے سائنسی عجائبات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''بعض کی فطرت علم حساب اور ہندسہ سے ایک مناسبت رکھتی ہے اور بعض کی علم طب سے اور بعض کی علم منطق اور کلام سے لیکن خود بخود یہ استعداد مخفیہ کسی کو محاسب اور مہندس یا طبیب اور منطقی نہیں بنا سکتی بلکہ ایسا شخص تعلیم استاد کا محتاج ہوتا ہے،اور پھر دانا استاد جب اس شخص کی طبیعت کو ایک خاص علم سے مناسبت دیکھتا ہے تو اس کو اس کے پڑھنے کی اس کو رغبت دیتا ہے اس کے مناسب یہ شعر ہے کہ

ہر کسے را بہر کارے ساختند
میل طبعش اندراں انداختند''

(برکات الدعا،روحانی خزائن جلد 6ص19ح)

علم عمل الترب کے خواص

'' علم عمل الترب ایک عظیم الشان علم ہے جوطبعی کا ایک روحانی حصہ ہے جس میں بڑے بڑے خواص اور عجائبات پائے جاتے ہیں اور اس کی اصلیت یہ ہے کہ انسان جس طرح باعتبار اپنے مجموعی وجود کے تمام چیزوں پر خلیفۃ اللہ ہے اور سب چیزیں اس کے تابع کر دی گئی ہیں اسی طرح انسان جس قدر اپنے اندر انسانی قویٰ رکھتا ہے تمام چیزیں ان قویٰ کی اس طرح پر تابع ہیں کہ شرائط مناسبہ کے ساتھ ان کا اثر قبول کر لیتی ہیں...اور یاد رکھنا چاہئے کہ جو قرآن کریم میں چار پرندوں کا ذکر لکھا ہے کہ ان کو اجزاء متفرقہ یعنی جدا جدا کر کے چار پہاڑیوں پر چھوڑا گیا تھا اور پھر وہ بلانے سے آ گئے تھے یہ بھی عمل الترب کی طرف اشارہ ہے کیونکہ عمل الترب کے تجارب بتلارہے ہیں کہ انسان میں جمیع کائنات الارض کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے ایک قوت مقناطیسی ہے اور ممکن ہے کہ انسان کی قوت مقناطیسی اس حد تک ترقی کرے کہ کسی پرند یا چرند کو صرف توجہ سے اپنی طرف کھینچ لے۔''

(ازالہ اوہام حصہ دوم،روحانی خزائن جلد3ص504)

انسان عالم صغیر ہے

فرمایا:''جاننا چاہئے کہ انسان بھی ایک عالم صغیر ہے اور عالم کبیر کے تمام شیون اور صفات اور خواص اور کیفیات اس میں بھری ہوئی ہیں جیسا کہ اس کی طاقتوں اور قوتوں سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ہر ایک چیز کی طاقت کا یہ نمونہ ظاہر کر سکتا ہے۔''

(آئینہ کمالات اسلام،روحانی خزائن جلد5ص173)

نادر الوقوع عجائبات

فرمایا:''بڑی غلطی جو حکما کو پیش آتی ہے اور بڑی بھاری ٹھوکر جو ان کو آگے قدم رکھنے سے روکتی ہے یہ ہے کہ وہ امور کثیر الوقوع کے لحاظ سے نادرالوقوع کی تحقیق کے درپے نہیں ہوتے اور کچھ ان کے آثار چلے آتے ہیں ان کو صرف قصے اور کہانیاں خیال کر کے اپنے سر پر سے ٹال دیتے ہیں حالانکہ یہ قدیم سے عادت اللہ ہے جو امور کثیر الوقوع کے ساتھ نادر الوقوع عجائبات بھی کبھی کبھی ظہور میں آتے رہتے ہیں اس کی نظیریں بہت ہیں جن کا لکھنا موجب تطویل ہے اور حکیم بقراط نے اپنی ایک طبّی کتاب میں چند چشم دید بیماروں کا بھی حال لکھا ہے۔جو قواعد طبّی اور تجربہ اطباء کے رو سے وہ ہر گز قابل علاج نہیں تھے مگر ان بیماروں نے عجیب طور پر شفاپائی جس کی نسبت ان کا خیال ہے کہ یہ شفا بعض نادر تاثیرات ارضی یا سماوی سے ہے۔اس جگہ ہم اس قدر اور لکھنا چاہتے ہیں کہ یہ بات صرف نوع انسان میں محدود نہیں کہ کثیر الوقوع اور نادر الوقوع خواص کا اس میں سلسلہ چلا آتا ہے بلکہ اگر غور کر کے دیکھیں تو یہ دوہرا سلسلہ ہر یک نوع میں پایا جاتا ہے مثلاً نباتات میں سے آک کے درخت کو دیکھو کہ کیا تلخ اور زہر ناک ہوتا ہے مگر کبھی مدتوں اور برسوں کے بعد ایک قسم کی نبات اس میں پیدا ہو جاتی ہے جو نہایت شیریں اور لذیذ ہوتی ہے اب جس شخص نے اس نبات کو کبھی نہ دیکھا ہو اور معمولی قدیمی تلخی کو دیکھتا آیا ہو بے شک وہ اس نبات کو ایک امر طبعی کی نقیض سمجھے گا ایسا ہی بعض دوسری نوع کی چیزوں میں بھی دور دراز عرصہ کے بعد کوئی نہ کوئی خاصہ نادر ظہور میں آجاتا ہے کچھ تھوڑا عرصہ گزرا ہے کہ مظفر گڑھ میں ایک ایسا بکرا پیدا ہوا کہ جو بکریوں کی طرح دودھ دیتا تھا۔''

(سرمہ چشم آریہ،روحانی خزائن جلد2ص98)

علوم فلسفہ طب بذریعہ اہل عرب آئے

فرمایا:''انگریزوں کو اس بات پر اتفاق ہو چکا ہے کہ انگلستان میں علوم و فنون کا پودہ عرب کے عالیشان مدارس سے آیا ہے اور دسویں صدی میں جب کہ یورپ جہالت میں پڑا ہوا تھا۔اہل یورپ کو تاریکی جہالت سے علم و عقل کی روشنی میں لانے والے مسلمان ہی تھے۔(دیکھو صفحہ95کتاب جان ڈیون پورٹ صاحب)

ایسا ہی رائے بہادر ڈاکٹر چیتن شاہ صاحب آنریری سرجن اور ڈاکٹر دتامل صاحب سول سرجن پنجاب ریویو جلد نہم میں لکھتے ہیں کہ اہل یورپ کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ تمام علوم فلسفہ طب وغیرہ بذریعہ اہل عرب ان تک پہنچے ہیں۔کیمسٹری یعنے علم کیمیا بھی اہل یورپ نے عروج سلطنت اسلامیہ میں عربوں سے حاصل کیا ہے۔اگرچہ ہندی طبابت نے(جو بزعم آریوں کے ویدوں سے لی گئی ہے)جو ہماری اپنی وطنی طبابت ہے یونانی اور انگریزی طبابت سے کوئی چیز عاریتاً نہیں لی۔''

(شحنۂ حق،روحانی خزائن جلد2ص362)

پیوند کاری اور انسانی صانعیت

فرمایا:''یورپ کے اکثر کاریگر دانتوں کی جگہ دانت اور آنکھ کی پتلی کی جگہ آنکھ کی پتلی اور ٹانگوں کی جگہ ٹانگ اور بالوں کی جگہ مصنوعی بال لگا کر گزارہ چلا دیتے ہیں۔بعض حکیموں نے چاند بنا کراور چڑھا کر محدود حد تک اس کی روشنی سے کام لیا ہے بعض نے پرند بنا کر کنجی دینے سے ایک حد تک انہیں اڑا کر دکھلا دیا ہے اور بعض نے مینہ برسنے کی ترکیب نکالی اور کسی حد کے اندر اندر مینہ برسادیا ایسا ہی قسم قسم کے پھول اور پھل اور موتی و دیگر جوہرات ایسے بنائے گئے ہیں جو دیکھنے والوں کو حیران کر دیا ہے اور ابھی انسان کی صانعیت کی کچھ انتہا نہیں کیونکہ وہ ترقیات غیر محدود کے لئے پیدا کیا گیا ہے جن کی تحصیل کے لئے وہ فطرتاً مشغول ہے۔''

(سرمہ چشم آریہ،روحانی خزائن جلد 2 ص 201)

کیمرہ کے ذریعہ امراض کی تشخیص

فرمایا:''یہ آلہ جس کے ذریعہ سے اب تصویر لی جاتی ہے آنحضرت ﷺ کے وقت میں ایجاد نہیں ہوا تھا،اور یہ نہایت ضروری آلہ ہے جس کے ذریعہ سے بعض امراض کی تشخیص ہو سکتی ہے ایک اور آلہ تصویر کا نکلا ہے جس کے ذریعہ سے انسان کی تمام ہڈیوں کی تصویر کھینچی جاتی ہے اور وجع المفاصل و نقرس وغیرہ امراض کی تشخیص کے لئے اس آلہ کے ذریعہ سے تصویر کھینچتے ہیں اورمرض کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ایسا ہی فوٹو کے ذریعہ سے بہت سے علمی فوائد ظہور میں آئے ہیں۔چنانچہ بعض انگریزوں نے فوٹو کے ذریعہ سے دنیا کے کل جانداروں یہاں تک کہ طرح طرح کی ٹڈیوں کی تصویریں اور ہر ایک قسم کے پرند اور چرند کی تصویریں اپنی کتابوں میں چھاپ دی ہیں۔جس سے علمی ترقی ہوئی ہے۔پس کیا گمان ہو سکتا ہے کہ وہ خدا جو علم کی ترغیب دیتا ہے وہ ایسے آلہ کا استعمال کرنا حرام قرار دے جس کے ذریعہ سے بڑے بڑے مشکل امراض کی تشخیص ہوتی ہے اور اہل فراست کے ہدایت پانے کا ایک ذریعہ ہو جاتا ہے۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد21ص366)

نیک نطفہ پر روح القدس کا اثر

فرمایا:''جب بچہ پیٹ میں پڑتا ہے تو اس وقت اگر بچہ سعید اور نیک ہونے والا ہے تو اس نطفہ پر روح القدس کا سایہ ہوتا ہے اور اگر بچہ شقی ہے اور بد ہونے والا ہے تو اس نطفہ پر شیطان کا سایہ ہوتا ہے۔''

(رسالہ دعوت قوم، روحانی خزائن جلد 11صفحہ56)

انسانی جسم میں سلسلہ تحلیل

''كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ (المائدہ:76)

یعنی وہ دونوں حضرت مسیحؑ اور آپ کی والدہ صدیقہ کھانا کھایا کرتے تھے۔اب آپ لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کیوں کھانا کھاتا ہے اور کیوں کھانا کھانے کا محتاج ہے۔اس میں اصل بھید یہ ہے کہ ہمیشہ انسان کے بدن میں سلسلہ تحلیل کا جاری ہے یہاں تک کہ تحققات قدیمہ اور جدیدہ سے ثابت ہے کہ چند سال میں پہلا جسم تحلیل پا کر معدوم ہو جاتا ہے اور دوسرا بدن بدل ماتحلل ہو جاتاہے اور ہر ایک قسم کی جو غذا کھائی جاتی ہے اس کا بھی روح پر اثر ہوتا ہے کیونکہ یہ امر بھی ثابت شدہ ہے کہ کبھی روح جسم پر اپنا اثر ڈالتی ہے اور کبھی جسم روح پر اپنا اثر ڈالتا ہے جیسے اگر روح کو یکدفعہ کوئی خوشی پہنچتی ہے تو اس خوشی کے آثار یعنی بشاشت اور چمک چہرہ پر بھی نمودار ہوتی ہے اور کبھی جسم کے آثار ہنسنے رونے

کے روح پر پڑتے ہیں۔‘‘
(جنگ مقدس،روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 92)

علم طب کی حقیقت ،کرشمے اور فوائد کے بارے میں حضرت اقدس فرماتے ہیں:

طبابت بہت عمدہ پیشہ ہے

فرمایا ’’تحصیل دین کے بعد طبابت کا پیشہ بہت عمدہ ہے۔‘‘
(ملفوظات جلد سوم ص 334)

مامور وقت کے یہ الفاظ طبیبوں اور ڈاکٹروں کے لئے ایک سنہری سر ٹیفکیٹ کا درجہ رکھتے ہیں۔

عمیق در عمیق طب

’’ایک دفعہ مجھے بعض محقق اور حاذق طبیبوں کی بعض کتابیں کشفی رنگ میں دکھلائی گئیں۔جو طب جسمانی کے قواعد کلیہ اور اصول علمیہ اور ستہ ضروریہ وغیرہ کی بحث پر مشتمل اور متضمن تھیں جن میں طبیب حاذق قرشی کی کتاب بھی تھی اور اشارہ کیا گیا کہ یہی تفسیر قرآن ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ علم الابدان اور علم الادیان میں نہایت گہرے اور عمیق تعلقات ہیں اور ایک دوسرے کے مصدق ہیں اور جب میں نے ان کتابوں کو پیش نظر رکھ کر جو طب جسمانی کی کتابیں تھیں۔قرآن شریف پر نظر ڈالی تو وہ عمیق در عمیق طب جسمانی کے قواعد کلیہ کی باتیں نہائت بلیغ پیرایہ میں قرآن شریف میں موجود پائیں۔‘‘
(چشمہ معرفت،روحانی خزائن جلد 23 ص 103)

طب کے وراء محکمہ

طب تو ظاہری محکمہ ہے۔ایک اس کے وراء محکمہ پردہ میں ہے جب تک وہاں دستخط نہ ہو کچھ نہیں ہوتا۔
(ملفوظات جلد 4ص 353)

ہر قوم کو طب سے استفادہ کرنا چاہئے

چند مولوی اور مدرسہ طبیہ کے چند طالب علم اور طبیب آئے۔طب کا ذکر درمیان میں آیا۔حضرت نے فرمایا کہ:
(مومنوں) کو انگریزی طب سے نفرت نہیں کرنی چاہئے۔اَلْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ حکمت کی بات تومومن کی اپنی ہے۔گم ہو کر کسی اور کے پاس چلی گئی تھی۔پھر جہاں سے ملے جھٹ قبضہ کرلے اس میں ہمارا یہ منشا نہیں کہ ہم ڈاکٹری کی تائید کرتے ہیں بلکہ ہمارا مطلب صرف یہ ہے کہ بموجب حدیث کے انسان کو چاہئے کہ مفید بات جہاں ملے وہیں سے لے لے۔ہندی، جاپانی،یونانی،انگریزی ہر طب سے فائدہ حاصل کرنا چاہئے اور اس شعر کا مصداق اپنے آپ کوبنانا چاہئے۔

تمتع ز ہر گوشہ یا فتم
ز ہر خرمنے خوشہ یا فتم

تب ہی انسان کامل طبیب بنتا ہے۔طبیبوں نے تو عورتوں سے بھی نسخے حاصل کئے ہیں۔لَیْسَ الْحَکِیْمُ اِلَّا ذُوْ تَجْرِبَۃٍ لَیْسَ الْحَلِیْمُ اِلَّا ذُوْعُسْرَۃٍ۔حکیم تجربہ سے بنتا ہے اور حلیم تکالیف اٹھاکر حلم دکھانے سے بنتا ہے اور یوں تو تجربوں کے بعد انسان رہ جاتا ہے کیونکہ قضا و قدر سب کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔
(ملفوظات جلد4ص 507)

طبّی کرشمے اور عجائبات

فرمایا:’’مسیح کے معجزات جو قصص کے رنگ میں ہیں ان سے کوئی فوق العادت تائید الٰہی کا پتہ نہیں لگتا۔جبکہ آج اس سے بڑھ کر طبّی کرشمے اور عجائبات دیکھے جاتے ہیں۔خصوصاً ایسی حالت میں کہ خود انجیل میں ہی لکھا ہے کہ ایک تالاب تھا۔جس میں ایک وقت غسل کرنے والے شفا پا لیتے تھے اور اب تک یورپ کے بعض ملکوں میں ایسے چشمے پائے جاتے ہیں اور ہمارے ہندستان میں بھی بعض چشموں یا کنوؤں کے پانی میں ایسی تاثیریں ہوتی ہے۔تھوڑے دن ہوئے اخبارات میں شائع ہوا تھا کہ کنوئیں کے پانی سے جذامی اچھے ہونے لگے۔‘‘
(ملفوظات جلد 2ص 85)

طبابت ظنی علم ہے

فرمایا:’’علم طبابت ظنی ہے۔کسی کو کوئی دوا پسند کسی کو کوئی۔ایک دوا ایک شخص کے لئے مضر ہوتی ہے دوسرے کے لئے وہی دوا نافع،دوائیوں کا راز اور شفا دینا خداتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کسی کو یہ علم نہیں۔کل ایک دوائی میں استعمال کرنے لگا تو الہام ہوا’’خطرناک‘‘ دوائیں اندازہ کرنے پر مطمئن نہیں ہونا چاہئے۔بلکہ ضرورتوں کو لینا چاہئے۔‘‘
(ملفوظات جلد 5ص 437)

بعض ادویہ کی بعض کے ساتھ مناسبت

طب اور معالجات کا تذکرہ تھا۔فرمایا:
’’یہ سب ظنی باتیں ہیں علاج وہی ہے جو خداتعالیٰ اندر ہی اندر کر دیتا ہے جو ڈاکٹر کہتا ہے کہ یہ علاج یقینی ہے وہ اپنے مرتبہ اور حیثیت سے آگے بڑھ کر قدم رکھتا ہے۔بقراط نے لکھا ہے کہ میرے پاس ایک دفعہ ایک بیمار آیا میں نے بعد دیکھنے حالات کے حکم لگایا کہ یہ ایک ہفتہ کے بعد مر جائے گا۔تین سال کے بعد میں نے اس کو زندہ پایا۔
بعض ادویہ کو بعض کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے۔اسی بیماری میں ایک کے واسطے ایک دوا مفید پڑتی ہے اور دوسرے کے واسطے ضرر رساں ہوتی ہے۔جب برے دن ہوں تو مرض سمجھ میں نہیں آتا۔اور اگر مرض سمجھ میں آجائے تو پھر علاج نہیں سوجھتا۔اسی واسطے(مومن) جب ان علوم کے وارث ہوئے تو انہوں نے ہر امر میں ایک بات بڑھائی۔نبض دیکھنے کے وقت سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا(البقرۃ:33) کہا شروع کیا اور نسخہ لکھنے کے وقت ھوالشافی لکھنا شروع کیا۔‘‘
(ملفوظات جلد4ص 296)

علاج کی پانچ صورتیں

اسی طرح فرمایا:۔
’’علاج کی چار صورتیں تو عام ہیں دوا سے،غذا سے، عمل سے،پرہیز سے علاج کیا جاتا ہے۔ایک پانچویں قسم بھی جس سے سلب امراض ہے وہ توجہ ہے۔... دعا بھی توجہ ہی کی ایک قسم ہوتی ہے توجہ کا سلسلہ کڑیوں کی طرح ہوتا ہے جو لوگ حکیم اور ڈاکٹر ہوتے ہیں ان کو اس فن میں مہارت پیدا کرنی چاہئے۔‘‘
(ملفوظات جلد دوم ص 280)

دوران خون کا مسئلہ

’’دیکھو قلب دل کو کہتے ہیں اور قلب گردش دینے والے کو بھی کہتے ہیں۔دل پر مداردوران خون کا ہے۔آجکل کی تحقیقات نے تو ایک عرصہ دراز کی محنت اور دماغ سوزی کے بعد دوران خون کامسئلہ دریافت کیا لیکن اسلام نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر ہی سے دل کا نام قلب رکھ کر اس صداقت کو مرکوز اور محفوظ کر دیا۔ ‘‘
(ملفوظات جلد اول ص 170)

حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے روحانی علوم کے قیمتی موتیوں اور لعل و جواہر سے مزین خزائن عطا فرمائے اور ساتھ ہی دنیا وی علوم کی تفصیلات اور حقائق سے بھی آگاہ فرمایا۔ان علوم میں علم طب سرفہرست ہے جس کے ایسے اصول خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئے جو اس زمانہ میں اور کسی کے حصہ میں نہ آئے۔قبل اس کے کہ دائمی شان کے حامل ان طبّی اصولوں کو سپرد قرطاس کیا جائے حضرت اقدس ہی کے پیش فرمودہ اس اہم علم کے بنیادی حقائق، امراض، اس کی اقسام، حکمت اور ان کے علاج اور فلسفہ کے اصولوں سے آگاہی ضروری ہے ۔

مرض کی اقسام

’’مرض دو قسم کے ہوتے ہیں۔ایک مرض مستوی اور ایک مرض مختلف ۔مرض مستوی وہ ہوتا ہے جس کا درد وغیرہ محسوس ہوتا ہے۔اس کے علاج کا تو انسان فکر کرتا ہے اور مرض مختلف کی چنداں پروا نہیں کرتا۔اسی طرح سے بعض گناہ تو محسوس ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ انسان ان کو محسوس بھی نہیں کرتا۔اس لئے ضرورت ہے کہ ہر وقت انسان خداتعالیٰ سے استغفار کرتا رہے۔‘‘
(ملفوظات جلد اول ص 529)

بعض عجیب و غریب امراض

’’مختلف امراض اس قسم کے ہیں کہ ان میں انسان کی پیش نہیں جاتی۔ایک دفعہ ایک شخص میرے پاس آیا اس نے بیان کیا کہ میرے پیٹ میں رسولی پیدا ہوئی ہے۔ اور وہ دن بدن بڑھ کر پاخانہ کے راستہ کو بند کر تی جاتی ہے۔جس ڈاکٹر کے پاس میں گیا ہوں وہ یہی کہتا ہے کہ اگر یہ مرض ہمیں ہوتی تو ہم بندوق مارکر خود کشی کر لیتے۔آخر وہ بیچارہ اسی مرض سے مرگیا۔
بعض لوگ ایسے مسلول ہوتے ہیں کہ ایک ایک پیالہ پیپ کا اندر سے نکلتا ہے۔ایک دفعہ ایک مریض آیا اس کی یہی حالت تھی۔صرف اس کا پوست ہی رہ گیا تھا اور سمجھدار بھی تھا مگر تاہم وہ یہی خیال کرتا تھا کہ میں زندہ رہوں گا۔‘‘
(ملفوظات جلد سوم ص 437)

انبیاء کی خبیث امراض سے حفاظت

’’انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے مامور خبیث اور ذلیل بیماریوں سے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔مثلاً آتشک ہو،جذام ہو یااور کوئی ایسی ذلیل مرض۔یہ بیماریاں خبیث لوگوں ہی کو ہوتی ہیں۔اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ (النور:27)اس میں عام لفظ رکھا ہے اور نکات بھی عام ہیں۔‘‘
(ملفوظات جلد اول ص 397)

بیمار پر دم کرنا

’’ایک شخص نے سوال کیا کہ مجھے قرآن شریف کی کوئی آیت بتلائی جائے کہ میں پڑھ کر اپنے بیمار کو دم کروں تا کہ اس کو شفاء ہو۔حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا بے شک قرآن شریف میں شفاء ہے روحانی اور جسمانی بیماریوں کا وہ علاج ہے۔مگر اس طرح کلام پڑھنے میں لوگوں کو ابتلاء ہے۔قرآن شریف کو تم اس امتحان میں نہ ڈالو۔خداتعالیٰ سے اپنے بیمار کے واسطے دعا کرو تمہارے واسطے یہی کافی ہے۔‘‘
(بدر2۔اکتوبر1906ء)

بیماریوں کی کثرت کا فلسفہ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے بیماریوں کی کثرت کا فلسفہ درج ذیل الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔
’’اس قدر کثرت میں خدا تعالیٰ کی یہ حکمت معلوم ہوتی ہے تاکہ ہر طرف سے انسان اپنے آپ کو عوارض اور امراض میں گھرا ہوا پاکر اللہ تعالیٰ سے ترساں اور لرزاں رہے اور اسے اپنی بے ثباتی کا ہر دم یقین رہے اور مغرور نہ ہو اور غافل ہو کر موت کو نہ بھول جاوے اور خدا سے بے پرواہ نہ ہو جاوے۔‘‘
(ملفوظات جلد سوم صفحہ 217)

اس ضمن میں مزید ہدایت فرمائی:۔
’’سچ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے اذن کے بغیر ہر ایک ذرہ جو انسان کے اندر جاتا ہے کبھی مفید نہیں ہو سکتا توبہ و استغفار بہت کرنی چاہئے تا خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے۔جب خدا تعالیٰ کا فضل آتا ہے تو دعا بھی قبول ہوتی ہے۔‘‘
(ملفوظات جلد دوم صفحہ 242)

’’ہر ایک مرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلط ہوتا ہے جب اللہ چاہتا ہے مرض مٹ جاتا ہے۔‘‘
(ملفوظات جلد چہارم ص 295)

حضرت اقدس نے اپنے ملفوظات میں خصوصاًبیماری سے شفا کے لئے دعاؤں کی بار بار تحریک فرمائی ہے ۔فرماتے ہیں:۔

’’میں بہت دعا کرتا ہوں ۔ دعا ایسی شے ہے کہ جن امراض کو اطباء اور ڈاکٹر لاعلاج کہہ دیتے ہیں ان کا علاج بھی دعا کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم ص265)

لاکھوں بیماریاں

حقیقت یہ ہے کہ انسان کسی قدر بھی احتیاط کرے بیماریاں اتنی زیادہ اور مختلف اقسام کی ہیں کہ اگر اللہ کا فضل اُسے نہ بچائے تو بچنا ممکن نہیں ہے۔ اور پھر ایک بیماری کا علاج دس نئی بیماریوں کی بنیاد بن جاتا ہے اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے حضرت اقدس فرماتے ہیں۔

’’ہمارے والدصاحب مرحوم بھی مشہور طبیب تھے جن کا پچاس برس کا تجربہ تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ حکمی نسخہ کوئی نہیں اور اصل حقیقت بھی یہی ہے کہ تصرف اللہ کا خانہ خالی رہتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے والا سعادت مند ہے۔ انسان مصیبت میں بددماغ نہ ہو اور غیر اللہ پر بھروسہ نہ کرے۔ یکدفعہ ہی خفیف عوارض شدید ہونے لگ جاتے ہیں۔ کبھی قلب کا علاج کرتے کرتے دماغ پر آفت آ جاتی ہے کبھی سردی کے پہلو پر علاج کرتے کرتے گرمی کا زور چڑھ جاتا ہے۔ کون ان بیماریوں پر حاوی ہو سکتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ کرنا چاہئے۔ انسان ان حشرات الارض اور سمّیات کو کب گن سکتا ہے۔ صرف بیماریوں کو بھی نہیں گن سکتا۔ لکھا ہے کہ صرف آنکھ ہی کی تین ہزار بیماریاں ہیں۔ بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ ایسے طور پر غلبہ کرتی ہیں کہ ڈاکٹر نسخہ ہی نہیں لکھ چکتا جو بیمار کا خاتمہ ہو جاتا ہے‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 166)

بیماریاں جہنم کا نمونہ بھی ہیں

’’برخلاف اس کے جو کچھ حالت انسان کی ہے وہ جہنم ہے۔ گویا خدا تعالیٰ کے سوا زندگی بسر کرنا بھی جہنم ہے۔ پھر حدیث شریف سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ تپ بھی حرارت جہنم ہی ہے۔ امراض اور مصائب جو مختلف قسم کے انسان کو لاحق حال ہوتے ہیں یہ بھی جہنم ہی کا نمونہ ہے اور یہ اس لئے کہ تا دوسرے عالم پر گواہ ہوں اور جزا و سزا کے مسئلہ کی حقیقت پر دلیل ہوں اور ...۔ مثلاً جذام ہی کو دیکھو کہ اعضاء گر گئے ہیں اور رقیق مادہ اعضاء سے جاری ہے۔ آواز بیٹھ گئی ہے۔ ایک تو یہ بجائے خود جہنم ہے۔ پھر لوگ نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ جاتے ہیں۔ عزیز سے عزیز بیوی، فرزند، ماں باپ تک کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ بعض اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ بعض اور خطرناک امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پتھریاں ہو جاتی ہیں اور پیٹ میں رسولیاں ہو جاتی ہیں۔ یہ ساری بلائیں اس لئے انسان پر آتی ہیں کہ وہ خدا سے دور ہو کر زندگی بسر کرتا ہے اور اُس کے حضور شوخی اور گستاخی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کی عزت اور پروا نہیں کرتا ہے۔ اُس وقت ایک جہنم پیدا ہو جاتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 372)

وبائی امراض

عربی سے ترجمہ:

حضرت اقدس ؑفرماتے ہیں:

’’ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ بعض مرضیں مثلاً آتشک کی بیماری ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہے اور ایک آتشک زدہ عورت سے مرد کو آتشک ہوجاتی ہے اور ایسا ہی مرد سے عورت کو اور یہی صورت ٹیکا لگانے میں بھی مشاہدہ ہوتی ہے کیونکہ جس پر چیچک والے کے خمیر سے ٹیکا کا عمل کیا جاوے اس کے بدن پر بھی آثار چیچک ظاہر ہو جاتے ہیں پس یہی تو عدوی ہے سو ہم کیوں کر اس کا انکار کر سکتے ہیں۔کیونکہ اس کا انکار علوم حسیہ بدیہیہ کا انکار ہے جو تجارب طبیہ سے ثابت ہو چکے ہیں اور ان میں ان بچوں کو بھی شک نہیں رہا جو کوچوں میں کھیلتے پھرتے ہیں چہ جائے کہ عقلمند مردوں کو کچھ شک ہو۔‘‘

(نورالحق حصہ اول،روحانی خزائن جلد 8صفحہ14)

ایک عجیب مرض

’’طبیبوں نے ایک مرض لکھی ہے جس کی کیفیت یہ ہے کہ انسان جب چھینک لے تو اس کے ساتھ ہی ہلاک ہو جاتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول ص244)

باریک در باریک بیماریاں

’’یاد رکھنا چاہئے کہ انسان ایک نہایت ہی کمزور ہستی ہے۔ایک ہی بیماری میں باریک در باریک اور بیماریاں شروع ہوجاتی ہیں۔انسان غلطی سے کب تک بچ سکتا ہے انسان بڑا کمزور ہے۔ غلطی ہو ہی جاتی ہے۔اکثر اوقات تشخیص میں ہی غلطی ہو جاتی ہے اور اگر تشخیص میں نہیں ہوتی تو پھر دوا میں ہو جاتی ہے۔غرض انسان نہایت کمزور ہستی ہے غلطی سے خود بخود نہیں بچ سکتا۔خداتعالیٰ کا فضل ہی چاہئے۔اس کے فضل کے بغیر انسان کچھ چیز نہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم ص278)

دوا اور تدبیر

’’کوئی آفت زمین پر پیدا نہیں ہوتی جب تک آسمان سے حکم نہ ہو۔اور کوئی آفت دور نہیں ہوتی جب تک آسمان سے رحم نازل نہ ہو۔سو تمہاری عقلمندی اسی میں ہے کہ تم جڑ کو پکڑو نہ شاخ کو۔تمہیں دوا اور تدبیر سے ممانعت نہیں ہے مگر ان پر بھروسہ کرنے سے ممانعت ہے اور آخر وہی ہو گا جوخدا کا ارادہ ہو گا۔‘‘

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد19صفحہ 13)

بیماری بطور سزا اور عذاب

’’جب دنیا میں فسق و فجور پھیل جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے لوگ دور جا پڑتے ہیں اور اس سے لاپروا ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی پروا نہیں کرتا ہے۔ ایسی صورت میں پھر اس قسم کی وبائیں بطور عذاب نازل ہوتی ہیں ان بلاؤں اور وباؤں کے بھیجنے سے اللہ تعالیٰ کی غرض یہ ہوتی ہے کہ دنیا پر اللہ تعالیٰ کی توحید اور عظمت ظاہر ہو اور فسق و فجور سے لوگ نفرت کر کے نیکی اور راستبازی کی طرف توجہ کریں اور خدا تعالیٰ کے مامور کی طرف جو اس وقت دنیا میں موجود ہوتا ہے توجہ کریں۔ اس زمانہ میں بھی فسق و فجور کے سیلاب کا بند ٹوٹ گیا ہے۔ راستبازی، تقویٰ عفت اور خدا ترسی اور خداشناسی بالکل اُٹھ گئی تھی۔ دین کی باتوں پر ہنسی کی جاتی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق جو اُس نے اپنے نبیوں اور رسولوں کی زبان پر کیا تھا کہ مسیح موعود کے وقت دنیا میں مری بھیجوں گا اس طاعون کو اصلاح خلق کے لئے مسلّط کیا ہے۔ طاعون کو برا کہنا بھی گناہ ہے یہ تو خداتعالیٰ کا ایک مامور ہے جیسا کہ میں نے ہاتھی والی رویا میں دیکھا تھا، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ باوجود اس کے کہ بعض دیہات بالکل برباد ہوگئے ہیں اور ہر جگہ یہ آفت برپا ہے تو بھی ان شوخیوں، شرارتوں اور بیباکیوں میں فرق نہیں آیا جو اس سے پہلے بھی تھیں۔ مکرو فریب، ریاکاری بدستور پھیلی ہوئی ہے۔‘‘ (ملفوظات جلدسوم صفحہ 634)

بیماریوں کے فوائد

اللہ تعالیٰ نے بیماریوں اور تکالیف کا یہ سارا سلسلہ بھی بے فائدہ پیدا نہیں کیا بلکہ اس میں بھی انسان کیلئے رحمت کے بہت سے پہلو ہیں۔ ایک غیر مومن کیلئے جہاں بیماری مصیبت دکھائی دیتی ہے وہیں ایک مومن ان تکالیف کی وجہ سے خداتعالیٰ کے قرب کے مدارج طے کرتا ہے۔ کثرت سے دعاؤں کی طرف توجہ ہوتی ہے اور ہر لحہ خدا تعالیٰ یاد رہتا ہے۔

بیماریوں کے ذکر پر فرمایا کہ:

’’بیماری کی شدت سے موت اور موت سے خدا یاد آتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا (النسا: 29) انسان چند روز کیلئے زندہ ہے۔ ذرہ ذرہ کا وہی مالک ہے جو حی و قیوم ہے۔ جب وقت موعود آ جاتا ہے تو ہر ایک چیز علیہ السلام کہتی اور سارے قویٰ رخصت کر کے الگ ہو جاتے ہیں اور جہاں سے یہ آیا ہے وہیں چلا جاتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلدسوم صفحہ 240)

بیماریوں کی حکمت

ان مختلف امراض اور عوارض کے ذکر پر جو انسان کو لاحق ہوتے ہیں فرمایا کہ:

’’اللہ تعالیٰ قادر تھا کہ چند ایک بیماریاں ہی انسان کو لاحق کر دیتا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے امراض ہیں جن میں وہ مبتلا ہوتا ہے۔ اس قدر کثرت میں خدا تعالیٰ کی یہ حکمت معلوم ہوتی ہے تا کہ ہر طرف سے انسان اپنے آپ کو عوارض اور امراض میں گھرا ہوا پا کر اللہ تعالیٰ سے ترساں اور لرزاں رہے اور اسے اپنی بے ثباتی کا ہر دم یقین رہے اور مغرور نہ ہو اور غافل ہو کر موت کو نہ بھول جاوے اورخدا سے بے پروا نہ ہو جاوے‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 217)

پہلے مرض پھر طبیب کی شاخت

’’طبیب اس امر کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اس سے وہی شخص فائدہ اٹھاسکتا ہے جو اول اپنے مرض کو شاخت کرے اور محسوس کرے کہ میں بیمارہوں اور پھر یہ شاخت کرے کہ طبیب کون ہے؟جب تک یہ دو باتیں پیدا نہ ہوں وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔یہ بھی یاد رہے کہ مرض دو قسم کے ہوتے ہیں۔ایک مرض مختلف ہوتا ہے جیسے قولنج کا درد یعنی جو محسوس ہوتا ہے اور ایک مستوی جیسے برص کے داغ کہ ان کا کوئی درد اور تکلیف بظاہر محسوس نہیں ہوتی۔انجام خطرناک ہوتا ہے مگر انسان ایسی صورتوں میں ایک قسم کا اطمینان پاتا ہے اور اس کی چنداں فکر نہیں کرتا۔اس لئے ضروری ہے کہ انسان اول اپنے مرض کو شاخت کرے اوراسے محسوس کرے۔پھر طبیب کو شاخت کرے بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو اپنی معمولی حالت پر راضی ہو جاتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم ص80)

امراض بدنی کے لئے ادویہ

’’یہ بات بتوجہ تمام یاد رکھنی چاہئے کہ جیسے خدا نے امراض بدنی کے لئے بعض ادویہ پیدا کی ہیں اور عمدہ عمدہ چیزیں جیسے تریاق وغیرہ انواع اقسام کے آلام کے لئے دنیا میں موجود کی ہیں اور ان ادویہ میں ابتدا سے یہ خاصیت رکھی ہے کہ جب کوئی بیمار بشرطیکہ اس کی بیماری درجہ شفایابی سے تجاوز نہ کرگئی ہو ان دواؤں کو برعایت پرہیز وغیرہ شرائط استعال کرتا ہے تو اس حکیم مطلق کی اسی پر عادت جاری ہے کہ اس بیمار کو حسب استعداد اور قابلیت کی قدر صحت اور تندرستی سے حصہ بخشا ہے یا بکلی شفا عنایت کرتا ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، حاشیہ در حاشیہ روحانی خزائن جلد 1ص354)

عیاشیوں کے ذریعہ مہلک امراض

’’اکثر لوگ دنیا کی نفسانی عیاشیوں میں اس خوش حالی کو طلب کرتے ہیں اور دن رات مےخواری اور شہوات نفسانیہ کا شغل رکھ کر انجام کار طرح طرح کی مہلک امراض میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور آخر کار سکتہ،فالج،رعشہ اور کزاز اور یا انتڑیوں یا جگر کے پھوڑوں میں مبتلاہو کر اور یا آتشک اور سوزاک کی قابل شرم مرض سے اس جہان سے رخصت ہوتے ہیں اور بباعث اس کے کہ ان کی قوتیں قبل از وقت تحلیل ہو جاتی ہیں۔اس لئے وہ طبعی عمر سے بھی بے

نصیب رہتے ہیں۔''(چشمہ مسیحی، روحانی خزائن جلد 20ص359)

مرگی کو ام الصبیان کہتے ہیں

''مرگی کی بیماری کے مبتلااکثر شیاطین کو اسی طرح دیکھا کرتے ہیں وہ بعینہ ایسا ہی بیان کیا کرتے ہیں کہ ہمیں شیطان فلاں فلاں جگہ لے گیا اور یہ یہ عجائبات دکھلائے اور مجھے یاد ہے کہ شاید چوتیس برس کا عرصہ گزرا ہوگا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جگہ شیطان سیاہ رنگ اور بد صورت کھڑا ہے۔اول اس نے میری طرف توجہ کی اور میں نے اس کو منہ پر طمانچہ مار کر کہا کہ دور ہو اے شیطان تیرا مجھ میں حصہ نہیں اور پھر وہ ایک دوسرے کی طرف گیا اور اس کو اپنے ساتھ کر لیا اور جس کو ساتھ کر لیا اس کو میں جانتا تھا اتنے میں آنکھ کھل گئی اسی دن یا اس کے بعد اس شخص کو مرگی پڑی جس کو میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ شیطان نے اس کو ساتھ کر لیا تھا اور صرع کی بیماری میں گرفتار ہوگیا اس سے مجھے یقین ہوا کہ شیطان کی ہمراہی کی تعبیر مرگی ہے…مرگی کو فن طبابت میں ام الصبیان کہتے ہیں یعنی بچوں کی ماں۔''

(معیار المذاہب جلد9ص483حاشیہ)

مریض کا ہوش

''بعض امراض ہی ایسے ہیں مثلاً دق و سل کہ ان کے مریضوں کا اخیر تک ہوش قائم رہتا ہے بلکہ طاعون کی بعض قسمیں بھی ایسی ہی ہیں۔'' (ملفوظات جلد پنجم ص433)

ذات الجنب کی وجہ سے بخار

''جب مرض الموت کاوقت آجاوے تو وہ وقت دعا کا نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ کو ظاہر کر دیتا ہے۔اسی طرح پر جو حالتیں مہلک بیماریوں کی ہوتی ہیں ان میں بھی نظر آجاتا ہے مگر خداتعالیٰ کی قدرت ہے کہ مولوی (عبدالکریم سیالکوٹی)صاحب کے معاملہ میں ایک عجیب بات دیکھی گئی کہ ان کی اصل مرض سرطان جس کو انگریزی میں کاربنکل کہتے ہیں بالکل اچھا ہو گیا بلکہ خود انہوں نے ہاتھ پھیر کر دیکھا اور یہی کہتے رہے کہ اب میں دو چار روز میں پھرنے لگوں گا۔آخر ذات الجنب کی وجہ سے سخت بخار ہو گیا جو ایک سو چھ درجہ تک پہنچ گیا اور اسی عارضہ میں وفات پائی۔''

(ملفوظات جلدچہارم ص487)

تداخل طعام بیماری کا موجب

24 دسمبر 1901ء کو آپ نے ایک آسٹریلوی سیاح عبدالحق صاحب سے دوران گفتگو فرمایا:۔

''تداخل بعام درست نہیں ہے یعنی ایک کھانا کھایا پھر کچھ اور کھا لیا پھر کچھ اور۔اس کا نتیجہ یہی ہو گا کہ سوء ہضم ہو کر ہیضہ یا قے یا کسی اور بیماری کی نوبت آجائے۔''

(ملفوظات جلد دوم ص81)

دوران خون کا مسئلہ

''دیکھو قلب دل کو کہتے ہیں اور قلب گردش دینے والے کو بھی کہتے ہیں۔دل پر مداردوران خون کا ہے۔آجکل کی تحققات نے تو ایک عرصہ دراز کی محنت اور دماغ سوزی کے بعد دوران خون کامسئلہ دریافت کیا لیکن اسلام نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر ہی سے دل کا نام قلب رکھ کر اس صداقت کو مرکوز اور محفوظ کر دیا۔''

(ملفوظات جلد اول ص170)

امراض جہنم کا نمونہ

''حدیث شریف سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ تپ بھی حرارت جہنم ہی ہے۔امراض اور مصائب جو مختلف قسم کے انسان کو لاحق حال ہوتے ہیں۔یہ بھی جہنم ہی کا نمونہ ہے اور یہ اس لئے ہے کہ تا دوسرے عالم پر گواہ ہوں اور جزا و سزا کے مسئلہ کی حقیقت پر دلیل ہوں اور کفارہ جیسے لغو مسئلہ کی تردید کریں۔مثلاً جذام ہی کو دیکھو کہ اعضاء گر گئے ہیں اور رقیق مادہ اعضاء سے جاری ہے۔آواز بیٹھ گئی ہے۔ایک تو یہ بجائے خود جہنم ہے۔پھر لوگ نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ جاتے ہیں۔عزیز سے عزیز بیوی،فرزند،ماں باپ تک کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔بعض اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔بعض اور خطرناک امراض میں مبتلاہو جاتے ہیں۔پتھریاں ہو جاتی ہیں اور پیٹ میں رسولیاں ہوجاتی ہیں۔یہ ساری بلائیں اس لئے انسان پر آتی ہیں کہ وہ خدا سے دور ہو کر زندگی بسر کرتا ہے اور اس کے حضور شوخی اور گستاخی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کی عزت اور پروانہیں کرتا ہے۔اس وقت ایک جہنم پیدا ہو جاتا ہے۔''

(ملفوظات جلد اول ص372)

سلب امراض اور سلب ذنوب میں فرق

''علاج کی چار صورتیں تو عام ہیں۔دوا سے،غذا سے،عمل سے،پرہیز سے علاج کیا جاتا ہے۔ایک پانچویں قسم بھی جس سے سلب امراض ہوتا ہے،وہ توجہ ہے۔حضرت مسیح علیہ السلام اسی توجہ سے سلب امراض کیا کرتے تھے……ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تو جہ اور مسیح علیہ السلام کی توجہ میں یہ فرق ہے کہ مسیح کی توجہ سے تو سلب امراض ہوتا تھا،مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے سلب ذنوب ہوتا تھا……جو لوگ حکیم اور ڈاکٹر ہوتے ہیں۔ان کو اس فن میں مہارت پیدا کرنی چاہئے۔مسیح کی توجہ چونکہ زیادہ تر سلب امراض کی طرف تھی۔اس لئے سلب ذنوب میں وہ کامیابی نہ ہونے کی وجہ یہی تھی۔کہ جو جماعت انہوں نے تیار کی وہ اپنی صفائی نفس اور تزکیہ باطن میں ان مدارج کو نہ پہنچ سکی جو جلیل الشان صحابہ کو ملی۔اور یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی باثر تھی کہ آج اس زمانہ میں بھی تیرہ سو برس کے بعد سلب ذنوب کی وہی قوت اور تاثیر رکھتی ہے جو اس وقت میں رکھتی تھی۔مسیح اس میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتے۔''

(ملفوظات جلد دوم ص280)

پیشاب کی بیماری

مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ ربہ کو کثرت پیشاب کی دو تین دن سے پھر شکایت ہوگئی ہے اور آج اعلیٰ حضرت نے ان کا قارورہ منگوا کر دیکھا تھا جو کثیر مقدار میں تھا۔اس کے متعلق مولوی عبدالکریم صاحب کو مخاطب کر کے جو کچھ فرمایا اس سے آپ کی کمال شفقت اور ہمدردی کا ثبوت ملتا ہے اس لئے میں خلاصۃً اسے اپنے الفاظ میں درج کرتا ہوں۔فرمایا:

''میں آپ کا پیشاب دیکھ کر بہت حیران ہو گیا۔میں نے تو اس کے بعد دعا ہی شروع کر دی اور انشاء اللہ بہت دعا کروں گا۔ مجھے خود چونکہ کثرت پیشاب کی شکایت ہے میں جانتا ہوں کہ کس قدر تکلیف ہوتی دل گھٹتا ہے اور پنڈلیوں میں درد ہونے لگتا ہے۔بہت بے چینی اور گھبراہٹ ہو جاتی ہے۔میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس رسالہ(براہین احمدیہ حصہ پنجم) کو ختم کرلینے کے کچھ دنوں تک صرف دعا ہی میں لگا رہوں گا۔

میں نے جو گولی آپ کو بنا کر دی تھی وہ مفید ثابت ہوئی تھی۔آپ اس کا استعمال کریں میں بھیج دوں گا اور ختم ہونے پر اور دوا تیار ہو سکتی ہے۔آپ دودھ کثرت سے پئیں۔وہ اس مرض میں بہت مفید ہے اور میں انشاء اللہ بہت دعا کروں گا۔آپ کے پیشاب کو دیکھ کر مجھے تو حیرت ہی ہوئی کہ آپ کس طرح التزام کے ساتھ نمازوں میں آتے ہیں اور آپ کی آواز سے بھی معلوم نہیں ہوتا کہ آپ کو شکایت ہے۔''

(ملفوظات جلد چہارم ص252)

احتراز وبائی امراض

''جو لوگ اپنے گھروں کو خوب صاف رکھتے ہیں اور اپنی بدرؤں کو گندہ نہیں ہونے دیتے اور کپڑوں کو دھوتے رہتے ہیں اور خلال کرتے اور مسواک کرتے اور بدن پاک رکھتے ہیں اور بدبو اور عفونت سے پرہیز کرتے ہیں وہ اکثر خطرناک وبائی بیماریوں سے بچتے رہتے ہیں۔پس گویا وہ اس طرح پر یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ کے وعدے سے فائدہ اٹھالیتے ہیں لیکن جو لوگ طہارت ظاہری کی پرواہ نہیں رکھتے آخر کبھی نہ کبھی وہ پیچ میں پھنس جاتے ہیں اور خطرناک بیماریاں ان کو آپکڑتی ہیں۔''

(ایام الصلح ،روحانی خزائن جلد14ص337)

اللہ اپنے بندوں کو بچا لیتا ہے

عربی سے ترجمہ: ''وہ خداجو اندھیرے کے وقت اپنا نور بھیجتا ہے اور بیماری کی کثرت کے وقت دوا ظاہر کرتا ہے اور اپنے بندوں کو بے قراری کی حالت میں بچا لیتا ہے……آپ جانتے ہیں کہ ہر یک بیماری کی ایک دوااور ہر یک اندھیرے کے واسطے روشنی ہے سو میرے پروردگار نے ارادہ کیا کہ دنیا کو اندھیرے کے بعد روشن کرے۔''

(نور الحق حصہ اول،روحانی خزائن جلد8ص564)

بیمار مایوس نہ ہو

فرمایا ''میرا مذہب یہ ہے کہ کوئی بیماری لاعلاج نہیں ہر ایک بیماری کا علاج ہو سکتا ہے جس مرض کو طبیب لاعلاج کہتا ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ طبیب اس کے علاج سے آگاہ نہیں ہے۔ہمارے تجربہ میں یہ بات آچکی ہے کہ بہت سے بیماروں کو اطباء ڈاکٹروں نے لاعلاج بیان کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس سے شفاء پانے کے واسطے بیمار کے لئے کوئی نہ کوئی راہ نکال دی۔بعض بیمار بالکل مایوس ہو جاتے ہیں یہ غلطی ہے خداتعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے اس کے ہاتھ میں سب شفاء ہے…بیمارکو چاہئے کہ توبہ استغفار میں مصروف ہو انسان صحت کی حالت میں کئی قسم کی غلطیاں کرتا ہے۔کچھ گناہ حقوق اللہ کے متعلق ہوتے ہیں۔اور کچھ حقوق عباد کے متعلق ہوتے ہیں۔ہر دوقسم کی غلطیوں کی معافی مانگنی چاہئے اور دنیا میں جس شخص کو نقصان بے جا پہنچایا ہو۔اس کو راضی کرنا چاہئے اور خداتعالیٰ کے حضور میں سچی توبہ کرنی چاہئے توبہ سے یہ مطلب نہیں کہ انسان جنتر منتر کی طرح کچھ الفاظ منہ سے بولتا رہے۔بلکہ سچے دل سے اقرار ہونا چاہئے کہ میں آئندہ یہ گناہ نہ کروں گا اور اس پر استقلال کے ساتھ قائم رہنے کی کوشش کرنی چاہئے تو خدا تعالیٰ غفور الرحیم ہے وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہ ستار ہے۔بندوں کے گناہوں پر پردہ ڈالتا ہے تمہیں ضرورت نہیں کہ مخلوق کے سامنے اپنے گناہوں کا اظہار کرو۔ہاں خدا تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔''

(بدر 4۔اکتوبر 1904ء)

مریضوں کے لئے ادویات کی فراہمی

''طبیب کیسا ہی حاذق اور عالم ہو،لیکن اگر ادویہ نہ ہوں تو وہ کیا کر سکتا ہے۔بڑی سوچ اور فکر سے ایک نسخہ لکھ دے گا لیکن بازار سے وہ دوا نہ ملے،تو کیا کرے گا۔کس قدر فضل ہے کہ ایک طرف علم دیا ہے اور دوسری طرف نباتات،جمادات،حیوانات جو مریضوں کے مناسب حال تھے پیدا کر دیئے ہیں اوران میں قسم قسم کے خواص رکھے ہیں جو ہر زمانہ میں باندیشہ ضروریات کے کام آسکتے ہیں۔غرض اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بھی غیر مفید پیدا نہیں کی اور نہ جس کے خواص محدود ہوں۔یہاں تک کہ پسو اور جوں تک بھی غیر مفید نہیں۔لکھا ہے کہ اگر کسی کا پیشاب بند ہو تو بعض وقت جوں کو احلیل میں دینے سے پیشاب جاری ہو جاتا ہے۔انسان ان اشیاء کی مدد سے کہاں تک فائدہ اٹھاتا ہے۔کوئی تصور کر سکتا ہے؟''

(ملفوظات جلد اول ص314)

وبائی امراض کا الہامی علاج

فرمایا: ''مجھے الہام ہواسَلَامٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ

پھر چونکہ بیماری وبائی کا بھی خیال تھا۔اس کا علاج خداتعالیٰ

نے یہ بتلایا کہ اس کے ان ناموں کا ورد کیا جاوے

یَاحَفِیۡظُ۔ یَا عَزِیۡزُ۔ یَا رَفِیۡقُ

رفیق خداتعالیٰ کا نیا نام ہے جو کہ اس سے پیشتر اسماء باری تعالیٰ میں کبھی نہیں آیا۔‘‘ (البدر مورخہ 18ستمبر1903ء)

(ملفوظات جلد سوم ص426)

کوئی بیماری لا علاج نہیں

’’ایک بیمار حضرت صاحب کی خدمت میں پیش ہوا اور اس نے دعا کے واسطے عرض کی اور اپنی حالت پر مایوسی کا اظہار کیا۔

حضرت نے فرمایا:

’’میرا مذہب یہ ہے کہ کوئی بیماری لا علاج نہیں۔ہر ایک بیماری کا علاج ہو سکتا ہے جس مرض کو طبیب لا علاج کہتا ہے اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ طبیب اس کے علاج سے آگاہ نہیں ہے۔ہمارے تجربہ میں یہ بات آچکی ہے کہ بہت سی بیماریوں کو اطباء اور ڈاکٹروں نے لاعلاج بیان کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس سے شفا پانے کے واسطے بیمار کے لئے کوئی نہ کوئی راہ نکال دی بعض بیمار بالکل مایوس ہو جاتے ہیں۔یہ غلطی ہے۔ خداتعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے اس کے ہاتھ میں سب شفاء ہے۔

سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراس والے ایک ضعیف آدمی ہیں۔ان کو مرض ذیابیطس بھی ہے اور ساتھ ہی کاربنکل نہایت خوفناک شکل میں نمودارہوا اور پھر عمر بھی بڑھاپے کی ہے۔ڈاکٹروں نے نہایت گہرا چیرہ دیا اور ان کی حالت نہایت خطرناک ہوگئی یہاںتک کہ ان کی نسبت خطرہ کے اظہار کے خطوط آنے لگے۔تب میں نے ان کے واسطے بہت دعا کی تو ایک روز اچانک ظہر کے وقت الہام ہوا۔‘‘

آثار زندگی

’’اس الہام کے بعد تھوڑی دیر میں مدراس سے تار آیا کہ اب سیٹھ صاحب موصوف کی حالت روبصحت ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم ص59)

بیمار اپنا علاج کرائے

’’بیمار کو چاہئے کہ اول اپنا علاج کرائے۔اگر بیمار اپنا علاج نہ کرے اور چند قصے سننے لگے تو اس سے وہ اچھا نہ ہو جائے گا۔ایک شخص جو اپنی خراب صحت کے سبب دو چار روز میں مرنے والا ہے اگر وہ کہے کہ میں امریکہ کی سیر کے واسطے جاتا ہوں تاکہ دنیا کے عجائبات دیکھوں تو یہ اس کی نادانی ہے۔اس کو تو چاہئے کہ اول اپنا علاج کرائے۔جب تندرست ہو جائے تو پھر سیر بھی کر سکتاہے۔حالت بیماری میں تو سیرو سیاحت اور بھی نقصان رساں ہوگی۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم ص105)

علاج اور توکل میں ہم آہنگی

علاج اور توکل میں ہر گز کوئی تضاد نہیں چنانچہ فرماتے ہیں:۔

’’پیغمبر خدا ﷺ خود کس قدر متوکل تھے مگر ہمیشہ لوگوں کو دوائیں بتلاتے تھے۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 406)

کوئی مرض ناقابل علاج نہیں

’’حدیث میں آیا ہے مَا مِنۡ دَاءٍ اِلَّا وَلَہٗ دَوَاءٌ ایک مشہور ڈاکٹر کا ہمیں قول یاد ہے وہ کہتا ہے کہ کوئی مرض بھی ناقابل علاج نہیں ہے بلکہ یہ ہماری سمجھ اور عقل و علم کا نقص ہے کہ ہمارے علم کی رسائی وہاں تک نہیں ہوتی۔ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مرض کے واسطے بعض ایسے ایسے اسباب پیدا کئے ہوں جن سے وہ شخص جس کو ہم ناقابل علاج یقین خیال کرتے ہیں قابل علاج اور صحت یاب ہو کر تندرست ہو جاوے پس قطعی حکم ہر گز نہ لگانا چاہئے بلکہ اگر رائے ظاہر بھی کرنی ہو تو یوں کہہ دو کہ ہمیں ایسا شک پڑتا ہے مگر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسے سامان پیدا کردے کہ جن سے یہ روک اٹھ جاوے اور بیمار اچھا ہو جاوے۔دعا ایک ایسا ہتھیار خداتعالیٰ نے بنایا ہے کہ انہوں نے کام بھی جن کو انسان ناممکن خیال کرتا ہے ہو جاتے ہیں کیونکہ خدا کے لئے کوئی بات بھی انہونی نہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم ص500)

ہر مرض کا علاج

’’یہ فخر قرآن مجید ہی کو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے اور تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے اور جو بدی ظاہر کی ہے اس کے دور کرنے کا طریق بھی بتایا ہے اس لئے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو اور دعا کرتے رہو۔ اپنے چال چلن کو اس کی تعلیم کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو۔‘‘

(ملفوظات جلد5 ص102)

علاج کی پانچ صورتیں

اسی طرح فرمایا:۔

’’علاج کی چار صورتیں تو عام ہیں دوا سے،غذا سے،عمل سے،پرہیز سے علاج کیا جاتا ہے۔ایک پانچویں قسم بھی جس سے سلب امراض ہے وہ توجہ ہے... دعا بھی توجہ ہی کی ایک قسم ہوتی ہے توجہ کا سلسلہ کڑیوں کی طرح ہوتا ہے جو لوگ حکیم اور ڈاکٹر ہوتے ہیں ان کو اس فن میں مہارت پیدا کرنی چاہئے۔‘‘ (ملفوظات جلد دوم ص280)

لاعلاج امراض کا علاج

’’ جن امراض کو اطباء اور ڈاکٹرلاعلاج کہہ دیتے ہیں ۔ ان کا علاج بھی دعا کے ذریعہ سے ہوسکتاہے۔‘‘

(ملفوظات جلد4 صفحہ 256)

علاج بذریعہ الہام

حضرت مسیح موعودفرماتے ہیں:۔

’’طبیب کے واسطے بھی مناسب ہے کہ اپنے بیمار کے واسطے دعا کیا کرے کیونکہ سب ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ خداتعالیٰ نے اس کو حرام نہیں کیا کہ تم حیلہ کرو۔ اس واسطے علاج کرنا اور اپنے ضروری کاموں میں تدابیر کرنا ضروری امر ہے لیکن یاد رکھو کہ مؤثر حقیقی خداتعالیٰ ہی ہے۔ اسی کے فضل سے سب کچھ ہوسکتا ہے۔ بیماری کے وقت چاہئے کہ انسان دوا بھی کرے اور دعا بھی کرے۔ بعض وقت خداتعالیٰ مناسب حال دوائی بھی بذریعہ الہام یا خواب بتلادیتا ہے اور اس طرح دعا کرنے والا طبیب علم طب پر ایک بڑا احسان کرتا ہے۔ کئی دفعہ اللہ تعالیٰ ہم کو بعض بیماریوں کے متعلق بذریعہ الہام کے علاج بتادیتا ہے۔یہ اس کا فضل ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 53)

لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ کا وسیع مفہوم

’’ہر ایک مرض کا علاج موجود ہے۔لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ۔افسوس !لوگ آپؐ کے اس مبارک قول کی قدر نہیں کرتے اور اس کو صرف ظاہری امراض تک ہی محدود سمجھتے ہیں۔یہ کس قدر نادانی اور غلطی ہے۔جس حال میں ایک فانی جسم کے لئے اس کی اصلاح اور بھلائی کے کل سامان موجود ہیں،تو کیا یہ ہو سکتاہے کہ انسان کی روحانی امراض کا مداوا اللہ تعالیٰ کے حضورکچھ بھی نہ ہو؟ہے! اور ضرورہے!!‘‘

(ملفوظات جلد اول ص86)

علاج اور انسانی علم

’’بعض دنیا دار فلسفی اور ڈاکٹر حضرات اپنے علم کو یقینی اور قطعی سمجھنے لگ جاتے ہیں حالانکہ انسان خواہ کس قدر بھی ترقی کر جائے اس کا علم ایک دائرے تک ہے اور بہت زیادہ معاملات ایسے ہیں جس کے بارے میں اسے کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا۔‘‘ حضور فرماتے ہیں:

’’ بہت سے امراض اس قسم کے ہیں جن کی ماہیت ڈاکٹروں کو بخوبی معلوم نہیں ہو سکتی۔ مثلاً طاعون یا ہیضہ ایسے امراض ہیں کہ ڈاکٹر کو اگر پلیگ ڈیوٹی پر مقرر کیا جاوے تو اُسے خود ہی دَست لگ جاتے ہیں۔ انسان جہاں تک ممکن ہو علم پڑھے اور فلسفہ کی تحقیقات میں محو ہو جاوے لیکن بالآخر اُس کو معلوم ہوگا کہ اُس نے کچھ ہی نہیں کیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جیسے سمندر کے کنارے ایک چڑیا پانی کی چونچ بھرتی ہو۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے کلام اور فعل کے معارف اور اسرار سے حصہ ملتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 58)

دوا اور غذا کی تاثیرات

’’اللہ تعالیٰ علمی سلسلہ کو ضائع کرنا نہیں چاہتا اس لئے اس نے آدم کی پیدائش کے وقت ان ستاروں کی تاثیرات سے بھی کام لیا ہے جن کو اس نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھااور یہ ستارے فقط زینت کے لئے نہیں ہیں جیسا عوام خیال کرتے ہیں بلکہ ان میں تاثیرات ہیں۔جیسا کہ آیت وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡیَا بِمَصَابِیۡحَ وَحِفۡظًا سے،یعنی حفظًا کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے۔یعنی نظام دنیا کی محافظت میں ان ستاروں کو دخل ہے اسی قسم کا دخل جیسا کہ انسانی صحت میں دوااور غذا کو ہوتا ہے جس کو الوہیت کے اقتدار میں کچھ دخل نہیں بلکہ جبروت ایزدی کے آگے یہ تمام چیزیں بطور مردہ ہیں۔یہ چیزیں بجز اذن الٰہی کچھ نہیں کر سکتیں۔ان کی تاثیرات خداتعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔پس واقعی اور صحیح امر یہی ہے کہ ستاروں میں تاثیرات ہیں جن کا زمین پر اثر ہوتا ہے۔لہٰذا اس انسان سے زیادہ تر کوئی دنیا میں جاہل نہیں کہ جو بنفشہ اور نیلوفر اور تربد اور سقمونیا اور خیار شنبر کی تاثیرات کا تو قائل ہے مگر ان ستاروں کی تاثیرات کا منکر ہے جو قدرت کے ہاتھ کے اول درجہ پر تجلی گاہ اور مظہرالعجائب ہیں۔‘‘

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد17ص282حاشیہ)

دوا کے استعمال میں بے احتیاطی نہیں کرنی چاہئے

’’غریب ممالک میں عام طور پر دواؤں کا استعمال بلاسوچے سمجھے اور بے احتیاطی سے کیا جاتا ہے۔ کسی ایک مریض کیلئے ڈاکٹر نے جو دوا دی وہ گھر میں پڑی رہتی ہے اور کسی دوسرے مریض کو بغیر مناسب غوروفکر کے استعمال کروا دی جاتی ہے۔ دوا کے استعمال میں یہ بے احتیاطی مناسب نہیں ہے اور اس کے نتائج خطرناک بھی ہو سکتے ہیں۔ دوا ہمیشہ معالج کے مشورے کے بعد استعمال کرنی چاہئے اور دوا کی خوراک کا بھی پورے طور پر خیال رکھنا چاہئے۔‘‘

حضور فرماتے ہیں:

’’علم طبابت ظنی ہے کسی کو کوئی دوا پسند کسی کو کوئی۔ ایک دوا ایک شخص کے لئے مضر ہوتی ہے دوسرے کے لئے وہی دوا نافع۔ دوائیوں کا راز اور شفا دینا خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کسی کو یہ علم نہیں کل ایک دوائی میں استعمال کرنے لگا تو الہام ہوا ’’خطرناک‘‘ دوائیں اندازہ کرنے پر مطمئن نہیں ہونا چاہئے بلکہ ضرورتوں کو لینا چاہئے‘‘

(ملفوظات جلدپنجم صفحہ 437)

****

یعقوب امجد

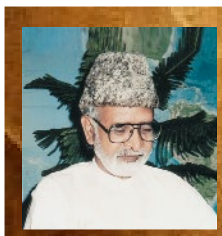

حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم اردو کلام

در کلام تو چیزیست کہ شعراء در آں دخلے نیست

(تیرے کلام میں ایسی چیز ہے جس میں شعراء کو دخل نہیں)

ہر شعر خواہ وہ کسی بھی صنف نظم سے تعلق رکھتا ہو۔ اس کا کوئی نہ کوئی پس منظر ضرور ہوتا ہے۔ اس پس منظر میں شعر کہنے والے کے حالات و واقعات اور اس ماحول کا اثر بھی ہوتا ہے، جس میں وہ پروان چڑھتا اور عقل و شعور کی عمر کو پہنچتا ہے۔ اکثر اوقات شعر کہنے والا شعر کہنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا، مگرشعر کی آمد شروع ہو جاتی ہے۔ یہ ان حالات کاتاثر ہوتا ہے، جو اس پر گزر جاتے ہیں یا جن کے بارے میں اسے خیال ہوتا ہے کہ مستقبل میں پیش آ سکتے ہیں۔ اگرچہ اس وقت وہ ذہنی طور پر ان خیالات و حالات سے دور ہو تا ہے۔ مگر وہ اس کے لاشعور میں موجود رہتے ہیں۔ اس لئے ناگہاں وہ شعر کے سانچے میں ڈھلنا شروع ہو جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود اگرچہ شعر گوئی کو عام شاعروں سے ہٹ کر سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ آپ کا مقصد شعر گوئی سے نہ ذاتی تفنن طبع تھا اور نہ کسی مجلس و محفل میں شعر سنا کرداد و تحسین پانا تھا۔ آپ نے اپنے ایک شعر میں اس کی طرف واضح طور پر اشارہ فرما دیا۔

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

آپ کی اس خاکساری کو بارگاہ خداوندی میں قبول کیاگیا اور آپ کو الہام الٰہی کے ذریعہ یوں داد دی گئی۔

’’درکلام تو چیزیست کہ شعراء در آں دخلے نیست‘‘
(تذکرہ صفحہ 595 ایڈیشن چہارم)

تیرے کلام میں ایک چیز ہے جس میں شاعروں کو دخل نہیں۔

آپ کے شعر کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ نہایت اختصار سے اس کے پس منظر کا کچھ تذکرہ کر دیا جائے۔ تاکہ قارئین کو معلوم ہو سکے کہ عام شعراء کی ڈگر سے ہٹ کر آپ نے کس ضرورت کے تحت اشعار کہے۔

آپ کی سیرت کا ابتدائی باب یہ بتاتا ہے کہ آپ کے لئے اللہ تعالیٰ نے بچپن سے ہی ایسا ماحول پیدا کر دیا تھا کہ آپ کو عوامی مجلسوں میں جانے سے طبعاً کراہت تھی۔ چونکہ عوامی مجالس میں ہر نوع اور ہر خیال کے حامل انسانوں سے میل جول رہتا ہے اور انسان ان کی صحبت کا کچھ نہ کچھ اثر قبول کر لیتا ہے۔ چنانچہ آپ کو الٰہی تصرف کے زیر اثر بچپن ہی سے عبادت و ریاضت کا شوق دامنگیر ہوا۔ آپ کا زیادہ وقت خانہ خدا میں گزرتا تھا۔ آپ کی یہ لگن اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ آپ کھانے کے اوقات میں بھی اکثر خانہ خدا میں ہوتے اور آپ کے والد بزرگوار کھانے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ اس ’’مسیتڑ‘‘ کے لئے کچھ بھجوا دو۔

اس پس منظر کو سامنے رکھ کر جب ہم آپ کے شعر کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو آغاز سے انجام تک ایک ہی تصویر ابھرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ جسے دیکھ کر ہم آپ کی شعری کاوش کے مقصد کو بآسانی پا سکتے ہیں۔ آپ کے شعری مجموعے ، جو اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں مرتب ہو چکے ہیں۔ ان کے عنوانات ہی بتا رہے ہیں کہ آپ نے شعر گوئی کے کوچے میں کیوں اور کس لئے قدم رکھا؟ چونکہ اس وقت ہمارے زیر نظر صرف آپ کا اردو کلام ہے۔ اس لئے ہم فی الحال اردو تک ہی محدود رہیں گے۔ یاد رہے کہ بعض اوقات اساتذہ کرام کا اثر بھی شعر گوئی پر ابھارتا ہے۔ مگر آپ نے اپنے تعلیمی تذکرے میں اس کی طرف قطعاً کوئی اشارہ تک نہیں کیا۔ اس لئے آپ اس تاثر سے بھی خالی ہیں اور خالص اپنے ماحول سے ہی اپنی شاعری کا آغاز کرنے والے ہیں۔ بعض اوقات شاعر اپنے دور کے بعض شعراء سے متاثر ہوتا ہے۔ مگر آپ اس تاثر سے بھی کوسوں دور دکھائی دیتے ہیں۔ اگرچہ آپ کے دور کے بعض محترم احباب بھی کوئے شعر و ادب میں در آئے تھے اور انہوں نے اپنے اپنے رنگ میں خوب ناموری حاصل کی تھی۔ مگر نہ آپ ان سے متاثر ہوئے اور نہ انہوں نے کسی بھی انداز میں شاعرانہ تعلّی سے کام لیتے ہوئے آپ کی طرف تنقید و تعریض کا اشارہ کیا۔ انہوں نے قریباً قریباً ولادت تا وفات آپ ہی کا زمانہ پایا۔ ذیل میں ہم چند مشاہیر کے اسمائے گرامی معہ سن ولادت و وفات درج کرتے ہیں۔ تاکہ قارئین کو حضور کی شعر گوئی کا پس منظر سمجھنے میں اور آسانی ہو جائے۔

1۔ منشی امیر احمد امیر مینائی : ولادت 1828ء ، وفات 1903ء
2۔ نواب مرزا خان داغ : ولادت 1831ء ، وفات 1908ء
3۔ مولانا (ڈپٹی) نذیر احمد دہلوی:ولادت 1831ء،وفات 1912ء
4۔ مولانا محمد حسین آزاد : ولادت1832ء ،وفات 1910ء
5۔مولانا الطاف حسین حالی:ولادت 1837ء ، وفات 1914ء

آپ کا سن ولادت 1835ء اور آپ کا وصال 1908ء میں ہوا۔ اب ذرا موازنہ کیجئے کہ مذکورہ بالا محترمین شعر و ادب کے کس کس کوچے میں کام کرتے رہے اور حضور کا جذبہ شعر گوئی کس قسم کی خدمت کے لئے وقف رہا؟ اس سارے پس منظر کا جائزہ لینے کے بعد اب ہم آپ کے اردو کلام سے متعلق مذکورہ پس منظر کی روشنی ہی میں اپنے ناچیز و ناقص خیالات تحریر کرتے ہیں۔

آپ کا اردو کلام کتابی صورت میں مدون ہو کر ’’درثمین‘‘ کے نام سے چھپ چکا ہے۔ جماعت احمدیہ کے چھوٹے بڑے ، بچے بوڑھے اور مردو زن سبھی پوری دلچسپی سے اپنے امام زمان کا کلام پڑھتے اور نجی مجالس یا جماعتی جلسوں میں سناتے رہتے ہیں۔ اس لئے آپ کا اردو کلام خصوصاً بار بار نت نئے انداز میں چھپتا رہا ہے۔ اس وقت خاکسار کے زیر نظر آپ کا اردو کلام ہے۔ اس پر کچھ اظہار خیال کیا جاتا ہے۔

’’درثمین‘‘ اردو کا جو ایڈیشن خاکسار کے سامنے ہے۔ اس کی پہلی نظم کا عنوان ہے۔ ’’نصرت الٰہی‘‘ یہ 1880ء میں ’’براہین احمدیہ‘‘ میں شائع ہوئی۔ براہین احمدیہ کے لکھنے کی غرض یہ تھی کہ حقیقت کتاب اللہ القرآن اور نبوت محمدیہ کی صداقت نمایاں کرکے منکرین دین پر حجت پوری کر دی جائے۔ چنانچہ مذکورہ کتاب کے دوران جہاں نثری تحریر کے ساتھ آپ نے منظوم کلام کو موزوں سمجھا نثر کی طرح بے ساختہ شعر گوئی سے کام لیا اور اسے داخل تحریر کر دیا۔ مثلاً پہلی ہی نظم، جس کا عنوان ’’نصرت الٰہی‘‘ ہے۔ اس کے اندراج سے پہلے جو چند جملے آپ نے تحریر فرمائے ہیں۔ وہ اس نظم سے کلی مطابقت رکھتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا مناسب ہو گا کہ آپ کا منظوم کلام اپنے سیاق و سباق کے لحاظ سے ارتجالاً چلا آتا تھا۔ مذکورہ نظم کا سیاق یوں ہے۔

’’یہ وہ برگزیدہ قوم ہے کہ جن کے اقبال کی انہیں کے زمانہ میں آزمائش ہو چکی ہے۔ وہ اقبال نہ بت پرستوں کے روکنے سے رکا اور نہ کسی اور مخلوق پرست کی مزاحمت سے بند رہا۔ نہ تلواروں کی دھار اس شان و شوکت کو کاٹ سکی نہ تیروں کی تیزی اس میں کچھ رخنہ ڈال سکی۔ وہ جلال ایسا چمکا جو اس کا حسد کتنوں کا لہو پی گیا۔ وہ تیر ایسا برسا جو اس کا چھوٹا کئی کلیجوں کو کھا گیا۔ وہ آسمانی پتھر جس پر پڑا۔ اسے پیس ڈالتا رہا اور جو شخص اس پر پڑا ۔ وہ آپ ہی پیسا گیا۔‘‘

(براہین احمدیہ ۔ روحانی خزائن جلد 1صفحہ 106)

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خس رہ کو اڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہو کر وہ پانی ان پہ اک طوفان لاتی ہے
غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

آپ کے کلام کا پس منظر تحریر کرنے کے بعد خاکسار نے آپ کی ایک ابتدائی نظم کا سیاق و سباق تحریر کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا منظوم کلام کس شان سے آمد کا جامہ پہن کر بر محل اترا کرتا تھا۔ مذکورہ چاروں اشعار معانی و مطالب کا دریا ہیں تو زبان میں و بیان میں سہل ممتنع کے درجے پر ہیں۔ اس لئے ان چار شعروں میں جو مضمون پیش کیا گیا وہ اس سے بہتر انداز میں پیش ہو ہی نہیں سکتا۔ اس ایک مثال کے بعد اول خاکسار آپ کے اردو کلام کے عنوانات درج کرتا ہے۔ تاکہ اول سے آخر تک آپ کے کلام کے مضامین و مطالب کو سمجھنا آسان ہو جائے اور وہ پس منظر جو اوپر تحریر کیا گیا اس کی روشنی میں آپ کے کلام کا جائزہ لینا کسی حد تک ممکن ہو سکے۔ تو لیجئے! ایک نظر موضوعات مجموعہ اردو پر ڈالئے:

نصرت الٰہی، دعوت فکر، فضائل قرآن مجید، عیسائیوں سے خطاب، اوصاف قرآن مجید، حمد رب العالمین، سرائے خام، چولہ بابا نانک، محمود کی آمین، خداتعالیٰ کا شکر اور دعا بزبان حضرت اماں جان، ام الکتاب، معرفت حق، بشیر احمد، شریف احمد اور مبارکہ کی آمین، جوش صداقت ، نسیم دعوت، پیشگوئی زلزلہ عظیم، انذار، قادیان کے آریہ ، اتمام حجت، انذار و تبشیر، محاسن قرآن کریم، مناجات اور دعوت حق، درس توحید، پیشگوئی جنگ عظیم ، بدظنی سے بچو، ہجوم مشکلات میں کامیابی حاصل کرنے کاطریق۔

خاکسار نے چیدہ چیدہ موضوعات کا اندراج کیا ہے۔ جب کہ ان کے علاوہ مختصر نظمیں، الہامی اشعار اور مصرعے بھی ہیں۔ ان تمام موضوعات و عنوانات میں جن مضامین کا احاطہ کیا گیا، ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

درس توحید ، خداتعالیٰ کی محبت، دین کی صداقت، قرآن کریم کی محبت اور آنحضرت ﷺ سے والہانہ عشق و محبت کے نمونے ملتے ہیں۔ ان کے علاوہ بے نظیر دلائل و براہین کے ساتھ پیغام حق پہنچایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں، اخلاقی نصائح ، دینی معارف و نکات، اور بے مثل دعائیں بھی ملتی ہیں۔ الغرض آپ کے کلام اردو کا مجموعہ ہر لحاظ سے جامع ہے۔ اردو ادب میں اس کی نظیر تلاش کرنا سعی لاحاصل ہے ۔ ہر نظم برجستہ و بر محل ہے۔ جیسا کہ اوپر ایک مختصر نظم کا سیاق و سباق درج کرکے اس کے مضمون اور مقصد کو واضح کیا گیا ہے ۔ اگر احباب پسند کریں تو آپ کی کتب میں سے تمام منظومات کے سیاق و سباق کا مطالعہ کرکے نہ صرف لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ بلکہ علمی اضافہ بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

پس آپ کا اردو کلام اول سے آخر تک حکمت و معرفت کے نکات پاکیزہ اور حسین مرقع ہے۔ بلکہ تمام کی تمام نظمیں روحانی تشنہ کامی کی سیرابی کے جام لبالب پیش کرتی ہیں۔ ایک شعر تو کجا ایک لفظ بھی آپ کے کلام میں ایسا نہیں ملتا، جو آپ کے کلام کے مزاج کے خلاف آیا ہو۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ آپ کا کلام معانی و مطالب کے لحاظ سے مئے عرفان کا ایک شفاف شیشہ ہے۔

اب آپ کے کلام معجزہ بیان کا تذکرہ کچھ زبان و بیان اور شعری خوبیاں سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے۔ مثال ہے ’’کیا پدی اور کیاپدی کا شوربا‘‘ اس لئے قلم لرزاں، تو دل ترساں ہے کہ کہیں

اس عاجز کی خام خیالی ٹھوکر نہ کھائے۔ اس لئے نہایت عجز وانکسار سے آپ کے کلام سے بعض اشعار تحریر کرکے ان کے ظاہری و باطنی محاسن پیش کرنے کی ایک ناکام کوشش کر رہا ۔ اللہ کرے کہ اس دشوار مرحلے سے گزرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔

حمد باری تعالیٰ

حمد و ثنا اسی کو جو ذات جاودانی
ہمسر نہیں ہے اس کا کوئی نہ کوئی ثانی

خدا کے علاوہ ہر چیز فنا کا شکار ہونے والی ہے۔ اسی لئے آپ نے نہایت کھلے انداز اور آسان پیرائے میں فرمایا کہ کیسے بھی حالات ہوں دنیا والے کچھ بھی سلوک کریں۔ انسان کو ہر حالت میں خدائے واحد پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ اس لئے کہ جب کوئی انسان تمام سہارے چھوڑ کر خدا کا ہو جاتا ہے تو وہ ہر حالت میں اس کی پشت و پناہ بن جاتا ہے۔ اہل دنیا اپنے عناد کے باوجود اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔ آپ نے اس مضمون کو اپنے دو شعروں میں نہایت عمدگی و سادگی سے یوں پیش فرمایا۔ ؎

لوگوں کے بغضوں سے اور کینوں سے کیا ہوتا ہے
جس کا کوئی بھی نہیں اس کا خدا ہوتا ہے
بے خدا کوئی بھی ساتھی نہیں تکلیف کے وقت
اپنا سایہ بھی اندھیرے میں جدا ہوتا ہے

یہ 1894ء کا کلام ہے۔ اس دور کی زبان میں ’’اپنا سایہ بھی اندھیرے میں جدا ہوتا ہے‘‘ ایک ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگرچہ چاروں مصرعے شستہ و برجستہ اور رواں ہیں۔ مگر چوتھے مصرعے نے ان دونوں شعروں میں کمال درجے کی بلاغت سمو دی ہے۔ توحید کا مضمون بیان کرنا اورسادگی کا انتہائی درجہ اپنانا آپ ہی کا حصہ ہے۔ دوسرا کوئی کیا اپنائے گا؟

درس توحید کے بعد اپنا حال بیان فرماتے ہیں کہ آپ کس حد تک خدائے واحد کے عشق سے سرشار ہیں۔ اس طرح کہ آپ اپنے وجود کواس کے وجود میں ضم کر چکے ہیں۔

جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا
آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا
شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعل بے بدل
کیا ہوا گر قوم کا دل سنگ خارا ہو گیا

یہ دونوں اشعار اپنے ارفع مضمون اور زبان کے معیار سے کسی تشریح کے محتاج نہیں ہیں۔ مضمون ہے کہ گویا معرفت کا جام لبالب ہے۔ جسے پیتے ہی ایک عارف اپنے وجود سے بے نیاز ہو کر اپنے محبوب حقیقی کے وجود میں ضم ہو کر اپنے وجود کی نفی کا اعلان کرتا ہے اور الفاظ ہیں کہ واقعی ’’لعل بے بدل‘‘ ہیں۔ مضمون جتنا بلند ہے الفاظ اتنے ہی آسان ہیں۔

اب ذرا چند شعر ’’حمد رب العالمین‘‘ کے نمونے کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں۔ انداز غزل کا ہے۔ مگر غزل اس کا مقابلہ کیا کر سکتی ہے؟ آپ فرماتے ہیں۔ ؎

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا
اس بہار حسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا
خوب رویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس ترے گلزار کا
چشمِ مستِ ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خم دار کا
شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

یہ نظم مرصع پندرہ اشعار پر مشتمل ہے۔ مطلع سے مقطع تک ہر شعر ایسا ہے کہ جان غزل اس پر نثار ہوئی جاتی ہے۔ یہ 1882ء کا نمونہ ہے۔ ذرا اس دور کی چند غزلیں لے کر اس حمد کو ان میں شامل کرکے کسی غیر جانبدار اور ناآشنا نقاد کے سامنے رکھ دیجئے اور کہیے کہ ذرا ان غزلوں پر ایک تنقیدی نظر ڈال کر کچھ ارشاد فرمائیے۔ تو پھر دیکھیں کہ وہ اس نظم کو کس انداز میں کیسے کیسے پڑھتا اور اس پر ہزار جان سے نثار ہوتا ہے۔ اس میں نہ صرف عارف باللہ کا عاشقانہ انداز ہے۔ بلکہ بعض نادر تشبیہیں بھی ہیں۔ جو اردو شاعری میں تلاش کرنے سے بھی مل نہیں سکتیں۔ مثال کے طور پر ’’خوب رو‘‘ کی ملاحت کو ’’حسن مطلق‘‘ کا حصہ قرار دینا، ’’ہر گیسوئے خمدار‘‘ کو سائل کا ہاتھ قرار دے کر اسے ’’حسن مطلق‘‘کی طرف پھیلے ہوئے دکھانا اور ہر ’’حسین کی چشم مست‘‘ میں ’’حسن مطلق‘‘ کا جلوہ دکھانا وغیرہ۔

قرآن مجید کے فضائل و اوصاف

توحید باری تعالیٰ کے بعد جگہ جگہ آپ کے کلام میں اس مضمون کا دریا بہتا ہوا دعوت نظارہ دیتا ہے۔ہر شخص میں یہ طاقت کہاں کہ وہ اس دریائے مواج کا شنا ور بن کر اس کی تہہ سے موتی ڈھونڈ لائے۔ وہ شاید اس کا سطحی نظارہ کرنے کی تاب بھی نہ لا سکے۔ یہ اس شید اکا کام ہے جو دس ہزار مرتبہ سے زیادہ دفعہ اس دریا کے پار اتر چکا ہو۔ آئیے ذرا دیکھتے ہیں کہ آپ کس کس شان کے لعل بے بدل نکال کر پیش کرتے ہیں۔ نمونے کے چند اشعار تحریر کئے جاتے ہیں۔

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے
کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے
خدا کے قول سے قول بشر کیوں کر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

☆☆☆

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

☆☆☆

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
ہو گی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں
اس نے درختِ دل کو معارف کا پھل دیا
ہر سینہ شک سے دھو دیا، ہر دل بدل دیا
قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے
دنیا میں جس قدر ہے مذاہب کا شور و شر
سب قصہ گو ہیں نور نہیں ایک ذرہ بھر
پر یہ کلام نور خدا کو دکھاتا ہے
اس کی طرف نشانوں کے جلوہ سے لاتا ہے

☆☆☆

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

☆☆☆

شکرِ خدائے رحماں، جس نے دیا ہے قرآں
غنچے تھے سارے پہلے اب گل کھلا یہی ہے
پہلے صحیفے سارے لوگوں نے سب بگاڑے
دنیا سے وہ سدھارے، نوشتہ نیا یہی ہے
دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

آپ نے قرآن مجید کے فضائل و اوصاف کو نہایت انوکھے انداز میں نظم کیا ہے۔ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد قرآن کی شان و عظمت کو بیان کرنے کا کوئی ایسا نمونہ ملتا ہے۔ مذکورہ اشعار میں سے آخری شعر آپ کی قرآن مجید سے انتہائی عقیدت و محبت کو بیان کرتا ہے۔ اس سے بہتر انداز اور بہتر الفاظ میں قرآن مجید سے عشق کا اظہار کرنا ممکن نہیں۔ اللہ اللہ! قرآن کو کعبہ قرار دے کر ہمہ وقت اس کا طواف کرنا اور اس مقدس آسمانی صحیفے کو چومتے رہنا آپ کی دلی آرزو ہے۔ مذکورہ اشعار نہ صرف معانی کے اعتبار سے بلکہ الفاظ کے اعتبار سے بھی ممتاز و وقیع مقام رکھتے ہیں۔

مختصر یہ کہ ان اشعار میں قرآن مجید کو بے نظیر و یکتا کلام پاک قرار دیا گیا ہے۔ آپ نے دنیا کے سب سے مہنگے اور خوبصورت لعل و گوہر کی مثال دے کر انہیں بھی حقیر اور بے قیمت قرار دیا ہے۔ وجہ بیان فرمائی ہے کہ قرآن سراسر خدا کا کلام ہے اور کسی انسان کا کلام کیونکر اس کا ہم پلہ ہو سکتا ہے۔ قرآن خدا کی معرفت کے لبالب جام پلاتا ہے، معارف کے شیریں پھل دیتا اور ہر شک و شبہ کو دل سے دھو ڈالتا ہے۔ یہ خدا نما ہے اور خدا کا نور ہے۔ باقی تمام کتابیں قصوں اور کہانیوں کا مجموعہ ہیں جب کہ قرآنی نور اپنے نشانوں کے جلووں سے خداتعالیٰ کا دیدار کراتا اور تشنہ کامی کا سامان کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ پہلے سارے صحیفوں سے ہر لحاظ سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے کہ ان صحیفوں کو انسانوں نے بگاڑدیا ہے۔ الغرض مذکورہ اشعار میں قرآن کی عظمت و بزرگی اور فضلیت و وقعت کا ایک دریا رواں ہے۔ مطالب کی طرح ان اشعار کی زبان بھی ہر انداز سے معیاری ہے اورمضمون کا حق خوب ادا کرتی ہے۔ جہاں جہاں کسی تشبیہ کا استعمال ہوا ہے وہ بھی خوب ہے۔ مثال کے طور پر سابقہ کتب کو غنچے قرار دینا اور قرآن مجید کو ’’گل شگفتہ‘‘ سے بیان کرنا یہ لطیف اشارہ اپنے اندر رکھتا ہے کہ سابقہ کتب قران مجید کے نزول کے بعد ’’’بند غنچوں‘‘ کی طرح اپنا اثر زائل کر چکی ہیں۔ جب کہ قرآن مجید ایک گل شگفتہ کی طرح گلشن ہستی میں اپنی مہک پھیلا رہا ہے۔

حضرت محمد ﷺ سے عشق کا اظہار

آپ کے منظوم کلام میں تیسرا بڑا مضمون ہے۔ جس پر آپ نے دل کھول کر لکھا ہے۔ اس مضمون میں بھی آپ نے اپنے ذاتی تجربے کی بنا نئے انداز سے عشق کے باب میں اچھوتے خیالات کا اضافہ فرمایا ہے۔ آپ نے شعراء کی روایتی انداز کی نعت گوئی سے ہٹ کر اپنی راہ خود نکالی ہے۔ اس لئے آپ کا یہ انداز بھی خالص ذاتی ہے۔ آپ نے روایتی شعراء کی نظموں کے مطالب و معانی اور زبان و بیان دونوں کو ایک طرف رکھ کر ایک نیا اور سادہ انداز اپنا کر اپنی دلی عقیدت کا اظہار کیا ہے ۔ اس جگہ نمونے کے لئے ایک شعر تحریر کیا جاتا ہے۔

اس نور پر فدا ہوں، اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے، میں چیز کیا ہوں، بس فیصلہ یہی ہے

روایتی نعت گو مدینے جا کر گلی کوچوں کا دیدار کرنے کا طالب ہوتا، روضے کی جالی کو فرط عقیدت سے چومنے کی بات کرتا ہے اور انتہائے آرزو یہ کہ اسی کوچے میں جان دینے کی تمنا کرتا ہے۔ کبھی آپؐ کے حسن و صورت کا ذکر کرکے روشن مکھڑے ، کالی زلفوں اور ان کی مہک کا مضمون باندھتا ہے۔ الغرض جو کچھ وہ حسن مجازی میں دیکھتا ہے۔ وہی کچھ وہ حسن رسالتؐ میں تلاش کرتا ہے۔ لیکن آپ کی نعت گوئی میں آپ کا ذاتی تجربہ عشق شامل ہے۔ آپ نے حلفاً اپنے ایک عربی شعر میں اپنے آقا کی ملاقات کا شرف پانے کا بیان یوں فرمایا ہے۔

ترجمہ:۔ بخدا میں نے اس کے حسن و جمال کا اپنی ان آنکھوں سے، اس جگہ پر بیٹھ کر مشاہدہ کیا ہے۔

محبوب سے ملاقات کا یہ شرف حاصل کرنا ہی کسی نعت گو کے بس میں کہاں؟ یہ تو صرف اسی کو میسر آتا ہے جو اپنے آپ کو حقیقت میں اس کا اہل بنا دے۔ اسی طرح آپ نے اپنے ایک فارسی شعر میں حضرت شہ لولاکؐ سے اپنی عقیدت کا یوں اظہار کیا ہے۔ ؎

می پریدم سوئے کوئے او مدام
من اگر می داشتم بال و پرے

آپ نے اپنی ایک نظم بعنوان ’’اُم الکتاب‘‘ میں فرمایا ہے ۔

اے دوستو! جو پڑھتے ہو ’’اُم الکتاب‘‘ کو
اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو

ان سطور کے بعد اب خاکسار قارئین کے لئے حضور کے وہ نعتیہ اشعار پیش کرتا ہے جنہیں آپ نے بارہا پڑھا ہو گا۔ مگر امید ہے کہ آج مذکورہ سطور کے مطالعے کے بعد آپ کو ان اشعار کا مطالعہ ایک نیا سرور دے گا۔ لیجئے کچھ منتخب نعتیہ اشعار حاضر ہیں۔

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے
جب سے یہ نور ملا، نورِ پیمبرؐ سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

غور کیجئے آپ نے ’’ذات حق‘‘ سے ملنے کا وسیلہ نور پیمبری ہی کو قرار دیا ہے۔ یہی مضمون ہے ’’سورہ آل عمران‘‘ کی آیت 32: کا۔ گویا آپ نے اس آیت کو رہنما بنا کر اس مقام کو پایا ہے۔ لیجئے نعتیہ اشعار کا مزید انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

مصطفیؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جان کو مدام
دل کو وہ جامِ لبالب ہے پلایا ہم نے
اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
مورد قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کی ہم
جب سے عشق اس کا تہِ دل میں بٹھایا ہم نے
تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
تیری الفت سے ہے معمور میرا ہر ذرہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے
نقشِ ہستی تیری الفت سے مٹایا ہم نے
اپنا ہر ذرہ تیری رہ میں اڑایا ہم نے
شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اس ذات کو پایا ہم نے
چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لا جَرم در پہ ترے سَر کو جھکایا ہم نے
دلبرا! مجھ کو قسم ہے تیری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

مذکورہ بالا نعتیہ اشعارِ جن نکات پر مشتمل ہیں۔ پوری نعتیہ شاعری میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ جس طرح مذکورہ اشعار کے معانی و مطالب ایک سچے عاشق کی دلی کیفیت کو ظاہر کر رہے ہیں۔ اسی طرح ان اشعار کی زبان و بیان اور الفاظ کی سادگی اور صفائی دل میں اثر کرتی چلی جاتی ہے۔ ہمارا مقصد موازنہ نہیں ہے۔ اگر مقصد یہ ہوتا تو ایسے نعتیہ اشعار یہاں درج کر دیتے جن کے معانی سمجھنے کے لئے بھی ہر قاری کو لغت کی ورق گردانی کرنا پڑتی۔ دراصل شعر تو وہی ہے کہ سنتے ہی دل میں اتر جائے۔ ورنہ محض تشبیہ و استعارہ اور زبان و بیان کے گورکھ دھندے میں قاری کو الجھانا شعر نہیں کہلاتا۔ کیونکہ شعر تو نام ہی پرتاثیر کلام کا ہے۔ مذکورہ اشعار کے اس معیار کو ہرلحاظ سے پورا کرتے ہیں۔ یہ سب اشعار بھی زبان کے اعتبار سے سہل ممتنع کی خوبی رکھتے ہیں۔

چند نعتیہ اشعار بطور نمونہ اور تحریر کئے جاتے ہیں۔ ان کے معانی و مطالب بھی آسان اور عام فہم ہیں۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیرُ الوریٰ یہی ہے
پردے جو تھے ہٹائے اندر کی راہ دکھائے
دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں، اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے، میں چیز کیا ہوں، بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

اب چند متفرق نعتیہ اشعار درج کئے جاتے ہیں۔

الہامی شعر

زندگی بخش جام احمدؐ ہے
کیا ہی پیارا یہ نام احمدؐ ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا
سب سے بڑھ کر مقام احمدؐ ہے
باغ احمدؐ سے ہم نے پھل کھایا
میرا بستاں کلامِ احمدؐ ہے

دعائیہ مضمون پر مشتمل اشعار

اوپر ہم نے آپ کے کلام کے موضوعات درج کئے ہیں۔ مگر اس مضمون میں ہم سب موضوعات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔ اس لئے ہم نے ان میں سے بعض موضوعات کا انتخاب کیا ہے۔ اس وقت چوتھا موضوع پیش کیا جا رہا ہے۔ جو دعائیہ اشعار پر مشتمل ہے۔ عبادت کے اندر ’’دعا‘‘ کا نمایاں دخل ہے۔ کیونکہ دعا کو رسول اللہ ﷺ نے ’’مخ العبادۃ‘‘ یعنی عبادت کا مغز قرار دیا ہے۔ ہر مصیبت سے نجات پانے کے لئے دعا ہی مومن کا ہتھیار ہے۔ اس لئے آپ نے اشعار میں دعا کو بھی نمایاں جگہ دی ہے۔ اب آپ کے دعائیہ اشعار کا انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔ آپ کے دعائیہ اشعار بھی اپنے اندر ہر لحاظ سے ایک انفرادی شان رکھتے ہیں۔ اردو شاعری میں اس کا جواب نہیں مل سکتا۔

اے قادر و توانا آفات سے بچانا
ہم تیرے در پہ آئے ہم نے ہے تجھ کو مانا
کر ان کو نیک قسمت دے ان کو دین و دولت
کر ان کی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت
دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
اے میرے بندہ پرور کر ان کو نیک اختر
رتبہ میں ہوں یہ برتر اور بخش تاج و افسر
شیطاں سے دور رکھیو! اپنے حضور رکھیو!
جاں پُرزِ نور رکھیو! دل پُر سرور رکھیو
ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مباک سبحان من یرانی
میری دعائیں ساری کریو قبول باری
میں جاؤں تیرے واری کر تو مدد ہماری

مذکورہ بالا اشعار میں مانگی جانے والی دعاؤں کی قبولیت کا رنگ اس قدر نمایاں ہے کہ کسی مثال یا وضاحت کا محتاج نہیں ہے۔ آپ نے یہ دعائیں اگرچہ اپنی مبارک اولاد کے لئے کی ہیں۔ مگر آپ کی روحانی اولاد جماعت احمدیہ نے بھی آپ کی ان متضرعانہ دعاؤں کے طفیل خوب حصہ پایا ہے۔ ایک زمانہ گواہ ہے کہ خاندان کے معزز و محترم افراد اور بقیہ جماعت کے احباب نے جو بھی ترقی پائی ہے اور جس میدان میں بھی ناموری حاصل کی ہے۔ وہ آپ کی انہی دعاؤں ہی کا اثر ہے۔ دوست تو دوست دشمن بھی اعتراف کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ ہر پہلو سے نمایاں ہے۔

اس موضوع پر ایک طویل نظم ہے جو 29صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ اپنے موضوع پر جامع اور کامل نظم ہے۔ الفاظ و معانی کا خزانہ تو زبان و بیان کا لاثانی مرقع ہے۔ انداز اتنا رسیلا اور جاذب کہ قاری اول سے آخر تک پڑھتے ہوئے دلچسپی کو قائم رکھتا ہے۔ کیا مجال ہے کہ طوالت کے سبب اکتا جائے۔ ہر ایک شعر اپنی بر محل اہمیت کو خود ظاہر کرتا ہے۔ بلکہ ہر ایک بے مثل نگینے کی طرح اپنی اپنی جگہ پر جڑا ہوا ہے۔ اس لئے یہاں صرف چند منتخب اشعار ہی پیش کئے جا سکتے ہیں۔ حظ اٹھانے کے لئے پوری نظم کا مطالعہ ایک ہی نشست میں کیا جائے تو یہ نظم اپنی خوبیوں کو خود ظاہر کرے گی۔ چند شعر حاضر ہیں۔

اے خدا اے کار ساز و عیب پوش و کردگار
اے میرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار
کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس
وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار
اے فدا ہو تیری رہ میں میرا جسم و جان و دل
میں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار
کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
خاک میں ہو گا یہ سر گر تو نہ آیا بن کے یار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفیؐ
مجھ کو کر اے میرے سلطان کامیاب و کامگار
آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار
آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار

یہ طویل نظم 29صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں مناجات سے شروع ہو کر مختلف انداز میں ابلاغ کے موضوع کو اپنایا گیا ہے کچھ اور نمونے کے اشعار تحریر کئے جاتے ہیں۔

اک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیرِ غار
کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد
لیکن اب دیکھو کہ چرچا کس قدر ہے ہر کنار
اس زمانہ میں خدا نے دی تھی شہرت کی خبر
جو کہ اب پوری ہوئی بعد از مرورِ روز گار
اب ذرا سوچو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے
اس قدر امر نہاں پر کس بشر کو اقتدار

یہ اشعار پہلی بار 1908ء میں طبع ہوئے تھے۔ اس وقت کی ترقی کا حال آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ اب اس پر سو سال گزر چکے ہیں۔ اب بفضل اللہ یہ پیشگوئی اور بھی زیادہ شان سے پوری ہو چکی ہے۔ اس لئے کہ اب احمدیت دنیا کے طول و عرض میں اس وسعت سے پھیل چکی ہے کہ اب ’’دنیائے احمدیت‘‘ پر سورج غروب نہیں ہوتا۔ یہ احمدیت کی صداقت پر دلیل ناطق ہے۔ ایک اور انداز میں پیغام حق پہنچاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجام کار
یاد وہ دن جب کہ کہتے تھے یہ سب ارکانِ دین
مہدئ موعودِ حق اب جلد ہو گا آشکار
کون تھا جس کی تمنا یہ نہ تھی اک جوش سے؟
کون تھا جس کو نہ تھا اس آنیوالے سے پیار؟

مختصر یہ کہ آپ کا مجموعہ اردو کلام گوناگوں ظاہری و باطنی خوبیوں سے معمور ہے۔ نہ زبان میں طاقت کہ وہ بیان کر سکے نہ قلم میں قوت کہ وہ تحریر کر سکے۔ آخراللہ تعالیٰ نے یونہی تو آپ کو’’سلطان القلم ‘‘ کا لقب عطا نہیں فرمایا۔ فی الواقع آپ نظم و نثر میں اس مقام پر کھڑے ہیں کہ ’’سلطان القلم‘‘ کا لقب آپ ہی کو زیبا ہے۔

****

مرزا خلیل احمد قمر

حضرت مسیح موعودؑ اور سر سید احمد خان
باہمی روابط، تائید و حمایت اور اختلافات تاریخ کے آئینہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’سید صاحب تینوں باتوں میں میرے موافق رہے۔ اول حضرت عیسیٰ کی وفات کے مسئلہ میں۔دوم جب میں نے یہ اشتہار شائع کیا کہ سلطان روم کی نسبت گورنمنٹ انگریز ی کے حقوق ہم پر غالب ہیں تو سید صاحب نے میرے اس مضمون کی تصدیق کی اور لکھا کہ سب کو اس کی پیروی کرنی چاہئے۔سوم اس کتاب امہات المومنین کی نسبت ان کی یہی رائے تھی کہ اس کارد لکھنا چاہئے میموریل نہ بھیجا جائے کیونکہ سید صاحب نے اپنی عملی کاروائی سے رد لکھنے کو اس پر ترجیح دی۔ کاش اگر سید صاحب زندہ ہوتے تو میری اس رائے کی ضرور کھلی کھلی تائید کرتے ‘‘

ایک پولیٹیکل مصالح شناس شخصیت سرسید احمد خان بانی دارالعلوم علی گڑھ کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کے تعلقات زمانہ ملازمت سیالکوٹ سے لیکر ان کی وفات تک قائم رہے ۔ ان تعلقات کی تاریخ کا سرسری مطالعہ بھی کیا جا ئے تو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا ایک بہت نما یا ں پہلو یہ سامنے آتا ہے کہ آپ کا ہر اتفاق اور اختلاف سچائی کی خاطر تھا۔ دنیا میں آپ کو کسی کی ذات سے کوئی دشمنی نہ تھی۔ دوسرے یہ کہ آپ نے اپنے اس مقام سے سرمو انحراف نہ کیا جس پر خدا تعالیٰ نے بطور حکم و عدل کے آپ کو قا ئم فرما یا تھا۔ سرسید احمد خان کا ذکر حضور کے ساتھ سب سے پہلے آپ کے دورانِ قیا م سیالکوٹ 1864-1868 میں آتا ہے۔شمس العلماء سیدمیر حسن (جو علامہ اقبال کے استاد تھے) حضرت مسیح موعود کی سرسید احمد خان کے ساتھ خط و کتابت کے متعلق لکھتے ہیں۔

’’ مرزا صاحب کو کہا کہ سرسید احمد خان نے تورات اور انجیل کی تفسیر لکھی ہے۔آپ ان سے خط و کتابت کریں۔ اس معاملہ میں آپ کو بہت مدد ملے گی چنانچہ مرزا صاحب نے سرسید کو عربی میں خط لکھا ۔اسی سال سرسید احمد خان نے قرآن مجید کی تفسیر شروع کی تھی ۔ تین رکوع کی تفسیر یہاں میرے پاس آچکی تھی ۔جب میں اور شیخ اللہ دا د صاحب مرزا صاحب کی ملاقات کیلئے لالہ بھیم سین صاحب کے مکان پر گئے ۔ تو اثنائے گفتگوسرسید صاحب کا ذکر شروع ہوا۔ اتنے میں تفسیر کا ذکر بھی آگیا ۔راقم نے کہا کہ تین رکوع کی تفسیر آگئی ہے۔جس میں دعا اور نزول وحی کی بحث آگئی ہے۔کل جب آپ آویں تفسیرلیتے آویں جب دوسرے دن وہاں گئے تو تفسیر کے دونوں مقام آپ نے سنے اور سن کر خوش نہ ہوئے اور تفسیر کو پسند نہ کیا ‘‘

سرسید احمد خان سے حضور کے تعلق کا دوسرا ذکر تقریباً دس سال بعد آتا ہے اس کے اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ 1875ء میں ہندومذہب میں زندگی کی ایک لہر آریہ سماج کے نام سے اُٹھی اور دیکھتے دیکھتے ہندو، مومن اور عیسائی بھی اس کے ممبر بن گئے ۔آریہ سماج کے بانی پنڈت دیا نندسر سوتی(وفات اکتوبر 1883ء) کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ہندو مت کے بنیادی عقائد پر مباحثہ کی دعوت دی اور ان کے عقائد کو وید کی رو سے غلط قرار دیا ۔ پنڈت صاحب خود تو آخری دم تک مباحثہ کیلئے آمادہ نہ ہوئے البتہ امر تسر کے ایک وکیل باوا نرائن سنگھ نے لاہور کے اخبار’’ آفتاب پنجاب‘‘ کے کالموں میں حضرت بانی سلسلہ کے ساتھ بحث کا اعلان کر دیا ۔حضرت مرزا صاحب نے جو اب کیلئے ’’سفیر ہند ‘‘امر تسر کے کالموں کو منتخب فرمایا۔ 23 فروری 1875ء کے ’’سفیر ہند‘‘ میں شرائط مطلوبہ کا تفصیل سے ذکر کیا ۔اس میں چوتھی شرط یہ تھی ۔

4 - ’’شرط چہارم میں باوا صاحب نے صاحبا ن مندرجہ ذیل کومنصفان تنقید جواب قرار دیا ہے مولوی سید احمد خان ،منشی کنہیا لال ،منشی اندر من کو منصفان مجوزہ باوا صاحب میں کسی نہج کا عذر نہیں بلکہ میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو انہوں نے تجویز میں مولوی سید احمد خان کا نام بھی جو ہم سے اخو ت دین رکھتے ،ہیں درج کردیاہے ‘‘

آگے چلنے سے پہلے بہتر ہوگا کہ سرسید احمد خان صاحب کی خدمات کا کچھ تذکر ہ کیا جائے ۔

سرسید احمد خان کا سب سے بڑا کا رنامہ یہ ہے کہ انہوں نے 1857ء کے ہنگامہ اور پر آشوب دور کے بعد مومنوں اور انگریزوں کے درمیان غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کی اور’’ اسباب بغاوت ہند‘‘کے نام سے رسالہ تحریر کیا۔اس کے علاوہ آپ نے ’’ لائل محمڈنز آف انڈیا‘‘ میں مسئلہ جہاد پر روشنی ڈالی اور انگریزوں کو مومنوں کے قریب کرنے کی کوشش کی۔ اسی زمانہ میں ان کو خیال پیدا ہوا کہ مومنوں اور عیسائیوں کے درمیان جو اختلافات بڑھتے جاتے ہیں اور جن کو عیسائی پادریوں کی دریدہ د ہنی اور نا مناسب حرکات نے اور اشتعال دلایا ہے، ان کی اصلاح کی جائے ۔چنانچہ آپ نے عیسائیو ں اور مومنوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے کے لئے’’ تبیئن الکلام ‘‘کے نام سے انجیل کی تفسیر لکھی ۔انہی دنوں ولیم میور کی شہرہ آفاق تصنیف ’’لائف آف محمد ‘‘منصہ شہود پر آئی جس میں دین اور بانی دین کی زندگی کو رکیک حملوں کا نشانہ بنایا گیا۔جن کتب کے حوالے دیئے تھے ان کو مشاہدہ کرنے اورقدیم کتب کا مطالعہ کرکے اس کا جواب دینے کیلئے سرسیدنے اپنا بہت اسباب فروخت کر کے اپریل 1869ء کو انگلستان کا سفراختیار کیا۔ ایک سال کی تگ و دو کے بعد خطبات احمدیہ کے نام سے اس کا جواب دیا۔ اسی دوران مومنوں کے زوال اور انگریز کے عروج کا موازنہ کیا۔ مگر قیام انگلستان کے نتیجہ میں سرسید مغربی فلسفہ اور علوم سے کسی قدر مرعوب بھی ہوئے اور انہوں نے دین کو مغربی فلسفہ کے مطابق ڈھالنا شروع کیا اور دین کا مطالعہ مغربی فلسفہ کی عینک سے کرنا شروع کر دیا۔1873ء میں سرسید نے دارالعلوم علی گڑھ کی بنیادرکھ کر مسلمانان ہند کی تعلیمی پسماندگی کو دور کیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو انگریزوں کے قریب جانے کا مواقع ملا اور یو ں اعتماد سازی کی فضاء پیدا ہوگئی اور مسلمان ایک با ر پھر ترقی کی منزل کی طرف رواں دواں ہو گئے۔ مسلمان نوجوان انگریزی تعلیم حاصل کر کے سرکاری ملازمت حاصل کرنے لگے اور ان میں بیداری کی ایک لہر پیدا ہوگئی مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ نوجوان نسل مغربی فلسفہ سے نہ صرف متاثر ہوئی بلکہ اس رنگ میں رنگی گئی۔سرسید احمد خان نے مغربی فلسفہ اور مستشرقین کے اعتراضات اور خاص طور پر فرائیڈ کے نظریہ تحلیل نفسی سے متاثر ہو کر یہ نظریہ اختیا رکیا کہ الہام دل سے ہی اٹھتا ہے اور دل پر ہی پڑتا ہے۔ حالانکہ اس کے خلاف لاکھوں انبیاء اوراولیاء کا ذاتی تجربہ و مشا ہدہ یہ ہے کہ الہام خارج سے آتا ہے اور وہ قلب کی آواز نہیں ہوتی بلکہ خدا کا کلام ہوتا ہے جو انسان کے قلب پر نازل ہوتا ہے۔ چند ایک مادہ پرستوں سے مرعوب ہو کر لاکھوں راست بازوں کے تجربوں اور مشاہدوں کا سید صاحب نے انکار کر دیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین (...)میں الہام کے بارہ میں اعتراضات کا تفصیل سے جواب دیا ہے ۔

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ سر سید احمد خان کی تعلیمی خدمات کے معترف تھے مگر ان کے مذہبی خیالات کو اور(دین حق) کو مغربی فلسفہ کے مطابق ڈھالنے کے سخت خلاف تھے ۔حضرت اقدس نے 1885ء دعوت نشان نما ئی دی اور مجددیت و ماموریت پر سرفراز ہونے کا اعلان فرمایا اور تمام بڑے بڑے لوگوں کو قادیان آ کر نشان دیکھنے کی دعوت دی آپ نے فرمایا ۔

’’اگر آپ آویں اور ایک سال رہ کر کوئی آسمانی نشان مشاہد ہ نہ کریں تو دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کو ہرجانہ یا جرمانہ دیا جائے گا ‘‘

اسی سال نومبر 1885 میں حضرت اقدس نے سرسید احمد خان صاحب اور مہاراجہ دلیپ سنگھ سے متعلق متوحش خبریں بطور پیشگوئی ہندوؤں اور (مومنوں) کو سنائیں پھر بعد میں 20 فروری 1886ء کو ایک اشتہار بھی شائع فرمایا ۔

’’اور باوجود اس رحمت کے کہ جو فطرتی طور پر خدائے بزرگ و برتر ہمارے وجود میں رکھی ہے- اگر کسی کی نسبت کوئی بات نا ملائم یا کوئی پیشگوئی وحشت ناک بذریعہ الہام ہم پر ظاہر ہو تو وہ عالم مجبوری ہے جس کو ہم غم سے بھری ہوئی طبیعت کے ساتھ اپنے بعض دوستوں کی نسبت اپنے جدی اقارب کی نسبت اپنے بعض دوستوں کی نسبت اور بعض اپنے قومی بھائیوں کی نسبت کہ گویا نجم الہند ہیں اور ایک دیسی امیر نو وار دپنجابی الاصل بعض متوحش خبریں جو کسی کے ابتلاء اور کسی کی موت و فوت اعزہ اور کسی کی خود اپنی موت پر دلالت کرتی ہیں، جو انشاء اللہ القدیر بعد تصنیف لکھی جائیں گی، منجانب اللہ منکشف ہوئی ہیں۔ اور ہر ایک کے لئے ہم دُعا کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اگر تقدیر معلق ہو تو دُعاؤں سے بفضلہ تعالیٰ ٹل سکتی ہے‘‘

یہاں نجم الہندسے مراد سرسید احمد خان تھے ۔

(مکتوبات سرسید صفحہ 371)

سرسید احمد خان نے مغربی فلسفہ اور مغربی علوم سے متاثر ہو کر قرآن مجید کی تفسیر لکھی اور جگہ جگہ غلطیاں کیں اور قرآنی تعلیمات کو ایسے رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کیا جودین کے بنیادی عقائد کی نفی کر رہی تھی۔ سرسید نے نہ صرف قبولیت دعا اور الہام ملائکہ اور معجزات کا انکار کیا بلکہ ملائکہ اور نبوت کے متعلق اپنی تفسیر القرآن میں لکھا:

’’جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے ان کا کوئی اصلی وجود نہیں ہو سکتا ‘‘

’’میں نبوت کو ایک فطری چیز سمجھتا ہوں جو انبیاء میں مقتضائے اپنی فطرت کے مثل دیگر قوائے انسانی کے ہوتی ہے جس انسان میں وہ قوت ہوتی ہے وہ نبی ہوتا ہے ‘‘

’’اسی ملکہ نبوت کا جو خدا نے انبیاء میں پیدا کیا جبرائیل نام ہے‘‘

سرسید کے سوانح نگار کاتجزیہ :سرسید کی تفسیر کے بارہ میں ان کے سوانح نگار نورالرحمٰن’’ حیات سر سید ‘‘میں تحریر کرتے ہیں :

’’جدید علم کلام کی ایجاد اور اس قدر وسیع اور مہتم بالشّان مسئلے میں ہزاروں اختلافات اور گتھیوں کو سلجھا کر ایک سیدھی اور ایک نئی رہ قائم کرنا ایک معمولی کام نہ تھا اور نہ ایک ذات واحد کی کوششوں سے انجام پا سکتا تھا ۔اس لئے سرسید نے اپنے اجتہادات میں با وجود غیر معمولی لیاقت وقابلیت کے بے شمار غلطیا ں کی ہیں اور بعض ایسی رکیک اور مہمل تاویلات پر اتر آئے ہیں جن کو دیکھ

کر حیرت ہوتی ہے کہ کیوں کر وہ ان طفل تسلیوں سے اپنے علمی دماغ اور تنقیدی ذوق کو مطمئن کرسکے …لیکن اکثر مسائل ایسے بھی ہیں جہاں ان کا اجتہاد تمام دنیا سے الگ ہی ہے اور وہ تنہا ان عقائد کے حامل نظر آتے ہیں ‘‘

(حیات سرسید شائع کردہ انجمن ترقی اردو علی گڑھ صفحہ 104-105)

’’ سرسید کی یہ رائے سن لینے کے بعد ہر شخص ان کے مذہبی کاموں اور عقائد پر دوبارہ نظر ڈالنا چاہتا ہے اور وہ اسباب ڈھونڈتا ہے جن کی وجہ سے سرسید نے مذہبی تصانیف میں صرف اختلافات ہی نہیں بلکہ بے شمار غلطیاں بھی کیں ۔ذاتی اجتہاد میں غلطی کا امکان ہمیشہ رہتا ہے اور وہ اس موقع پر بھی خلاف توقع نہیں ۔لیکن ایک اور سبب بھی تھا جس نے سرسید کو بعض جگہ نہایت ہی افسوس ناک غلط فہمیوں میں مبتلا کر دیا۔سرسید نے انگریزی حکومت کے عروج و اقبال کے ساتھ ہی مغربی علوم کی روشنی اور چمک دیکھی تھی … گویا وہ جدید ترقیات سے اس درجہ متاثر اورمرعوب ہو چکے تھے کہ بغیر غوروفکر کے ان کو قبول و تسلیم کر لیتے تھے چنا نچہ ان کے اکثر کاموں میں مغرب پرستی یا اس کا غیر محسوس اثر نمایا ں ہے۔ مذہبی اجتہاد کے معاملے میں بھی ایسا ہی ہوا کہ اول انہوں نے مغربی علم و حکمت کو حقائق سمجھ لیا اور پھر تاویل کی لے اس قدر بڑھائی کہ بجائے مغربی علوم کے مذہب کو ہی جھکنا پڑا۔ مجتہد حیثیت میں یہ سب سے بڑا گناہ ہے ‘‘ (حیا ت سرسید صفحہ 107-108)

علی گڑھ تحریک مذہبی تحریک نہیں تھی: علی گڑھ تحریک کا درست پہلو اسکا اصلاحی حصہ ہے ۔یہ تحریک ہندوستان کے مسلمانوں کی اصلاحی تحریک تھی تاکہ وہ جدید تعلیم حاصل کر کے کاروبار حکومت میں شریک ہوں اوران کے معاشی حالات بہتر ہوں اوران کی پسماندگی کو دور کرنے میں مدد دی جا سکے مگر سرسید احمد خان دین کے بارے میں اپنے نظریہ عقل یا نیچر پر ،مبنی خیالات پیش کرنے لگے ۔چنانچہ معروف مؤرخ شیخ محمد اکرم علی گڑھ تحریک کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :’’سرسید نے جدید الکلام کا آغاز کیا اور ان کے باقی رفقائے کار بالخصوص حالی، محسن الملک اور نذیر احمد ان کے اکثر عقائد سے اختلاف رکھتے تھے۔ دوسرے اس میں کوئی شک نہیں کہ علی گڑھ تحریک نے قوم کو جس رنگ میں رنگا وہ مذہبی نہ تھا بلکہ فی الحقیقت یہ تعلیمی ادبی اور کلچرل تحریک تھی مذہبی تحریک نہ تھی ۔اس کا مقصد اولیٰ قوم کی دنیاوی پستی کو دور کرنا تھا اور مذ ہبی احیاء اس کا مطمع نظر نہ تھا‘‘

(موج کو ثر صفحہ 43)

حضرت اقدس کی محفل میں ذکر: سرسید کے اس میلان طبع کا ذکر ایک روز حضرت اقدس کی محفل میں بھی ہوا۔ اس پر آپ نے فرمایا :’’سید احمد صاحب کے یورپ کی طرف میلان پر فرمایا کہ انسان جس شے کی طرف پوری رغبت کرتا ہے تو پھر اس کی طرف اس کا میلان طبعی ہوجاتا ہے اور آخر کا ر وہ مجبور ہو جاتا ہے ’’حضرت اقدس چونکہ حکم وعدل تھے آپ نے سرسید کے خیالات کی تردید فرمائی ہے۔آپ نے سر سید احمد خان کا نام لیکر ان کے غلط خیالات کا رد کیا ۔ فرمایا :’’یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہو گا اور اسلام فتح پائے گا ۔حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں ۔کیسے ہی نئے نئے ہتھیار وں کے ساتھ چڑھ چڑھ کرآویں مگر انجام کار ان کی ہزیمت ہے۔ میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کی جہالتیں ثابت کردے گا… کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہورہے ہیں۔ اس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں۔ یہ اقبال روحانی ہے اور فتح بھی روحانی تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو ایساضعیف کردے کہ کالعدم کردیوے گا‘‘

برکات الدعا کی تصنیف :سرسید احمد خان نے رسالہ الدعاء والاستجابۃ میں لکھا کہ استجابت دعا دراصل کوئی چیز نہیں فقط دل کی تسلی کا ہی نام ہے ورنہ دعا کا قبول ہونا بالکل بے معنی بات ہے۔ خدا اپنے کام سے غرض رکھتا ہے کسی کی دعائیں وغیرہ نہیں سنتا …جس میں آپ نے ان کے پیش کردہ دلائل کو معقولی اور منقولی رنگ میں رد فرمایا اوروحی کے خارج سے آنے اور دعا کی قبولیت کے متعلق اپنا تجزیہ بطور ثبوت پیش کیا اور اس میں وہ تمام طریق تحریر فرمائے جن کے ذریعہ انسان اس مقام پر جا پہنچا ہے جہاں بندہ کی دعائیں جناب الٰہی میں مستجاب ہوتی ہیں ۔حضرت اقدس نے اس کتاب کے آخر میں ایک نظم لکھی اور سرسید کو دعوت دی کہ مجھ سے دعا کے مستجاب ہونے کے نمونے دیکھ لو ۔اور ان نمونوں میں سے جو آپ نے سرسید احمد خان صاحب کے سامنے پیش کئے، ایک نمونہ لیکھرام پشاوری کی پیشگوئی بھی تھی ۔دوسرے رسالہ ’’تحریر فی اصول التفسیر ‘‘میں سرسید نے اپنے دوست حریف سے تفسیر کے اصول مانگے تھے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ’’یہ خدمت بھی میں ہی کر دیتا ہوں ۔کیونکہ بھولے کو رہ بتانا سب سے پہلے میرا فرض ہے ‘‘

حضرت اقدس نے سرسید کی تا ویلات کاردفرمایا ۔اگر چہ وہ اپنے خیال میں دین کو دشمنوں کے حملوں سے بچانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن نادانی سے درحقیقت وہ اس کی جڑپر تبر چلارہے تھے۔پس حضرت اقدس نے سرسید اور ان کے پیروکاروں کوجو نیچری کہلاتے تھے، ان کی غلطیوں پرمتنبہ کیا اور قرآن مجید کو سمجھنے کیلئے تعلق باللہ کا ہونا ضروری قرار دیا ۔آپ نے تفسیر کے لئے سات معیار تحریر فرما کر لکھا کہ سیدصاحب کی تفسیر ان ساتوں معیاروں سے اکثر مقامات میں محروم و بے نصیب ہے ۔آپ فرماتے ہیں:’’ تا یہ دقیق مسئلہ نزول وحی کا کسی زمانہ میں بے ثبوت ہو کر صرف بطور قصہ کے نہ ہوجائے اور یہ خیال ہرگز درست نہیں کہ انبیاء علیہم السلام دنیا سے بے وارث ہی گزر گئے اور اب ان کی نسبت کچھ رائے ظاہر کرنا بجز قصہ خوانی کے اور کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتا بلکہ ہر صدی میں ضرورت کے وقت انکے وارث پیدا ہوتے رہے ہیں اور اس صدی میں یہ عاجز ہے۔خداتعالیٰ نے مجھ کو اس زمانہ کی اصلاح کیلئے بھیجا ہے تا وہ غلطیاں جو بجز خداتعالی کی تائید کے نکل نہیں سکتی تھی وہ مسلمانوں کے خیالات سے نکالی جائیں اور منکرین کو سچے اور زندہ خدا کا ثبوت دیا جائے گا ‘‘

سرسید کے بارے میں ایک پیشگوئی کا پورا ہونا :جب 6مارچ1897ء کولیکھرام پیشگوئی کے مطابق قتل ہوا تو حضرت اقدس نے سرسید احمد خان صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے 12مارچ1897کو ایک اشتہار بعنوان سید احمد خان صاحب کے سی ایس آئی شائع فرمایا ۔’’سو سید صاحب کی یہ غلطی ہے کہ دعا قبول نہیں ہوتی ۔کاش اگر وہ چالیس دن تک ہی میرے پاس رہ جاتے تو نئے اور پاک معلومات پالیتے مگر اب شائد ہماری اور ان کی عالم آخرت میں ہی ملاقات ہو گی۔ افسوس کہ ایک نظر دیکھنا بھی اتفاق نہیں ہوا ۔سید صاحب اس اشتہار کو غور سے پڑھیں کہ اب ملاقات کے عوض جو کچھ ہے یہی اشتہار ہے‘‘

پھر فرمایا’’آپ کو یہ بھی یاد دلاتا ہوں ایک پیشگوئی میں نے 20فروری 1886ء میں آپ کی نسبت بھی کی تھی کہ آپ کو اپنی عمر کے ایک حصہ میں ایک سخت غم وہم پیش آئے گا اور اس پیشگوئی کے شائع ہونے سے آپ کے بعض احباب ناراض ہوئے تھے اور انھوں نے اخباروں میں رد چھپوایا تھا مگر آپ کو معلوم ہے کہ وہ پیشگوئی بھی بڑی ہیبت کے ساتھ پوری ہوئی اور یکدفعہ ناگہانی طور پر ایک شریر انسان کی خیانت سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے نقصان کا آپ کو صدمہ پہنچا۔ اس صدمہ کا اندازہ آپ کے دل کو معلوم ہوگا کہ اس قدر مسلمانوں کا مال ضائع گیا ۔میرے ایک دوست میرزا خدا بخش صاحب مسٹر سید محمود صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ اگر میں اس نقصان کے وقت علی گڑھ میں موجود نہ ہوتا تو میرے والد صاحب ضرور اس غم میں مر جاتے ۔یہ بھی میرزا صاحب نے سنا کہ آپ نے اس غم سے تین دن روٹی نہیں کھائی اور اسقدر قومی مال کے غم سے دل بھر گیا کہ ایک مرتبہ غشی بھی ہوگئی سو اے سید صاحب یہی حادثہ تھا جس کا اس اشتہار میں صریح ذکر ہے ۔چاہو تو قبول کرو ‘‘ اس پیشگوئی کے بارے میں آپ نے ایک دفعہ سرسید کی وفات کے بعد فرمایا :

’’میں نے سید احمد خان کو لکھا تھا کہ میں نے لیکھرام کے واسطے دعا کی تو مجھے خبردی گئی ہے کہ تیری دعا قبول ہوگئی ہے اور خدا تعالیٰ اس کو ہیبت ناک موت سے مارے گا ۔یہی نمونہ تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں کہ اگر یہ دعا قبول نہ ہوئی تو تمہارے دعویٰ کا ثبوت ہوا ۔ اور اگر قبول ہوگئی تو تم اس عقیدہ سے توبہ کرنا اور وہ لیکھرام کی موت کو دیکھ کر فوت ہوا ‘‘

چندہ لینے کی کوشش: 6مارچ1897ء کولیکھرام قتل ہوا اور 13مارچ کو حضور نے اس کی موت پر پیشگوئی پوری ہونے کا اشتہارشائع فرمایا ۔جن دنوں یہ اشتہار زیر تکمیل تھا ۔سرسید احمد خان حضرت اقدس کے ساتھ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کے ذریعے سلسلہ جنبانی کر رہے تھے جس کی تفصیل حیات نور 222-223میں درج ہے ۔

سرسید احمد خان پر اتمام حجت: سرسید احمد خان صاحب کی وفات 27مارچ 1898ء کو ہوئی۔ ان کی وفات سے تقریباً ایک سال قبل حضرت مسیح موعود نے سرسید کے مذہبی معتقدات کے بارے میں ان پر اتمام حجت کردی۔ حضرت اقدس نے … مئی 1897ء میں شائع فرمائی۔ اس میں آتھم و لیکھرام سے متعلقہ پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا خاص طور پر تفصیل سے ذکر فرمایا ۔اس کے علاوہ خاص طور پر تین فتنے جو ظہور میں آئے ہیں اور جن کا ذکر براہین(…) میں تھا ۔ان کے بارے میں حضرت اقدس نے بڑی تحدی سے مندرجہ ذیل نوافراد کو قسم موکد بہ عذاب کھانے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا :

’’ کیا محمد حسین بٹالوی یا سیداحمد خا ن صاحب کے سی ایس آئی۔ یا نذیر حسین،دہلوی یا عبدالجبار۔ غزنوی یا رشیداحمد گنگوہی یا محمدبشیر بھوپالی، یاغلام دستگیر قصوری یاعبداللہ ٹونکی پروفیسر لاہور۔ یا مولوی محمدحسن رئیس لدھیانہ قسم کھاسکتے ہیں کہ یہ تین فتنے جن کا ذکر پیشگوئی کے طور پر براہین(…)میں کیا گیا ہے ظہور میں نہیں آگئے۔ اگر کوئی صاحب ان صاحبوں میں سے میرے الہام کی سچائی کے منکر ہیں توکیوں خلقت کو تباہ کرتے ہیں میرے مقابل پر قسم کھا جائیں کہ یہ تینوں فتنے جو براہین(…) میں بطور پیشگوئی ذکر کئے گئے ہیں یہ پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں اور اگر پوری ہوگئی ہیں تو اے خدائے قادر اکتالیس دن تک ہم پر وہ عذاب نازل کر جو مجرموں پر نازل ہوتا ہے پس اگر خداتعالیٰ کے ہاتھ سے اور بلاواسطہ کسی انسان کے وہ عذاب جو آسمان سے اترتا اور کھا جانے والی آگ کی طرح کذاب کو نابود کر دیتا ہے اکتالیس روز کے اندر نازل نہ ہوا تو میں جھوٹا اور میرا تمام کاروبار جھوٹا ہوگا اور میں حقیقت میں تمام لعنتوں کا مستحق ٹھہروں گا ‘‘

اس کے بعد خصوصی طور پر سرسید کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا :’’اور یاد رہے کہ میں نے سیّد احمد خان صاحب کا نام منکرین کی مد میں اس لئے لکھا ہے کہ ان کو خدا کے اس الہام بلکہ وحی سے بھی انکار ہے جو خدا سے نازل ہوتی اور علم غیب کی عظمت اپنے اندر رکھتی ہے چونکہ وہ بھی اب عمر کی منزل کو طے کر چکے ہیں میں نہیں چاہتا کہ وہ یورپ کے کورا نہ خیالات کی پیروی کر

کے اس غلطی کو قبر میں لیجائیں اب گو وہ متوجہ نہ ہوں اور اس بات کو ٹھٹھے میں اڑائیں مگر میں نے جو(دعوت الی اللہ) کرنی تھی وہ کر چکا ہوں میں ڈرتا ہوں کہ میں پوچھا نہ جاؤں کہ ایک بندۂ گم شدہ کو تم نے کیوں تبلیغ کی"حضرت اقدس نے پادری ہنری مارٹن کلارک کے مقدمہ اقدام قتل میں سرسید احمد خان کو صفائی کا گواہ لکھوا یا تھا حضرت اقدس نے مئی 1898ء میں شائع شدہ کتاب فرمائی اس میں سرسید احمد خان کی سیاسی سوجھ بوجھ کی تعریف فرمائی تھی :

خدا ان پر رحم کرے : حضرت اقدس سرسید احمد خان کے بارے میں اپنی پیشگوئی کو اپنی صداقت کا تہتّرواں نشان قرار دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: پیشگوئی کی اشتہار 12مارچ 1897ء سے جو سرسید احمد خان کے سی ایس آئی کی نسبت میں نے کی تھی۔ اس پیشگوئی سے اول ایک اور پیشگوئی اشتہار 20فروری 1886ء میں کی گئی تھی جو اسی وقت مشتہر ہو کر ہزاروں انسانوں میں شائع ہو گئی تھی جس کا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ سید احمد خان صاحب کو کئی قسم کی بلائیں اور مصیبتیں پیش آئیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا اور وہ ایک عظیم الشان مالی نقصان اٹھا کر بڑی تلخی کے ساتھ اس دنیا سے گزرے اور میں نے صدہا انسانوں کے روبرو جو ان میں سے بہت سے ابتک زندہ موجود ہیں اس کشف کو ظاہر کر دیا تھا کہ مجھے خداتعالیٰ کی طرف سے یہ علم دیا گیا ہے کہ سید صاحب موصوف بعض سخت تکالیف اٹھا کر بعد اس کے جلد اس عالم نا پائیدار سے گذر جائیں گے ۔چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا اور بعض اولاد کی موت کا بھی حادثہ انہوں نے دیکھا اور سب سے زیادہ یہ کہ ایک شریر بندہ کی خیانت کی وجہ سے اس قدر مالی نقصان ان کو اٹھانا پڑا کہ وہ سخت غم کا صدمہ ان کی اندرونی قوتو ں کو یک دفعہ سلب کر گیا ...غرض سید احمد خان کی موت بھی آخر کمزوری کی وجہ سے ہوئی خدا ان پر رحم کرے"

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت اقدس جہاں سرسید کی سیاسی خدمات کے معترف رہے اور ان کو پولیٹکل مصالح شناس بزرگ بہادر اور زیرک انسان قرار دیتے رہے وہیں پر آپ نے سرسید کے غیردینی خیالات کا بھی سختی سے نوٹس لیا اور جابجا ان کے غلط خیالات کی اصلاح وتردید فرمائی اور ان پر اتمام حجت کی غرض سے ان کے بارے میں ایک پیشگوئی بھی فرمائی جو کہ پوری نشان سے پوری ہوئی اور حقیقت حال یہی ہے کہ سرسید کی ساری شہرت اور نیک نامی ان کی سیاسی اور تعلیمی خدمات کی وجہ سے ہے ۔ان کے مذہبی نظریات کو کبھی بھی کسی نے صحیح قرار نہیں دیا۔سرسید احمد خان کو زندگی کے آخری ایام میں بعض سخت صدمات برداشت کر نے پڑے جبکہ علی گڑھ کے خزانچی نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ غبن کرلیا اور سرسید کے بیٹے سید محمود کی کثرت شراب نوشی نے جو حالات پیدا کر دیۓ وہ اس پر مستزاد تھے۔ 27مارچ1898ء کو ان کی وفات ہوئی۔ تجہیز وتکفین کے اخراجات کیلئے چندہ اکٹھا کیا گیا اور کالج کے احاطہ میں تدفین عمل میں آئی۔

****

بقیہ از صفحہ22۔واقعات مصلح موعودؓ

اس کے حالات کو خوب جانتا ہوں۔ تم تو باہر کے رہنے والے ہو۔ تمہیں اصل حالات کا کیا علم ہو سکتا ہے۔ تم اس کے دھوکے میں نہ آنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ وہ احمدی دوست مرزا علی شیر کی یہ بات سن کر بڑے شوق سے آگے بڑھے اور کہنے لگے کہ ذرا دست پنجہ تو لیں۔ (یعنی مصافحہ کریں۔ اپنا ہاتھ پکڑائیں۔) تو علی شیر نے سمجھا کہ میری باتوں کا اس پر اثر ہو گیا ہے اور میری بزرگی کا یہ قائل ہو گیا ہے کیونکہ ان کی عادت تھی کہ وہ باتیں بھی کرتے جاتے تھے اور ساتھ ساتھ سبحان اللہ اور استغفراللہ بھی کہتے جاتے تھے۔ تو علی شیر نے بڑے شوق سے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور سمجھا کہ آج ایک اچھا شکار میرے قابو آ گیا ہے۔ تو بھائیوں میں سے یہ جو ایک احمدی بھائی آگے تھے، انہوں نے زور سے ان کا ہاتھ پکڑا اور باقی چاروں بھائیوں کو زور زور سے آوازیں دینی شروع کر دیں کہ جلدی آنا ایک ضروری کام ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ ہمارے ماموں نے سمجھا کہ اس پر میری بات کا اثر ہو گیا ہے اور اب یہ اپنے بھائیوں کو اس لئے بلا رہا ہے کہ انہیں بتائے کہ یہ ٹھیک کہہ رہا ہے اور وہ اپنے دل میں بڑے خوش ہوئے کہ آج میرا حربہ کارگر ہوا ہے۔ مگر جب ان کے بھائی وہاں پہنچ گئے۔ پانچوں بھائی اکٹھے ہو گئے تو جو پہلے بھائی آئے ہوئے تھے کہنے لگے ہم قرآن اور حدیث میں پڑھا کرتے تھے کہ دنیا میں ایک شیطان ہوا کرتا ہے مگر وہ ہمیں ملتا نہیں تھا۔ آج حسن اتفاق سے ہمیں شیطان مل گیا ہے"۔

(ماخوذ از الفضل ربوہ 31۔ اگست 1956ء صفحہ5،6 نمبر204 جلد 45/10 ۔مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل14نومبر2014ءصفحہ نمبر8)

ایک الہام۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ 20 فروری 2015ء کو خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اُس میں آپ نے فرمایا:

"حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی جبکہ خلافت کا کوئی سوال بھی ذہن میں پیدا نہیں ہو سکتا تھا' یہ الہام میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سنایا اور آپ نے اسے لکھ لیا۔ یہ وہی آیت ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم میں آتی ہے مگر وہاں الفاظ یہ ہیں کہ وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ (آل عمران: 56) کہ میں تیرے منکروں پر تیرے مومنوں کو قیامت تک غلبہ دینے والا ہوں۔ مگر مجھے جو الہام ہوا وہ یہ ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔ جو پہلے سے زیادہ تاکیدی ہے۔ یعنی میں اپنی ذات ہی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں یقیناً تیرے ماننے والوں کو تیرے منکروں پر قیامت تک غلبہ دوں گا۔ یہ الہام جیسا کہ میں بتا چکا ہوں میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سنایا اور آپ نے اسے لکھ لیا۔ میں عرصہ دراز سے یہ الہام دوستوں کو سناتا چلا آ رہا ہوں۔ اس کے نتیجے میں دیکھو کہ کس کس طرح میری مخالفت ہوئی مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے فتح دی۔ غیر مبائعین نے حضرت خلیفہ اول کے زمانے میں یہ کہہ کہہ کر کہ 'ایک بچہ ہے جس کی خاطر جماعت کو تباہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے' پروپیگنڈہ کیا مگر بالکل بے اثر ثابت ہوا۔ میں ان باتوں سے اس وقت اتنا ناواقف تھا کہ ایک دن صبح کی نماز کے وقت میں حضرت امّاں جان کے کمرے میں جو مسجد کے بالکل ساتھ ہے نماز کے انتظار میں ٹہل رہا تھا کہ مسجد میں سے مجھے لوگوں کی اونچی اونچی آوازیں آنی شروع ہو گئیں جیسے کسی بات پر جھگڑ رہے ہوں۔ ان میں سے ایک آواز جسے میں نے پہچانا وہ شیخ رحمت اللہ صاحب کی تھی۔ میں نے سنا کہ وہ بڑے جوش سے یہ کہہ رہے ہیں کہ تقویٰ کرنا چاہئے۔ خدا کا خوف اپنے دل میں پیدا کرنا چاہئے۔ ایک بچے کو آگے کر کے جماعت کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ ایک بچہ کی خاطر یہ سارا فساد برپا کیا جا رہا ہے۔ میں اس وقت ان باتوں سے اس قدر ناواقف تھا کہ مجھے ان کی یہ بات سن کر سخت حیرت ہوئی کہ وہ بچہ ہے کون جس کے متعلق یہ الفاظ کہے جا رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے باہر نکل کر غالباً شیخ یعقوب علی صاحب سے پوچھا کہ آج مسجد میں یہ کیسا شور تھا اور شیخ رحمت اللہ صاحب یہ کیا کہہ رہے تھے کہ ایک بچے کی خاطر یہ سارا فساد برپا کیا جا رہا ہے۔ وہ بچہ ہے کون جس کی طرف شیخ صاحب اشارہ کر رہے تھے۔ وہ مجھ سے ہنس کر کہنے لگے کہ وہ بچہ تم ہی ہو اور کون ہے۔ گویا میری اور ان کی مثال ایسی تھی جیسی کہتے ہیں کہ ایک نابینا اور بینا دونوں کھانا کھانے بیٹھے۔ نابینے نے سمجھا کہ مجھے تو نظر نہیں آتا اور اسے سب کچھ نظر آتا ہے۔ لازماً یہ مجھ سے زیادہ کھا رہا ہو گا۔ چنانچہ یہ خیال آتے ہی اس نے جلدی جلدی کھانا کھانا شروع کر دیا۔ پھر اسے خیال آیا کہ میری یہ حرکت بھی اس نے دیکھ لی ہو گی اور اب یہ بھی جلدی جلدی کھانے لگ گیا ہو گا تو میں کیا کروں۔ چنانچہ اس نے دونوں ہاتھوں سے کھانا شروع کر دیا۔ پھر سمجھا کہ اب یہ بھی اس نے دیکھ لیا ہو گا اور اس نے بھی دونوں ہاتھوں سے کھانا شروع کر دیا ہوگا۔ میں اب کس طرح زیادہ کھاؤں۔ اس خیال کے آنے پر اس نے ایک ہاتھ سے کھانا شروع کیا اور دوسرے ہاتھ سے چاول اپنی جھولی میں ڈالنے شروع کر دیئے۔ پھر اسے خیال آیا کہ میری یہ حرکت بھی اس نے دیکھ لی ہو گی اور اس نے بھی ایسا ہی کرنا شروع کر دیا ہو گا۔ یہ خیال آنے پر اس نے تھالی اٹھائی (جو بڑا ڈش تھا)۔ کہنے لگا کہ اب میرا حصہ رہ گیا ہے تم اپنا حصہ لے چکے ہو۔ اور جو دوسرا آدمی تھا اس بیچارے کی یہ حالت تھی کہ اس نے ایک لقمہ بھی نہیں کھایا تھا۔ وہ اس نابینا کی حرکت دیکھ کر ہی دل میں ہنس رہا تھا کہ یہ کر کیا رہا ہے۔ (فرماتے ہیں کہ) یہی میرا اور ان کا حال ہے۔ یہ بھی اس نابینا کی طرح ہمیشہ سوچتے رہتے ہیں کہ اب یہ یوں کر رہا ہو گا۔ اب یہ اس طرح جماعت کو ورغلانے کی کوشش کر رہا ہو گا۔ اور مجھے کچھ پتا ہی نہیں تھا کہ میرے خلاف کیا کچھ ہو رہا ہے۔ میں سوائے خدا تعالیٰ کی ذات پر توکل رکھنے کے اور کچھ بھی نہیں کرتا تھا اور حالات سے ایسا ناواقف تھا کہ سمجھتا تھا کہ کوئی اور بچہ ہے جس کا یہ ذکر ہو رہا ہے۔ مگر باوجود اس کے کہ یہ لوگ اس وقت بڑا رسوخ رکھتے تھے اور جماعت پر ان کا خاص طور پر اثر تھا اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام پروپیگنڈے کو بے اثر کیا اور مجھے اس نے فتح اور کامرانی عطا فرمائی"۔

(ماخوذ از "الموعود"۔ انوار العلوم جلد17 صفحہ579تا581)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز 18 فروری 2011ء کے خطبہ جمعہ میں بیان فرماتے ہیں:

"پس آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاحِ اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اصلاحِ معاشرہ کی طرف بھی توجہ دیں۔ اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے بھرپور کوشش کریں جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یوم مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے، ورنہ تو ہماری صرف کھوکھلی تقریریں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے"۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 11مارچ 2011ء)

****

مبارک احمد منیر۔ برکینا فاسو

پیشگوئیوں کی تمام علامات بڑے زور شور سے حضرت مسیح موعودؑ پر پوری اترتی ہیں

پرانی الہامی کتب، قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے مسیح آخرالزمان کے زمانہ میں

زلزلہ و آسمانی و زمینی آفات کے ظہور کی پیشگوئیاں

آخری زمانہ کے مصلح کی علامات بعض انبیاء نے بیان کی ہیں۔ان میں کثرت سے آفات و حادثات کا واقع ہونا بھی شامل ہے۔حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’خبردار کوئی تم کو گمراہ نہ کر دے۔کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے اور تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سنوگے۔خبردار گھبرا نہ جانا۔کیونکہ ان باتوں کا واقعہ ہونا ضرور ہے۔ لیکن اس وقت خاتمہ نہ ہو گا۔کیونکہ قوم پر قوم اور سلطنت پر سلطنت چڑھائی کرے گی اور جگہ جگہ کال پڑیں گے اور بھونچال آئیں گے لیکن یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہوں گی ۔‘‘

(جدید عہد نامہ متی باب 24آیت6تا9)

پھر ایک اور جگہ حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں کہ

’’اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہوجائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائیں گی اور اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گااور اس وقت زمین کی سب قومیں چھاتی پیٹیں گی اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی۔‘‘

(جدید عہد نامہ متی باب 24 آیت 29،30)

نئے عہد نامہ کی آخری کتاب مکاشفہ میں بھی مستقبل کے متعلق بہت سی پیشگوئیاں بیان کی گئی ہیں۔باب پانچ اور چھ میں ایک ایسی کتاب کے متعلق کشف درج ہے جس کی سات مہریں ہیں اور اس کشف میں جب سات مہریں کھول جاتی ہیں تو اس کے ساتھ مستقبل میں ہونے والے واقعات ظاہر ہوتے ہیں۔چنانچہ جب چوتھی مہر کھولی تو ان میں آخری زمانہ میں رونما ہونے والے حوادث کا ذکر ہے۔ اس کے اصل الفاظ یوں ہیں۔

’’اور جب اس نے چوتھی مہر کھولی تو میں نے چوتھے جاندار کو یہ کہتے سنا کہ آ اور میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک زرد سا گھوڑا ہے اور اس کے سوار کا نام موت ہے اور عالم ارواح اس کے پیچھے پیچھے ہیں اور ان کو چوتھائی زمین پر یہ اختیار دیا گیا کہ تلوار اور کال اور وبا اور زمین کے درندوں سے لوگوں کو ہلاک کریں۔‘‘

(جدید عہد نامہ مکاشفہ باب6آیت7،8)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں پیشگوئیوں کے مطابق کثرت سے آفات و حوادث کا ظہور ہوا۔بڑے بڑے زلازل آئے۔کہیں آتش فشاں پہاڑ پھٹے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان آفات کو اپنے لئے نشان قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

’’دسواں نشان طرح طرح کی آفات سے اس زمانہ میں انسانوں کا کثرت سے ہلاک ہونا ہے جیساکہ قرآن شریف کی

اس آیت کا مطلب ہے وَاِنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اِلَّا نَحْنُ مُھْلِکُوْھَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ اَوْ مُعَذِّبُوْھَا ترجمہ۔ کوئی ایسی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے کچھ مدت پہلے ہلاک نہیں کریں گے یا کسی حد تک اس پر عذاب وارد نہیں کریں گے ۔

سو یہی وہ زمانہ ہے کیونکہ طاعون اور زلزلوں اور طوفان اور آتش فشاں پہاڑوں کے صدمات اور باہمی جنگوں سے لوگ ہلاک ہورہے ہیں اور اس قدر اسباب موت کے اس زمانہ میں جمع ہوئے ہیں اور اس شدت سے وقوع میں آئے ہیں کہ اس مجموعی حالت کی نظیر کسی پہلے زمانہ میں پائی نہیں جاتی۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد نمبر 22صفحہ نمبر206،207)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھی کثرت سے طوفان آئے ہیں جو اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ایک بہت بڑی علامت آخری زمانہ کے مصلح کی کتب سابقہ اور قرآن مجید میں یہ بتائی گئی ہے کہ کثرت سے زلزلے آئیں گے۔ انجیل میں حضرت مسیحؑ بیان کرتے ہیں کہ

’’جگہ جگہ کال پڑیں گے اور بھونچال آئیں گے ۔لیکن یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہو ں گی‘‘

(جدید عہد نامہ متی باب 24 آیت 7)

اسی طرح آخری زمانہ کے بارے میں قرآن مجید میں بھی بہت سی پیشگوئیاں ملتی ہیں،جن سے پتہ چلتا ہے کہ آخری زمانہ میں کثرت آفات وغیرہ کا نزول ہوگا ۔چنانچہ خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَمَا أَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّن نَّبِیٍّ إِلاَّ أَخَذْنَا أَھْلَھَا بِالْبَأْسَاء وَالضَّرَّاء لَعَلَّھُمْ یَضَّرَّعُون ثُمَّ بَدَّلْنَا مَکَانَ السَّیِّئَۃِ الْحَسَنَۃَ حَتَّی عَفَواْ وَّقَالُواْ قَدْ مَسَّ آبَائنَا الضَّرَّاء وَالسَّرَّاء فَأَخَذْنَاھُم بَغْتَۃً وَھُمْ لاَ یَشْعُرُون۔ (الاعراف : 95،96)

ترجمہ :اور ہم نے کسی شہر کی طرف کوئی رسول نہیں بھیجا (مگریوں بھی ہواکہ)ہم نے اس میں بسنے والوں کو سختی اور مصیبت سے پکڑ لیاتاکہ وہ عاجزی اور زاری کریں۔پھر ہم نے تکلیف کی جگہ سہولت کو بدل دیا یہاں تک کہ جب وہ ترقی کرگئے اور کہنے لگے ۔کہ تکلیفیں اور سکھ تو ہمارے باپ دادوں پر بھی آیا کرتے تھے (اگر ہمیں آئے تو کوئی نئی بات نہیں)پس ہم نے ان کو اچانک عذاب سے پکڑ لیا اور وہ سمجھتے نہ تھے(کہ ایسا کیوں ہوا)

اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سنت اللہ ہے کہ ہر نبی کے زمانہ میں آفات کا نزول ہوتاہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے تو خاص طور پر سابقہ انبیا ء نے یہ علامت بیان کی ہے۔قرآن کریم میں مذکور انبیاء سابقہ کے ہر قصہ میں ایک پیشگوئی پوشیدہ ہے اور امت مسلمہ کے لئے اس سے عبرت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے جیساکہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

’’قرآن شریف صرف قصہ گو کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کے ہر قصہ کے نیچے ایک پیشگوئی ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 119)

قرآن مجید میں جو پرانی اقوام پر عذاب کا ذکر کیا ہے ان میں مستقبل کے لئے ایک پیشگوئی تھی کہ آخری زمانہ میں بھی جو لوگ یہی سلوک آنے والے نبی سے کریں گے ان کو بھی وہی عذاب آپکڑیں گے۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی اپنی کتاب’’حوادث طبعی یا عذاب الٰہی میں ان عذابوں کا ذکر کیا ہے۔چنانچہ ذیل میں بعض آیات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسلسل شدید بارش اور زمین کے پانی کی سطح کا بلند ہونا جس کے نتیجہ میں ایسا ہولناک سیلاب ظاہر ہو کہ علاقہ کی تمام آبادی غرق ہوجاۓ۔اس قسم کے عذاب پہلے بھی آتے رہے ہیں اورآنے والے مسیح کے لئے بھی ان کا آنا علامت تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتاہے۔

فَدَعَا رَبَّہُ أَنِّیْ مَغْلُوبٌ فَانتَصِرْ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاء بِمَاء مُّنْھَمِرٍ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُیُوناً فَالْتَقَی الْمَاء عَلَی أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ۔

(القمر:11،13)

ترجمہ:۔آخراس (نوحؑ)نے اپنے ربّ سے دعا کی اور کہا مجھے دشمن نے مغلوب کرلیا پس تو میرا بدلہ لے ۔جس پر ہم نے بادل کے دروازے ایک جوش سے بہنے والے پانی کے ذریعے کھول دیئے اور زمین میں بھی ہم نے چشمے پھوڑ دیئے۔پس (آسمان کا)پانی (زمین کے پانی کے ساتھ)ایک ایسی بات کے لئے اکٹھا ہوگیا جس کا فیصلہ ہوچکا تھا۔

اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ

کَذَّبَتْ عَادٌ فَکَیْفَ کَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِإِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحاً صَرْصَراً فِیْ یَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ تَنزِعُ النَّاسَ کَأَنَّھُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنقَعِرٍ۔

(القمر: 19-21)

ترجمہ:۔عاد قوم نے بھی اپنے رسول کا انکار کیا تھا پھر دیکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھاہم نے ان پر ایک ایسی ہوا بھیجی جو تیز چلنے والی تھی اور ایک دیر تک رہنے والے منحوس وقت میں چلائی گئی تھی وہ لوگوں کو اس طرح اکھیڑ پھینکتی تھی گویا وہ کھجور کے ایسے تنے ہیں جن کے اندر کا گودا کھایا ہوا تھا۔

اسی طرح ایک اور آیت میں پیشگوئی کی کہ اس زمانہ میں خوفناک آتش فشاں پہاڑ پھٹیں گے جس کے نتیجہ میں زمین یا آسمان سے ایسی خوفناک گرج یا دھماکے ہوں گے جن سے آسمان پتھر برسائیں گے۔چنانچہ فرمایا ۔

فَأَخَذَتْھُمُ الصَّیْحَۃُ مُشْرِقِیْنَ فَجَعَلْنَا عَالِیَھَا سَافِلَھَا وَأَمْطَرْنَا عَلَیْھِمْ حِجَارَۃً مِّن سِجِّیْلٍ۔

(الحجر: 74-75)

ترجمہ:۔اس پر اس موعود عذاب نے انہیں دن چڑھتے ہی پکڑلیا جس پر ہم نے اس بستی کی اوپر والی سطح کو اس کی نچلی سطح کردیا اوران پر سنگریزوں سے بنے ہوئے پتھروں کی بارش برسائی۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھی آتش فشاں پہاڑ پھٹے جس کے نتیجہ میں چند منٹوں میں تیس تیس ہزار افراد ہلاک ہوگئے۔ قرآن کریم میں آخری زمانہ میں قحط سالی کے بارے میں بھی پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْراً فَمَنْ يَأْتِيكُم بِمَاءٍ مَّعِينٍ۔
(الملک: 31)

ترجمہ:۔ تُو کہہ دے کہ اگر تمہارا پانی گہرائی میں اتر جائے تو کون ہے جو تمہارے پاس چشموں کا پانی لائے گا؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہندوستان میں اور چین میں بہت سخت قحط پڑ ا جس کی وجہ سے کروڑوں افراد ہلاک ہوگئے۔ پھر آخری زمانہ کے بارے میں ایک یہ بھی پیشگوئی کی گئی کہ کثرت سے طوفان آئیں گے۔چنانچہ اس بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں پیشگوئی مضمر ہے۔فرمایا کہ

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ۔ (الاعراف: 134)

ترجمہ :۔جب ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون بھیجا۔ یہ الگ الگ نشان تھے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَأَخْرَجَتِ الْاَرْضُ أَثْقَالَهَا وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَايَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَى لَهَا يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتاً لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَهُ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَرَهُ۔ (الزلزال:2تا9)

ترجمہ:۔جب زمین اپنے بھونچال سے جنبش دی جائے گی اور زمین اپنے بوجھ نکال پھینکے گی۔ اور انسان کہے گا کہ اسے کیا ہوگیا ہے۔ اُس دن وہ اپنی خبریں بیان کرے گی۔ کیونکہ تیرے ربّ نے اسے وحی کی ہوگی۔ اس دن لوگ پراگندہ حال نکل کھڑے ہوں گے تاکہ اُنہیں اُن کے اعمال دکھا دیئے جائیں۔ پس جو کوئی ذرّہ بھر بھی نیکی کرے گا وہ اُسے دیکھ لے گا اور جو کوئی ذرّہ بھر بھی بدی کرے گا وہ اُسے دیکھ لے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ میں زلزلہ کے واسطے صاف پیشگوئی ہے کہ زمین پر سخت زلزلہ آئے گا۔اور زمین اندر کی چیزیں باہر نکال پھینکے گی۔‘‘ (ملفوظات جلدچہارم صفحہ 281)

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اعتراض: پہلی کتابوں میں ازالہ اوہام وغیرہ میں لکھا ہے کہ یہ بھی کوئی پیشگوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے۔ مری پڑے گی۔ لڑائیاں ہوں گی قحط پڑیں گے لیکن اب کئی تحریروں میں دیکھ لیا گیا ہے کہ انہیں پیشگوئیوں کو جناب والا نے عظیم الشان پیشگوئیاں قرار دیا ہے۔

حاشیہ: یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح کی پیشگوئیوں میں جو انجیلوں میں پائی جاتی ہیں صرف معمولی اور نرم لفظ میں کسی شدید اور ہیبت ناک زلزلہ یا ہیبت ناک طاعون کا ان میں ذکر نہیں ہے مگر میری پیشگوئیوں میں ان دونوں واقعات کی نسبت ایسے لفظ ہیں جو ان کو خارق عادت قرار دیتے ہیں۔

الجواب: یہ بات صحیح نہیں ہے کہ میں نے انہیں پیشگوئیوں کو عظیم الشان قرار دیا ہے ہر ایک چیز کی عظمت یا عدم عظمت اس کی مقدار اور کیفیت سے اور نیز اس کے حالات خاصہ یا معمولی حالات سے ظاہر ہوتی ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس ملک میں طاعون اور زلزلوں کی خبر دی تھی وہ ملک ایسا ہے کہ اکثر اس میں طاعون کا دورہ رہتا ہے اور کشمیر کی طرح اس میں زلزلے بھی آتے رہتے ہیں قحط بھی پڑتے ہیں اور لڑائیوں کا سلسلہ بھی جاری رہا ہے اور حضرت مسیح کی پیشگوئی میں نہ کسی خارق عادت زلزلہ کا ذکر ہے اور نہ کسی خارق عادت مری یا طاعون کا۔ اس صورت میں کوئی عقلمند ایسی پیشگوئیوں کو عظمت اور وقعت کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا۔(حاشیہ: ہاں ممکن ہے کہ اصل پیشگوئیوں میں تحریف ہو گئی ہو جبکہ ایک انجیل کی بیسیوں انجیلیں بن گئی ہیں تو کسی عبارت میں تحریف ہونا کون سا ایسا امر ہے جو بعید از عقل ہوسکتا ہے مگر ہمارا موجودہ انجیلوں پر اعتراض ہے اور خدا نے ان انجیلوں کو محرف مبدل قرار دے کر ہمیں ان اعتراضوں کا موقعہ دیا ہے۔)

مگر جس ملک کے لئے میں نے طاعون کی خبر دی اور شدید زلزلوں سے اطلاع دی ہے وہ اس ملک میں حالت کے لحاظ سے درحقیقت عظیم الشان پیشگوئیاں ہیں۔ کیونکہ اگر اس ملک کے صدہا سال کی تاریخ دیکھی جائے تب بھی ثابت نہیں ہوتا کہ کبھی اس ملک میں طاعون پڑی ہے چہ جائیکہ ایسی طاعون جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں لاکھوں انسانوں کو ہلاک کر دیا۔ چنانچہ طاعون کی نسبت میری پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں کہ ملک کا کوئی حصہ طاعون سے خالی نہیں رہے گا اور سخت تباہی آئے گی اور وہ تباہی زمانہ دراز تک رہے گی۔ اب کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ جیسا کہ اب پیشگوئی کے مطابق یہ سخت تباہیاں طاعون سے ظہور میں آئیں پہلے اس ملک میں کبھی ظہور میں آیا تھا۔ ہر گز نہیں۔ رہا زلزلہ وہ بھی میری طرف سے کوئی معمولی پیشگوئی نہیں تھی بلکہ پیشگوئی میں یہ الفاظ تھے کہ ایک حصہ ملک کا اس سے تباہ ہو جائے گا جیسا کہ ظاہر ہے کہ وہ تباہی جو اس زلزلہ سے کانگڑہ اور بھاگسو خاص جوالا مکھی پر آئی۔ دو ہزار برس تک اس کی نظیر نہیں ملتی کہ کبھی زلزلہ سے ایسا نقصان ہوا چنانچہ انگریز محققوں نے بھی یہی گواہی دی ہے۔ پس اس صورت میں میرے پر اعتراض کرنا محض جلد بازی ہے۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22صفحہ 163 ـ 167)

حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے زلزلوں کے بارے میں الہامات کئے جن کا آپ نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں ذکر کیا ہے۔چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں کہ

هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الزَلْزَلَةِ۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا۔ وَأَخْرَجَتِ الْاَرْضُ أَثْقَالَهَا ۔ وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا۔ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا۔ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَى لَهَا۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْا۔ وَمَا يَاْتِيهِمْ اِلَّا بَغْتَةً يَسْئَلُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ۔ قُلْ اِیْ وَرَبِّی اِنَّهٗ لَحَقٌ۔ وَلَا يُرد عَنْ قَوْمٍ يعرضون۔ اَلرَّحٰی يَدُوْرُ وَيَنْزِلُ الْقَضَا۔ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ۔

ترجمہ:کیا تجھے آنے و الے زلزلہ کی خبر نہیں ملی۔جب زمین زلزلوں سے سخت ہلائی جائے گی۔زمین اپنے بوجھوں کو باہر پھینک دے گی اور انسان پکار اٹھے گا۔یہ کہ سچ مچ تیرے رب نے اس کے لئے وحی کی۔ کیا لوگ خیال کرتے ہیں کہ ان کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا اور زلزلہ نہیں آئے گا۔ضرور آئے گااور ایسے وقت آئے گا کہ وہ غفلت میں ہوں گے۔ہر ایک اپنے کام میں مشغول ہوگا۔کہ زلزلہ ان کو یکایک پکڑے گا۔تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا ایسے زلزلہ کا آنا سچ ہے اور خدا سے برگشتہ ہونے والے کسی مقام سے بچ نہیں سکتے۔ایک چکی گردش میں آئے گی اور قضا نازل ہو گی۔جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے حق سے منکر ہو گئے۔وہ بجز اس نشان عظیم کے باز آنے والے نہیں ۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد22 صفحہ 95،96)

پھر قرآن شریف میں طاعون کے بارے میں بھی پیشگوئی ملتی ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ۔ (النمل:83)

ترجمہ:اور جب ان پر فرمان صادق آ جائے گا تو ہم ان کے لئے سطح زمین میں سے ایک جاندار نکالیں گے جو ان کو کاٹے گا (اس وجہ سے) کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں لاتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’خداتعالیٰ فرماتاہے......کہ جب قرب قیامت ہوگا ہم زمین میں سے ایک کیڑا نکالیں گے جو لوگوں کو کاٹے گا اس لئے کہ انہوں نے ہمارے نشانوں کو قبول نہیں کیا...اور یہ صریح طور پر طاعون کی نسبت پیشگوئی ہے کہ کیونکہ طاعون بھی ایک کیڑا ہے۔اگرچہ پہلے طبیبوں نے اس کیڑے پر اطلاع نہیں پائی لیکن خدا جو عالم الغیب ہے وہ جانتا تھا کہ طاعون کی جڑ اصل میں کیڑا ہی ہے جو زمین میں سے نکلتاہے اس لئے اس کا نام دابۃ الارض رکھا یعنی زمین کا کیڑا ۔‘‘

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلدسوم صفحہ 581)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک اور جگہ فرماتے ہیں ۔

’’نئ تحقیق نے دابۃ الارض کی بہت تائید کی ہے اور اس کے معنے کھول دیئے ہیں کہ وہ ایک کیڑا ہی ہے اور پھر یہ بھی کہ بہت باریک ہے جیسے کہ سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں تَأْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ (السبا:15) باریک ہی تھا تو اندر اندر کھا تا رہا اور پتہ نہ لگا اور تُكَلِّمُهُمْ (النمل:83) سے مراد بھی یہی ہے کہ طاعون ہو کیونکہ ایک اور مقام پر قرآن شریف میں ہے کہ ہم ہر ایک قریہ کو قیامت سے پہلے ہلاک کریں گے یا عذاب میں مبتلا کریں گے‘‘ (ملفوظات جلددوم صفحہ 419)

پس یہ تمام آیات آخری زمانہ کی علامات صاف اور بین طور پر بتا رہی ہیں۔

کتب احادیث میں بھی اس بارہ میں بڑی واضح احادیث مل جاتی ہیں بلکہ بخاری میں حدیث ملتی ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ کے سامنے قیامت تک کے تمام حالات بیان کردیئے۔چنانچہ ذیل میں خاکسار بعض احادیث پیش کرتا ہے جن میں آخری زمانہ کے بارے میں پیشگوئیاں کی گئی ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكْثُرُ الْهَرَجُ قَالُوْا وَمَا الْهَرَجُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلْقَتْلُ اَلْقَتْلُ

(صحیح المسلم کتاب الفتن)

ترجمہ:۔ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ ہرج بہت ہوگا۔لوگوں نے عرض کیا ہرج کیا ہے یارسول اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا قتل قتل (یعنی خون بہت ہوں گے)

یہ حدیث کثرت سے پوری ہورہی ہے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں کثرت سے آفات آئیں ہیں اور اموات کی

کثرت کو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی صداقت کا نشان قرار دیا ہے۔فرمایاکہ

’’وَإِن مَّن قَرۡيَةٍ إِلاَّ نَحۡنُ مُهۡلِكُوهَا قَبۡلَ يَوۡمِ الۡقِيَامَةِ أَوۡ مُعَذِّبُوهَا عَذَاباً شَدِيۡداً یہ اسی زمانہ کے لئے ہے کیونکہ اس میں ہلاکت اور عذاب مختلف پیرایوں میں ہے ۔کہیں طوفان ہے کہیں زلزلوں سے کہیں آگ کے لگنے سے۔اگرچہ اس سے پیشتر بھی یہ سب باتیں دنیا میں ہوتی رہی ہیں مگر آج کل ان کی کثرت خارق عادت کے طور پر ہورہی ہے جس کی وجہ سے یہ ایک نشان ہے اس آیت میں طاعون کا نام نہیں ہے۔صرف ہلاکت کا ذکر ہے خواہ کسی قسم کی ہو۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 549)

پھر ایک اور حدیث میں فرمایا کہ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ حجاز کے ملک سے ایک آگ نکلے جو بصریٰ کے اونٹوں کی گردنوں کو روشن کردے گی یعنی اس کی روشنی ایسی تیز ہوگی کہ عرب سے شام تک پہنچے گی۔حجاز مکہ اور مدینہ کا ملک ہے اور بصریٰ ایک شہر کا نام ہے۔ یہ پیشگوئی بھی پوری ہوچکی ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں کثرت سے آگیں لگیں جن سے پورے پورے شہر نیست نابود ہوگئے جن کی تفصیل آگے آئے گی۔ ایک اور حدیث میں فرمایاکہ

قَالَ اِنَّهَا لَنۡ تَقُوۡمُ حَتَّى تَرَوۡا قَبۡلَهَا عَشۡرَ آيَاتٍ فَذَكَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَالدَّآبَّةَ وَطَلُوۡعَ الشَّمۡسِ مِنۡ مَغۡرِبِهَا وَنُزُوۡلَ عِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ وَيَاجُوۡجَ وَمَاجُوۡجَ وَثَلَاثَةَ خُسُوۡفٍ خُسِفَ بِالۡمَشۡرِقِ وَخُسِفَ بِالۡمَغۡرِبِ وَخُسِفَ بِجَزِيۡرَةِ الۡعَرَبِ وَآخِرُ ذَالِكَ نَارٌ تَخۡرُجُ مِنَ الۡيَمَنِ تَطۡرُدِ النَّاسَ اِلٰى مَحۡشَرِهِمۡ۔

(مسلم کتاب الفتن باب فی الاٰیات التی تکون قبل الساعۃ)

ترجمہ:۔رسول اللہ نے فرمایا قیامت نہیں قائم ہوگی جب تک 10 نشانیاں اس سے پہلے نہیں دیکھ لیتے۔پھر ذکر کیا دھوئیں کا اور دجال کا اور زمین کے جانور کا اور آفتاب کے نکلنے کا پچھم سے، حضرت عیسٰیؑ کے نزول کا اور یاجوج ماجوج کے نکلنے کا اور 3 جگہ خسف ہونا یعنی زمین دھنسا ایک مشرق میں اور دوسرے مغرب میں تیسرے جزیرہ عرب میں اور ان سب نشانیوں کے بعد ایک آگ پیدا ہوگی جو لوگوں کو یمن سے نکالے گی اور ہانکتی ہوئی محشر کی طرف لے جائے گی۔

ان میں سے بھی اکثر پیشگوئیاں پوری ہوچکی ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتب میں دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ایک اور حدیث میں فرمایا۔

عَنۡ عَبۡدِاللّٰهِ بۡنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا قُعُوۡدًا عِنۡدَ النَّبِي فَذَكَرَ الۡفِتَنَ فَاَكۡثَرَ فِيۡ ذِكۡرِحَتّٰى ذَكَرَ فِتۡنَةَ الۡاَحۡلَاسِ فَقَالَ قَائِلٌ وَمَا فِتۡنَةُ الۡاَحۡلَاسِ قَالَ هِيَ هَرۡبٌ وَحَرۡبٌ۔

(مشکوٰۃ باب الفتن فصل دوم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فتنوں کا ذکر کیا اور بہت زیادہ فتنوں کا ذکر کیا۔یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فتنہ احلاس کا ذکر کیا ایک کہنے والے نے کہا احلاس کا فتنہ کیا ہے۔فرمایا بھاگنا اور جنگ کرنا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں دنیا کی حکومتوں میں عظیم الشان انقلاب آئے اور ان میں سے بعض کے بارے میں تو حضور علیہ السلام نے خود پیشگوئی بھی کی ہے۔جیسے زار کے بارہ میں پیشگوئی کی اور روس کی حکومت پارہ پارہ ہوگئی۔ایسے ہی جنگ عظیم کے بارہ میں پیشگوئیاں کیں اور وہ بھی پوری ہوگئیں۔اس طرح اس زمانہ میں اس حدیث کا حرف حرف پوراہوا ہے۔

ایک اور حدیث میں فرمایا۔

عَنۡ اَبِيۡ هُرَيۡرَةَ اَنَّ رَسُوۡلَ اللهِ قَالَ لَا تَقُوۡمُ السَّاعَةُ حَتّٰى ... يَكۡثُرُ الزَّلَازِلُ وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَيُظۡهِرُ الۡفِتَنُ وَيَكۡثُرُ الۡهَرَجُ وَهُوَ الۡقَتۡلُ۔

(مشکوٰۃ باب الملاحم فصل اول)

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ...... زلزلے بہت زیادہ آئیں گے، زمانہ قریب ہوجائے گا، فتنے ظاہر ہوں گے،ہرج یعنی قتل بہت ہوں گے۔

یہ حدیث بھی پوری ہوگئی ہے کیونکہ جو زلزلے اس زمانہ میں آئے ہیں ان کی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی۔آگے اس کی لسٹ پیش کی جائے گی جس سے صاف ظاہر ہوجائے گا کتنی کثرت سے زلازل آئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ۔

’’یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض اُن میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خُون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی کہ اُس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ گویا اُن میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی‘‘

(حقیقہ الوحی، روحانی خزائن جلد22صفحہ 268،269)

قَالَ (رسول اللہ) يَا ابۡنَ حَوَالَةَ اِذَا رَاَيۡتَ الۡخِلَافَةَ قَدۡ نَزَلَتِ الۡاَرۡضِ الۡمُقَدَّسَةِ قَدۡ دَنَتِ الزَّلَازِلُ وَالۡبَلَابِلُ وَالۡاُمُوۡرُ الۡعِظَامِ فَالسَّاعَةُ يَوۡمَئِذٍ اَقۡرَبُ مِنَ النَّاسِ مِنۡ يَدِيۡ هٰذِهِ اِلٰى رَاۡسِكَ۔

(مشکوٰۃ باب اشراط الساعۃ فصل دوم)

ترجمہ: فرمایا اے ابن حوالہ جس وقت تو دیکھے کہ خلافت مقدس زمین پر اتر چکی ہے اس وقت زلزلے فکروغم اور بڑے بڑے امور قریب آجائیں گے۔قیامت اس وقت اس قدر قریب ہوگی ۔جیسا کہ میرا ہاتھ تیرے سر کے قریب ہے۔

****

سلمہ شمس

لجنہ کالم

بیوی سے عمدہ معاشرت کا حکم

پیاری بہنو آج ہم آپ کو معاشرے میں حسن معاشرت قائم کرنے اور گھر کو جنت نظیر بنانے کی تلقین کریں گے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جہاں مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ عمدہ سلوک کا حکم فرمایاہے وہاں بیوی کو بھی چاہئے کہ اپنے گھر کو پرسکون رکھنے کے لئے اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

’’ ہمارے ہادی کامل رسول اللہ ﷺ نے فرمایاہے تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جس کا اپنے اہل کے ساتھ عمدہ سلوک ہو۔ بیوی کے ساتھ جس کا عمدہ چال چلن اورمعاشرت اچھی نہیں وہ نیک کہاں۔دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی تب کرسکتا ہے جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ عمدہ سلوک کرتاہواورعمدہ معاشرت رکھتا ہو۔ نہ یہ کہ ہرادنیٰ بات پرزدوکوب کرے ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ بعض دفعہ ایک غصہ سے بھراہوا انسان بیوی سے ادنیٰ سی بات پر ناراض ہوکر اُس کو مارتاہے اور کسی نازک مقام پرچوٹ لگی ہے اور بیوی مرگئی ہے۔ اس لیے ان کے واسطے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایاہے کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا يَحِلُّ لَكُمۡ اَنۡ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرۡهًا ؕ وَ لَا تَعۡضُلُوۡهُنَّ لِتَذۡهَبُوۡا بِبَعۡضِ مَاۤ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ اِلَّاۤ اَنۡ يَّاۡتِيۡنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَ عَاشِرُوۡهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ۚ فَاِنۡ كَرِهۡتُمُوۡهُنَّ فَعَسٰۤى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡـًٔا وَّ يَجۡعَلَ اللّٰهُ فِيۡهِ خَيۡرًا كَثِيۡرًا ﴿۲۰﴾ (النساء:20)

ترجمہ:اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم زبردستی کرتے ہوئے عورتوں کا ورثہ لو۔ اور انہیں اس غرض سے تنگ نہ کرو کہ تم جو کچھ انہیں دے بیٹھے ہو اس میں سے کچھ (پھر) لے بھاگو، سوائے اس کے کہ وہ کھلی کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوئی ہوں۔ اور ان سے نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ اور اگر تم اُنہیں ناپسند کرو تو عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔

ہاں اگر وہ بے جا کام کرے تو تنبیہ ضروری چیز ہے۔ انسان کو چاہئے کہ عورتوں کے دل میں یہ بات جمادے کہ وہ کوئی ایسا کام جو دین کے خلاف ہو کبھی بھی پسند نہیں کرسکتا اور ساتھ ہی وہ ایسا جابر اور ستم شعار نہیں کہ اُس کی کسی غلطی پر بھی چشم پوشی نہیں کرسکتا۔ خاوند عورت کے لیے اللہ تعالیٰ کا مظہر ہوتاہے۔حدیث شریف میں آیاہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے سوا کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے ۔ پس مرد میں جلالی اور جمالی رنگ دونوں موجود ہونے چاہئیں۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 403)

****

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
0044 74 9378 5065
0044 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

پروفیسر راجا نصر اللہ خان

تاریخی قرارداد لاہور پاکستان
اور اس کے مرکزی مصنف حضرت چوہدری ظفراللہ خان

معروف اور قابل صحافی احسان اللہ ثاقب اپنے مضمون میں تحریر کرتے ہیں:۔

’’ قرار داد لاہور کی تاریخی اہمیت مسلمہ ہے۔ یہ قرار داد 23 مارچ 1940ء کو لاہور کے منٹو پارک (موجودہ اقبال پارک) میں لاکھوں فرزندان اسلام نے منظور کی ۔ اس قرارداد کی تاریخی اہمیت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس نے مسلمانان ہند کے لئے ایک الگ۔ آزاد خودمختار مسلم ریاست کا نصب العین متعین کیا جس کے نتیجے میں صرف 7سال اور 5 ماہ کے قلیل عرصہ میں توحید و رسالت کے پروانوں کو خود مختار وطن عزیز حاصل ہو گیا۔ یہ قرارداد مسلمانوںکے جذبات اور احساسات کی آئینہ داری اس کا جادو سر چڑھ کر بولا۔ جذبوں کی سچائی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اگر چہ اس قرار داد میں پاکستان کا لفظ کہیں بھی استعمال نہیں کیا گیا مگر اس کے باوجود اسے قرارداد لاہور کی بجائے زیادہ تر قرار داد پاکستان کا نام دیا جا تا ہے۔‘‘

آگے چل کر مضمون نگار رقمطراز ہیں:۔

قرارداد لاہور کی منظوری کے بعد پشاور سے لے کر چاٹگا م تک مسلم قوم آزادی حاصل کرنے کے لئے دشمن کے سامنے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئی ۔ شہر شہر گاؤں گاؤں ہر زبان پر یہ نعرے تھے ’’آزادی کا مطلب کیالا الہ الا اللہ۔ بن کے رہے گا پاکستان۔ لے کے رہیں گے پاکستان ۔‘‘ دوسری جانب قرار داد لاہور نے ہندو قیادت کو بوکھلاہٹ میں مبتلا کر دیا۔ مثال کے طور پر گاندھی نے مسلمانوں کے الگ وطن کے مطالبے اور تقسیم ہند کی تجویز کو نا قابل عمل قرار دیا۔ مگر قائد اعظم نے ہندوراہنماؤں کے اعتراضات کو رد کرتے ہوئے کہا:۔

’’قدرت نے پہلے ہی ہندوستان کو تقسیم کر رکھا ہے اور اس کے حصے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ہندوستان کے نقشے پر مسلم ہندوستان اور ہندو ہندوستان پہلے ہی موجود ہیں ۔‘‘ بالآخر 14 ۔اگست 1947ءکو قرار داد لاہور نے اپنا تاریخی رنگ دکھایا جب اسلامی ریاست پاکستان آزادنیا کے نقشہ میرا بھری۔‘‘ (نوائے وقت 24 مارچ 2012ء)

پہلی بار علیحدہ وطن کا مطالبہ اور ہندو پریس کا فائدہ مند پروپیگنڈا

معروف مصنف اور اہل علم و نظر مضمون نگار جناب قیوم نظامی اپنے مضمون 23 مارچ1940 ءکی قرارداد کے پس منظر میں لکھتے ہیں:۔

’’ 23 مارچ 1940ء لاہور اس لحاظ سے تاریخی اہمیت کی حامل ہے کہ تحریک پاکستان کے دوران بھارت کے مسلمانوں نے پہلی بار اس قرارداد کے ذریعے ایک علیحدہ وطن حاصل کرنے کا مطالبہ کیا اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ ایک ہی دن میں ہندوؤں کی بالا دستی میں رہنا مسلمانوں کے مفاد میں نہیں ہے۔ 1940ء کی قرار داد چونکہ پہلی قرار داد تھی جس میں مسلمانوں کی منزل کی نشاندہی کی گئی تھی اور جسے تاریخی شہر لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کے جنرل باڈی کونسل کے اجلاس میں قائد اعظم کی صدارت میں پُر جوش انداز میں منظور کیا گیا تھا لہٰذا ہر سال اس تاریخی قرارداد کی یاد منائی جاتی ہے۔1940ء کی قرارداد پریس میں شائع ہوئی تو اس پر پورے بھارت میں تبصرےہوئے بیانات جاری ہوئے ، کالم لکھے گئے۔ بھارت کے ہندو لیڈروں نے قرارداد لا ہور کو قرار داد پاکستان کا نام دیا جسے مسلمانوں نے قبول کرلیا۔‘‘

(نوائے وقت 23مارچ 2012ء)

اس وقت مسلمان ایک قوم تھے

معروف مضمون نگار مصباح کو کب اپنے مضمون بعنوان 23مارچ میں تحریر کرتی ہیں :۔

23مارچ ایک تاریخ ساز دن ہے۔ آج سے 72 برس قبل 1940ء کو منٹو پارک لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ کنونشن ہوا تھا جس کی صدارت قائداعظم نے کی تھی۔ اس وقت مسلمان ایک قوم تھے ان میں جذبہ تھا، سچی لگن تھی ،عزم و ارادہ تھا، سب کی زبان پر تھا کہ لے کے رہیں گے پاکستان ۔ بن کے رہے گا پاکستان اور پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ۔

اس وقت مسلمان پنجابی ، سندھی، سرحدی، بلوچی، بنگالی یا پٹھان ہرگز نہ تھے اور نہ ہی کوئی شیعہ تھا اور نہ ہی سنی بلکہ صرف مسلمان تھے اور سب ایک تھے اور قائد اعظم نے بھی مسلمانوں کو جمہوریت کے تین راہنما اصول ایمان (Faith)، اتحاد (Unity) اور نظم و ضبط (Discipline) سے روشناس کر دیا تھا ۔

قرارداد لاہور کے مصنف کے طور پر ایک ہی نام نمایاں رہا ہے

اگر ہم مارچ 1940ء کے بعد مختلف ادوار کا جائزہ لیں تو کبھی سینہ بہ سینہ اور کبھی اہل علم و خبر کے حوالوں سے قرار داد لاہور (بعد میں ہمیشہ کے لئے قرار داد پاکستان) کے مصنف کے طور پر چوہدری سر محمد ظفراللہ خان صاحب کا نام ہی نمایاں نظر آتا ہے۔ اب اس سلسلہ میں بعض معروف اہل علم و قلم کے اہم اور واضح حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔

نئی نسل کو یہ یاد دلوانا ضروری ہے

معروف علمی و ادبی شخصیت اور کالم نگار محترمہ زاہدہ حنا اپنے کالم نرم گرم میں تحریر کرتی ہیں:۔

’’یہاں نئی نسل کو یہ یاد دلوانا ضروری ہے کہ یہ وہی ظفراللہ خان تھے جنہوں نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قرار داد پاکستان کی عبارت کو تحریر کرنے والوں میں سے تھے۔بانی پاکستان نے ان کو پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ مقرر کیا اور باؤنڈری کمیشن کے سامنے پاکستان کے وکیل کے طور پر پیش ہوئے۔ سلامتی کونسل میں پاکستان کی طرف سے کشمیر کا مقدمہ بھی انہوں نے لڑا تھا۔ ‘‘ (روزنامہ ایکسپریس 2جون2010ء)

چوہدری صاحب نے ہی قرار داد پاکستان کا مسودہ تیار کیا

دی نیوز انگریزی مؤرخہ 20 نومبر2011ء کی اشاعت میں جرأتمند خاتون صحافی اور اینکر پرسن شاہچہ اپنے مضمون اقلیتی رپورٹ کے کالم نمبر 2 میں تحریر کرتی ہیں (ترجمہ)’’مجھے اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ ہم نے ان لوگوں کو بھلا دیا ہے جنہوں نے اس قرار داد کا مسودہ تیار کرنے میں مدد کی جس کے نتیجے میں ہمیں پاکستان حاصل ہوا۔محمد ظفراللہ خان ایک احمدی تھے لیکن انہوں نے ہی قرار داد پاکستان کا مسودہ تیار کیا اور جب پاکستان اور ہندوستان کے درمیان آئندہ کی حد بندی کا فیصلہ کرنے کا موقع آیا تو انہوں نے ہی مسلم لیگ کا نقطہ نظر (حد بندی کمیشن کے سامنے(مترجم) پیش کیا۔ انہوں نے پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ کی حیثیت سے بھی وطن عزیز کی خدمات انجام دیں محمد علی جناح اپنے روشن خیالات اور کشادہ دلی کے باعث اپنے ملک کی نمائندگی اور خدمت کے لئے استحقاق اور اہمیت کی بنا پر لوگوں کا انتخاب کیا کرتے تھے نہ کہ مذہب، ذات یا عقیدہ کی وجہ سے۔ (دی نیوز مؤرخہ 20 نومبر 2011ء)

قرارداد لاہور کے مصنف ظفراللہ خان ہی تھے

اسلام آباد کی معروف نیشنل یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی (NUST) کے لیکچرار جناب حسین احمد اپنے مضمون مطبوعہ Daily Times(22دسمبر2012ء)میں تحریر کرتے ہیں:۔

(ترجمہ) یہ سر ظفر اللہ خان ہی تھے جنہوں نے قرارداد لاہور کا بھی مسودہ تیار کیا تھا۔ جس میں پہلی دفعہ پاکستان کا تصور پیش کیا گیا۔ سر ظفر اللہ خان کا تعلق بہر حال احمدی فرقہ سے تھا۔ اس لئے اس سلسلہ میں ان کے کردار کو سالہا سال تک صیغہ راز میں رکھا گیا۔ یہاں تک کہ حال ہی میں لا رڈ لنلتھگو کی تحریر کردہ دستاویزات اور خطوط نے سر ظفر اللہ خان کے کردار کی مرکزی حیثیت کومنکشف کردیا ہے۔ (ڈیلی ٹائمز 22 دسمبر 2012ء)

ایک نقطہ پر جمع ہونے کی بنیادی دستاویز

وقیع و بے باک صحافی جناب محمد احمد اپنے تفصیلی مضمون
The Forgotten Hero
Mohammad Zafiullah Khan
مطبوعہ ڈیلی ٹائمز(مؤرخہ یکم ستمبر 2013ء) میں رقمطرازہیں۔

(ترجمہ)’’ سرظفر اللہ خان کی مسلمانان ہند کی تحریک آزادی کے لئے سب سے بڑی خدمت قرار دارد لاہور (قرارداد پاکستان) کی تیاری ہے جو ہماری قومیت کے ایک نقطہ پر جمع ہونے کی بنیادی دستاویز ہے۔ قرارداد لاہور ایک وسیع البنیا دحل تھا جس میں کئی ایک Solutions کی گنجائش موجود تھی جن کا مقصد ہندوستان کے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت اور پاسبانی کرنا تھا۔‘‘

(ڈیلی ٹائمز مؤرخہ یکم ستمبر2013ء)

ڈاکٹر محمد اجمل نیازی اپنے کالم’’بے نیاز یاں‘‘ مطبوعہ نوائے وقت میں تحریر کرتے ہیں:۔

’’پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خاں نامور پاکستانی تھے۔ بانی پاکستان قائد اعظم نے انہیں خط میں مائی سن (میرے بیٹے) لکھا۔ کیا قائداعظمؒ کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ یہ کس کو وزیر خارجہ بنایا جارہا ہے۔ نامور سائنس دان ڈاکٹر عبد السلام نے بھی پاکستان کے لئے کوئی ایسی ویسی بات نہیں کی ۔ انہوں نے مرنے کے بعد پاکستان میں دفن ہو نا پسند کیا۔‘‘

(از مضمون مطبوعہ نوائے وقت یکم جون2010ء صفحہ2)

باقی ص 5 پر

اوقات طلوع و غروب

23 مارچ 2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		5:08	18:33
مدینہ منورہ		5:06	18:34
قادیان	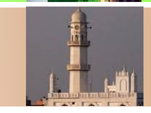	5:06	18:42
ربوہ	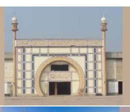	4:47	18:24
اسلام آباد ٹلفورڈ	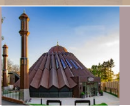	4:04	18:21